اسلامی فتوحات کی عہد بہ عہد سنہری تاریخ

اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ

خلافتِ صدیقیؓ سے خلافتِ عثمانیہ کے عروج تک وسط ایشیا سے مراکش و اندلس اور وسطِ یورپ تک

تالیف احمد عادل کمال

ترجمہ و اضافہ محسن فارانی

DARUSSALAM
دارُالسّلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

اپنی تاریخ سے ناآشنا قومیں اپنے جغرافیے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں

خطاب بہ جوانانِ اسلام

علّامہ اقبال

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے؟ — وہ کیا گردوں تھا، تُو جس کا ہے اک ٹُوٹا ہوا تارا؟

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں، خلّاقِ آئینِ جہاں داری — وہ صحرائے عرب، یعنی شُتربانوں کا گہوارا

سماں اَلفقرُ فَخری کا رہا شانِ امارت میں — بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوئے زیبا را

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے — کہ مُنعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے — جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں — مگر تیرے تخیّل سے فزوں تر ہے وہ نظارا

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی — کہ تو گفتار، وہ کردار، تُو ثابت، وہ سیارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی — نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی — جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

(بانگِ درا)

اسلامی فتوحات کی عہد بہ عہد سنہری تاریخ

اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ

خلافتِ صدیقی سے خلافتِ عثمانیہ کے عروج تک، وسطِ ایشیا سے مراکش و اندلس اور وسطِ یورپ تک

■ 150 قدیم وجدید رنگین نقشے ■ تاریخی مقامات کی 300 نایاب تصاویر ■ نادر معلومات سے آراستہ

تالیف احمد عادل کمال ترجمہ و اضافہ محسن فارانی

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

- الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 • قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
- جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 • خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 **امریکہ** • ہوسٹن فون: 7220419 713 001 • نیویارک فون: 6255925 718 001

لندن فون: 4885 539 208 0044 **آسٹریلیا** فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم) • 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7240024-7232400-7111023-7110081 42 0092 فیکس: 7354072
موبائل: 8484569 0322-4212174 0321 • غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

کراچی طارق روڈ بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
كمال، احمد عادل
اطلس الفتوحات الاسلامية باللغة الاردية - احمد عادل كمال - الرياض، ١٤٢٨ هـ
ص: ٤٩٤ مقاس: ٢٤×١٧ سم
ردمك: ٢-٤-٩٩٨٤-٩٩٦٠-٩٧٨
١. الفتوحات الاسلامية ٢. التاريخ الاسلامي أ. العنوان
ديوي ٩٥٣ ١٤٢٨/٦٢٥٣

رقم الإيداع: ١٤٢٨/٦٢٥٣
ردمك: ٢-٤-٩٩٨٤-٩٩٦٠-٩٧٨

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

انتساب

ہر اُس مسلمان مرد اور عورت کے نام جو اس پُرفتن دور میں، دنیا کے کسی بھی خطے میں، اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی سربلندی اور اُمتِ مسلمہ کی ''نشاۃ ثانیہ'' اور عظمتِ رفتہ کی بحالی کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

مضامین

حصہ اول

حصہ دوم

حِصّہ دوم

عہدِ صدیقی سے عہدِ فاروقی وعثمانی تک
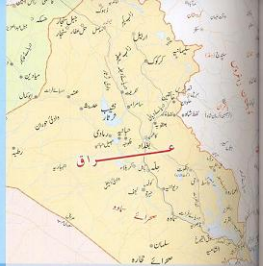
فتوحات کا پہلا مرحلہ (خلافت راشدہ)

1
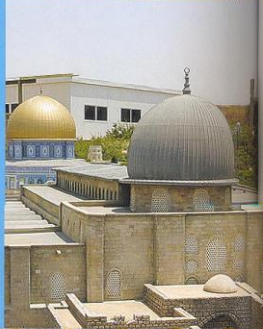
عراق پر ابتدائی حملے

عراق کا طبعی جغرافیہ

عراق کو اپنے وقوع کی بنا پر تزویراتی اور حربی لحاظ سے بڑی اہمیت حاصل تھی اور یہ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے مابین پُل کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ برّ اعظم ایشیا اور افریقہ کے ان ممالک میں شامل ہے جو بحرِ ہند اور بحیرۂ روم کے درمیان واقع ہیں۔

عراق ایک نشیبی میدان ہے جو مشرق میں جبالِ فارس (زاغروس)، شمال میں آرمینیا و آذربائیجان کے پہاڑوں، مغرب میں صحرائے سماوہ اور جنوب میں نجد و عروض اور خلیج کے مابین گھرا ہوا ہے۔ یہ ملک دو تاریخی دریاؤں دجلہ اور فرات کی وادیوں پر مشتمل ہے اور یہی دو دریا اس کی سرسبزی و شادابی اور زرخیزی کا باعث ہیں۔ دریائے دجلہ [1] ترکی کی جنوب مشرقی سطح مرتفع سے نکلتا ہے۔ اس میں کئی ندیاں آ کر ملتی ہیں۔

دریائے فرات [2] شمال مشرقی ترکی کے پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ اس میں سے بعض شاخیں نکل کر دریائے دجلہ میں گرتی ہیں حتیٰ کہ دجلہ اور فرات دونوں مل کر شط العرب بناتے ہیں [3] جو خلیج فارس میں جا گرتا ہے۔ (مذکورہ شاخیں کتاب ہٰذا کے نقشہ نمبر 20 اور 26 میں دیکھیے)

[1] دریائے دجلہ: دجلہ مشرقی ترکی کے پہاڑوں سے نکل کر جنوب مشرق میں شط العرب کی طرف بہتا ہے۔ دجلہ کے معاون دریا زاب کبیر، زاب صغیر اور دیالا ہیں۔ موصل، تکریت، سامراء اور بغداد کے تاریخی شہر اور ساسانی دارالحکومت مدائن کے آثار اسی دریا کے کنارے واقع ہیں۔ المنجد فی الاعلام کے مطابق مدائن ان دنوں سلمان پاک کہلاتا ہے۔

[2] دریائے فرات: یہ ترکی سے جنوب کی طرف بہتا ہوا شام میں داخل ہوتا ہے۔ شمال مشرقی شام میں سے گزر کر فرات جنوب مشرق کا رُخ کرتا ہے۔ شام کا تاریخی شہر رقّہ اس کے کنارے آباد ہے۔ ابوکمال کے مقام سے فرات عراق کی سرزمین میں بہتا ہے۔ حدیثہ، رمادی، حبانیہ، فلوجہ، حِلہ، دیوانیہ اور ناصریہ کے شہر اور بابل کے کھنڈر فرات کے کنارے واقع ہیں۔ کربلا، نجف اور کوفہ دریائے فرات کی مغربی شاخ کے مغرب میں آباد ہیں۔ قرنہ کے مقام پر دجلہ اور فرات مل کر شط العرب بناتے ہیں۔ بصرہ کا تاریخی شہر شط العرب ہی کے کنارے آباد ہے۔ بصرہ سے آگے ایران سے آنے والا دریائے کارون شط العرب میں آ ملتا ہے، پھر شط العرب کا پانی خلیج عربی (خلیج فارس) میں جا گرتا ہے۔ بصرہ کے تھوڑا جنوب میں ماضی کا شہر اُبلّہ ہے جبکہ فرات کے شمالی کنارے پر آباد ناصریہ کے بالمقابل دریا پار قدیم تاریخی شہر ''اُر'' یا ''اُور'' کے کھنڈر ہیں جو ان دنوں تل المقیّر کہلاتا ہے۔

[3] دریائے فرات سے تین شاخیں جنوب مشرق کو بہتی ہوئی دریائے دجلہ میں جا گرتی ہیں۔ اُن کے نام نہر الملک، نہر کُوثٰی اور نہر النیل ہیں۔ نہر کُوثٰی کے کنارے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کُوثٰی واقع ہے۔

روم اور فارس کی سلطنتیں
(فتوحاتِ اسلامی کے آغاز کے وقت)
بازنطینی (رومی) سلطنت
بازنطینی سلطنت کی باجگزار غسانی ریاست
ایرانی سلطنت (فارس)
ایران کی باجگزار عرب ریاستیں
میل
800
600
400
200
0
200
بحر اوقیانوس
براعظم یورپ
روس
فرانس
سپین
اٹلی
روم
کورسیکا
جزائر بلیارک
سارڈینیا
قرطاجنہ
دریائے ڈینیوب
بحیرۂ اسود
قسطنطنیہ
یونان
رومی سلطنت
اناطولیہ
انگورہ
قیصریہ
افریقیہ
صقلیہ
مالٹا
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
کریٹ
قبرص
شام
دمشق
غسانی ریاست
بیت المقدس
اسکندریہ
ہیلیو پولس
مصر
براعظم افریقہ
آرمینیا
دریائے دجلہ
دریائے فرات
مدائن
حیرہ
ترکستان
بحیرۂ ارال
دریائے آمو (جیحون)
بحیرۂ کیسپین
بلخ
کابل
مرو
مشہد
نیشاپور
ہرات
براعظم ایشیا
سلطنت فارس
(ایران)
قندھار
اصفہان
شیراز
سیرجان
خلیج فارس
بحرین
عمان
نجد
مدینہ منورہ
بدر
حجاز
مکہ مکرمہ
طائف
جدہ
جزیرہ نمائے عرب
بحیرۂ احمر
صنعاء
یمن
بحیرۂ عرب
سوڈان
نیل ازرق
حبشہ
صومالیہ
بحر ہند

نقشہ 5

نقشہ 6

فتح اسلامی کے وقت عراق

دریائے دجلہ کی وادی کا ایک حسین منظر
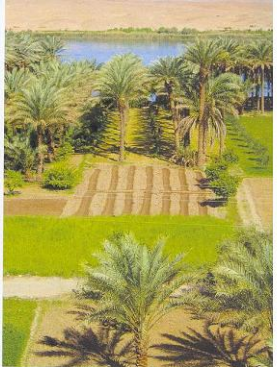
دریائے فرات کے کنارے کھجوروں کا باغ

دریائے فرات جنوب میں دو شاخوں میں بٹ جاتا ہے۔[1] مغربی بڑا دھارا حیرہ (موجودہ نجف) کے پاس سے بہتا ہے۔ فرات اور دجلہ دونوں کے دھاروں سے کئی وادیاں وجود میں آئی ہیں جو اس سرزمین کے ایک بڑے حصے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ سب سے بڑی وادی پچاس میل چوڑی اور دو سو میل لمبی ہے۔ یہاں سلطنت ساسانیہ کے عہد اواخر میں کئی دلدل نما جھیلیں بن گئی تھیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ کا محلِ وقوع بیان کرتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا اس میں ان وادیوں اور جھیلوں کا ذکر کیا ہے۔ (نقشہ 4)

فتح عراق کے لیے خلیفۂ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقدامات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریائے فرات کے مغرب میں دو لشکر بھیجنے کی منصوبہ بندی کی تھی۔ پہلا لشکر یمامہ سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اُبلّہ[2] کی طرف بھیجا گیا جو شط العرب کے کنارے آباد تھا۔ وہاں سے انھیں حیرہ کا رخ کرنا تھا۔ دوسرا لشکر عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں عراض سے بھیجا گیا جو نباج اور حجاز کے مابین واقع تھا۔ اس لشکر کی منزل مصیّخ (عراق) تھا اور انھیں پہلے دومۃ الجندل اور پھر حیرہ پہنچنا تھا۔ ان میں سے جو پہلے حیرہ پہنچتا، اُسی کو متحدہ لشکر کا سربراہ ہونا تھا، پھر ان میں سے ایک کو حیرہ کو مرکز بنا کر وہیں ٹھہرنا اور دوسرے کو مدائن کا رخ کرنا تھا۔

خالد رضی اللہ عنہ نے 18 ہزار کے لشکر کے ساتھ یلغار کی اور چالیس دنوں کے اندر حیرہ فتح کر لیا۔ اور عیاض رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل میں ٹھہرے رہے حتی کہ خالد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے اور اس کی فتح عمل میں آئی۔ (نقشہ 7)

1 فرات مسیّب شہر کے قریب دو شاخوں میں بٹتا ہے۔ مشرقی شاخ ''شط الحلّہ'' بابل اور حلّہ کے نزدیک سے بہتی ہے اور رُمیثہ کے جنوب میں بڑے دھارے سے جا ملتی ہے۔ مسیّب عراق میں وسطی فرات پر واقع ہے اور صوبہ بابل کا دارالحکومت ہے۔ (المنجد في الأعلام: 533، مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)

2 اُبلّہ: یہ شہر دریائے دجلہ (شط العرب) کے کنارے بصرۂ عظمٰی سے خلیج کی جانب واقع ہے۔ کسریٰ کے دور میں یہ ایک فوجی چوکی تھا جہاں سپہ سالار اپنی سپاہ کے ساتھ مقیم تھا۔ اُبلّہ کے معنی کھجور کی ڈھیری یا ٹوکری کے ہیں۔ (معجم البلدان: 77/1)
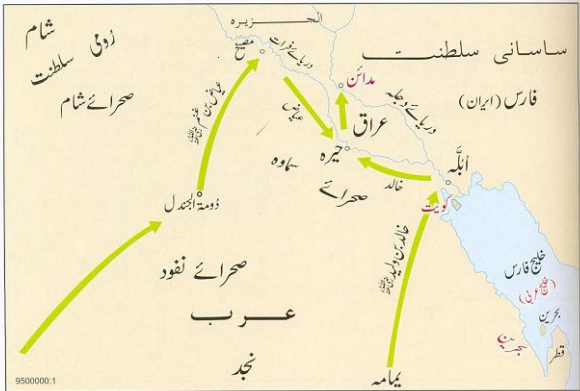
نقشہ 7

خالد بن ولید ؓ اور عیاض بن غنم ؓ کے لشکروں کی عراق پر یلغار

خالد بن ولید ؓ کا جنوبی عراق پر حملہ

خالد ؓ نے مقدمۃ الجیش پر مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ؓ کو مامور کیا تھا۔ میمنہ پر عاصم بن عمرو تمیمی ؓ اور میسرہ پر عدی بن حاتم طائی ؓ تعینات ہوئے تھے۔ خالد بن ولید ؓ نے حیرہ پہنچنے سے پہلے پانچ معرکے سر کیے:

① ذات السلاسل (محرم 12ھ / مارچ اپریل 633ء)

یہ جنگ کاظمہ [1] کے مقام پر لڑی گئی اور ہرمز کی قیادت میں ایرانیوں نے شکست کھائی۔ ہرمز حضرت خالد ؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ شاہِ فارس شیرویہ (پسر خسرو پرویز) نے اس کی مدد کے لیے ایک لشکر بھیجا تھا مگر وہ لشکر ابھی مذار ہی پہنچا تھا کہ اسے ذات السلاسل کی شکست کی خبر مل گئی۔

② مذار (اول صفر 12ھ / 17 اپریل 633ء)

اس جنگ میں ایرانی سپہ سالار قارن بن قریانس تھا۔ خالد ؓ نے اسے قتل کر دیا اور ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ ایرانی فوج کے 30 ہزار سپاہی میدانِ جنگ میں کھیت رہے۔

[1] کاظمہ: یہ قصبہ بحرین سے بصرہ جاتے ہوئے ساحل سمندر پر آتا ہے اور بصرہ سے دو مرحلوں پر واقع ہے (معجم البلدان: 4/431)۔ اس کی جائے وقوع خلیج کویت پر موجودہ کویتی قصبوں الدوحۃ اور الجہراء کے مابین تھی۔
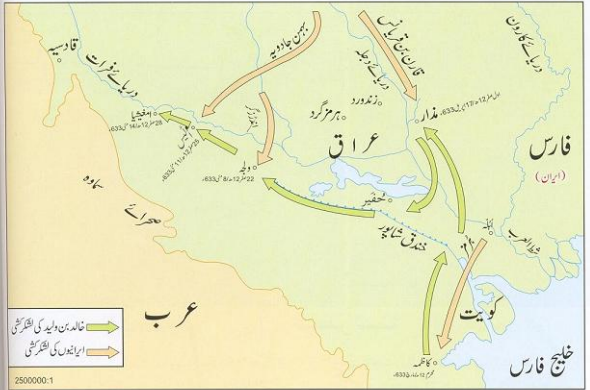
نقشہ 8

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنوبی عراق میں لشکر کشی

③ اب حکومت مدائن نے ایک اور لشکر اندرزگر کی سپہ سالاری میں بھیجا اور اس کے پیچھے بہمن جادویہ کی قیادت میں ایک اور لشکر روانہ ہوا۔ اندرزگر ولجہ تک چلا آیا اور بہمن نے وسطی عراق سے یلغار کی تا کہ وہ دونوں خالد رضی اللہ عنہ کو مذار سے واپسی پر آ گھیریں۔ لیکن خالد تیزی سے زیریں دجلہ اور پھر صحرا کی طرف نکل آئے اور چھاپہ کی جنگی حکمتِ عملی استعمال کی، پھر انھوں نے پلٹ کر اندرزگر کے لشکر پر چھاپہ مارا اور اسے شکست دی۔ اس جنگ میں عرب قبیلے بکر بن وائل کے لوگوں نے ایرانیوں کا ساتھ دیا۔

④ دریں اثناء بہمن جادویہ نے اپنا مقدمۃ الجیش الّیس روانہ کیا جس کی قیادت جابان کر رہا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ان پر اس وقت حملہ کیا جب وہ کھانا کھا رہے تھے اور لشکر کا صفایا کر دیا۔ یہ معرکہ 25 صفر 12ھ / 11 مئی 633ء کو پیش آیا۔

⑤ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امغیشیا کی طرف بڑھے۔ یہ ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں کے لوگوں نے ایرانیوں کی مدد کی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے 28 صفر 12ھ / 14 مئی 633ء کو اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ (نقشہ 8)

وَلَجہ کا معرکۂ کارزار

اس جنگ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کی اس طرح صف بندی کی کہ دو دستے عقب میں رکھے۔ ایک دستہ بُسر بن ابی رُہم کی قیادت میں میمنہ کے پیچھے اور دوسرا سعید بن مُرّہ عجلی کے زیر قیادت میسرہ کے پیچھے۔ شدید لڑائی ہوئی جس میں مسلمان ثابت قدم رہے۔ اس دوران میں

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دونوں عقبی دستوں کو حرکت میں آنے کی ہدایت کی اور وہ چکر کاٹ کر ایرانیوں کے پیچھے جا پہنچے۔ انھوں نے مجوسیوں کی صفیں تتر بتر کر دیں اور وہ بھاگ نکلے۔ ان کا سپہ سالار اندرزگر صحرا کی طرف فرار ہوا اور وہاں پیاس سے مر گیا۔ (نقشہ 9)

نقشہ 9
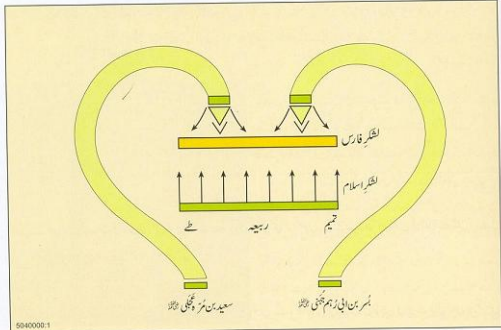
ولجہ (عراق) میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنگی حکمت عملی

فتح حیرہ

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لیے دریا اور خشکی کے راستے امغیشیا سے روانہ ہوئے اور ان کے خَوَرْنَق پہنچنے سے پہلے تمام اسلامی دستے اکٹھے ہو گئے۔ اِدھر حیرہ [1] کا مرزبان (گورنر) آزادبہ، غریّین اور قصرِ ابیض کے درمیان ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ جب اسے خالد رضی اللہ عنہ کے قریب آ پہنچنے کی خبر ملی تو وہ پسپا ہو کر دریائے فرات کے پار چلا گیا اور حیرہ کے عربوں کو وہیں چھوڑ گیا کہ اگر ہمت ہو تو از خود اپنا بچاؤ کریں۔ ان لوگوں کے چار بڑے قلعے تھے:

① ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حصن عدسیّین کا محاصرہ کر لیا۔
② ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے قصرِ ابیض کو جا گھیرا۔
③ مثنّی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قصر بنی بقیلہ کو حصار میں لے لیا۔
④ ضرار بن مقرن رضی اللہ عنہ نے قصر بنی مازن کے گرد گھیرا ڈال لیا۔

[1] حیرہ: یہ لخمی بادشاہوں کا دارالحکومت تھا جس کے آثار عراق میں کوفہ اور نجف کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ (آغازِ اسلام کے وقت) یہاں نسطوری عیسائی آباد تھے۔ (نعمان بن منذر کے نام پر) اس کا نام حیرۃ النعمان پڑ گیا۔ طرفہ اور نابغہ ذُبیانی جیسے شعراء دربارِ حیرہ سے وابستہ رہے۔ (المنجد في الأعلام)
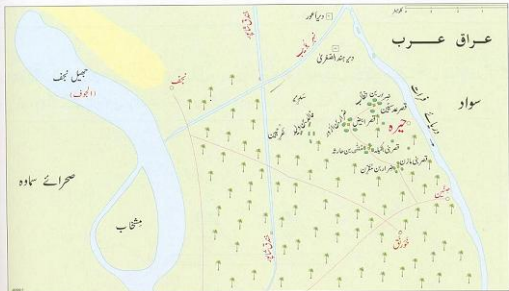
نقشہ 10

فتح حیرہ (ربیع الاول 12ھ / مئی / جون 633ء)

ان قلعوں کے اِردگرد جنگ جاری رہی اور ان پر ہر طرف سے یورش کی گئی حتیٰ کہ انھوں نے جزیے اور مسلمانوں کی حفاظت میں آنے کی شرط پر صلح کر لی۔ یہ واقعہ ربیع الاول 12ھ / مئی جون 633ء میں پیش آیا۔

فتح حیرہ کے نتائج

① حیرہ ساسانیوں کے صدر مقامات میں سے پہلا صدر مقام تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اس سے اہلِ فارس کی ہیبت جاتی رہی اور قریبی علاقوں کے سردار مسلمانوں سے صلح کرنے لگے۔
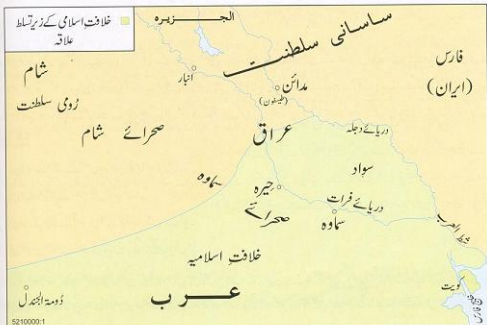
نقشہ 11

جنوبی عراق میں خلافتِ اسلامیہ کی توسیع (ربیع الاول 12ھ تک)

② عراق میں حیرہ مسلمانوں کا پہلا جنگی مرکز بنا اور یہیں سے انھوں نے ساسانی دارالحکومت مدائن [1] کی طرف پیش قدمی کی۔
③ حیرہ مسلم عساکر کے لیے مرکزِ رسد بن گیا۔ یہاں سے انھیں گوشت، دودھ، کھجور، اناج اور چارہ فراہم ہونے لگا۔
④ حیرہ مسلمانوں کے لیے سوادِ عراق (جنوبی میسوپوٹیمیا، یعنی دوابے کا جنوبی حصہ) اور کنارِ صحرا کے مابین نقل و حرکت کا مرکز بھی ثابت ہوا۔ مناسب ہوتا تو وہ سواد میں پیش قدمی کرتے اور اگر پیچھے ہٹنے کا تقاضا ہوتا تو صحرا کی پہنائی میں آ پناہ لیتے۔ (نقشہ 9)

انبار کی فتح

صوبہ انبار کے شہر فلوجہ کی ایک مسجد

عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل کے سامنے ٹھہرے رہے کہ ان کے پاس اسے فتح کرنے کے لیے مناسب فوجی قوت نہ تھی۔ پھر انھوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مدد مانگی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد کو جانے کا فیصلہ کیا مگر اس سے پہلے انھوں نے شمال کے ایرانی قلعوں کا صفایا کرنے پر توجہ دی جن میں اہم ترین حصنِ انبار [2] تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی اور دُبلے اونٹوں کو ذبح کرا کر خندق میں ڈلوا دیا۔ خندق پٹ گئی اور مسلمانوں نے ہلّہ بولا تو ایرانی سپہ سالار شیرزاد نے اس شرط پر قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا کہ اسے پُرامن طور پر لشکر سمیت انخلا کی اجازت دی جائے۔ یہ فتح 4 رجب 12ھ / 14 ستمبر 633ء کو حاصل ہوئی۔

عین التمر پر قبضہ

ایرانیوں نے حصن عین التمر میں مہران بن بہرام کے زیرِ قیادت بہت بڑی جمعیت اکٹھی کر رکھی تھی۔ عقہ بن ابی عقہ نے غیر مسلم عربوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا راستہ روکا مگر مسلمانوں نے زوردار حملے سے ایرانیوں کی کمر توڑ دی۔ عقہ کی فوج بھاگ نکلی۔ یہ دیکھ کر مہران اپنے لشکر سمیت دریائے فرات پار کر کے شمال کی طرف چلا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عین التمر پر قبضہ کر لیا۔ (11 رجب 12ھ/21 ستمبر 633ء)

[1] مدائن: اس مقام کا یونانی نام ٹیسی فون (Ctesiphon) ہے۔ یہ بغداد سے تھوڑے فاصلے پر جنوبی سمت میں دریائے دجلہ کے قریب واقع تھا۔ چونکہ یہاں یکے بعد دیگرے کئی شہر آباد ہوئے تھے، اس لیے عربوں نے اسے مدائن (مدینہ کی جمع بمعنی شہر) کہنا شروع کر دیا (انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم: 5/1، حاشیہ از مولانا غلام رسول مہر)۔ ان دنوں مدائن کے مقام پر سلمان پاک نامی شہر آباد ہے جہاں قدیم قطسیفون کے کھنڈر ہیں جن میں طاق کسریٰ بھی ہے۔ یونانی حکمران سلیوکس نے یہاں سلوقیہ کے نام سے دارالحکومت بنایا تھا۔ بعد میں ساسانی دارالحکومت "مدائن" سلوقیہ سے ملحق ہو گیا۔ (المنجد في الأعلام، ص: 306)

[2] انبار: یہ شہر بغداد کے مغرب میں دس فرسخ دور دریائے فرات پر واقع ہے۔ اہل فارس اسے شاپور کا نام دیتے تھے۔ گندم اور جو وغیرہ کے ڈھیروں کے باعث اس کا یہ نام پڑا۔ پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح نے اسے اپنا دارالحکومت بنایا (معجم البلدان: 257/1)۔ انبار شہر کے کھنڈر دریائے فرات کے کنارے پائے جاتے ہیں، نیز اب عراق کے مغربی صوبے کا نام انبار ہے جو شام اور اردن سے ملحق ہے۔ اس کا دارالحکومت رمادی ہے اور اس میں قائم، حدیثہ، ہیت، فلوجہ، رُطبہ اور عَنَہ کے اضلاع بھی ہیں۔ (المنجد في الأعلام) (نقشہ 10)

نقشہ 12

فتح انبار (4 رجب 12ھ / 14 ستمبر 633ء)
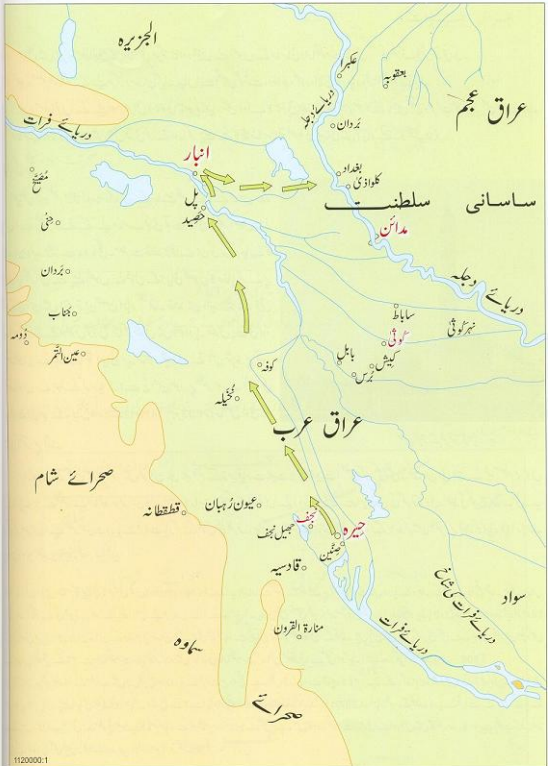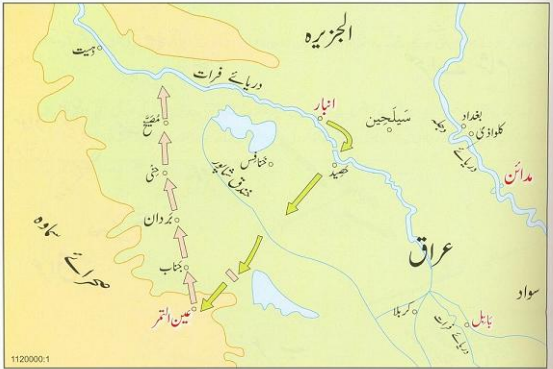
فتح عین التمر (11 رجب 12ھ/21 ستمبر 633ء)

نقشہ 13

دُومۃ الجندل کی فتح

عیاض ؓ دومۃ الجندل فتح نہیں کر سکے تھے۔ یہاں قبائل کلب، بہراء، ضجاعم، غسان اور تنوخ نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ خالد بن ولید ؓ عین التمر سے عیاض کی مدد کو پہنچے اور دومۃ الجندل فتح ہو گیا۔ (24 رجب 12ھ/4 اکتوبر 633ء) (نقشہ 14)

معرکۂ حَصِید و خَنافِس

اس دوران میں بغداد سے دو ایرانی لشکر روانہ ہوئے تا کہ عین التمر کا قبضہ واپس لے سکیں۔ دونوں لشکر حَصِید و خَنافِس آ پہنچے۔ اعبد بن فدکی اور عروہ بن جعد بارقی نے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روکے رکھا حتیٰ کہ خالد بن ولید ؓ دومۃ الجندل سے لوٹ آئے۔ انھوں نے عین التمر پہنچ کر قعقاع ؓ کو حصید اور ابولیلیٰ کو خنافس کی طرف روانہ کیا۔ قعقاع ؓ نے حصید کے ایرانی لشکر کو شکست دی اور ان کے شکست خوردہ لوگ خنافس کی فوج سے جا ملے، پھر وہ سب مل کر مُصَیَّخ کی طرف فرار ہو گئے اور غیر مسلم اعراب
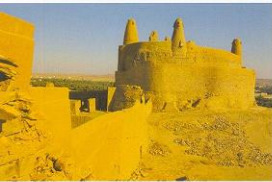
دومۃ الجندل میں قصر مارد کا منظر
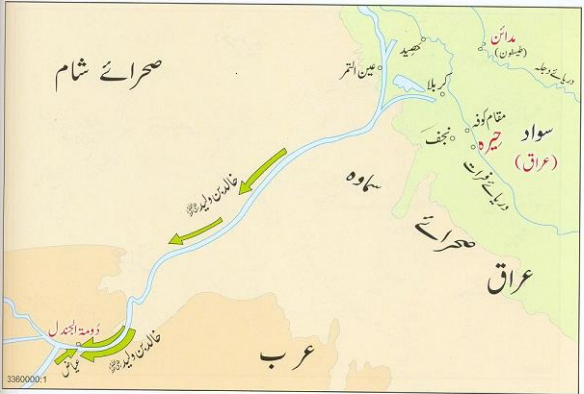
نقشہ 14

فتح دُومۃ الجندل (24 رجب 12ھ/ 5 اکتوبر 633ء)
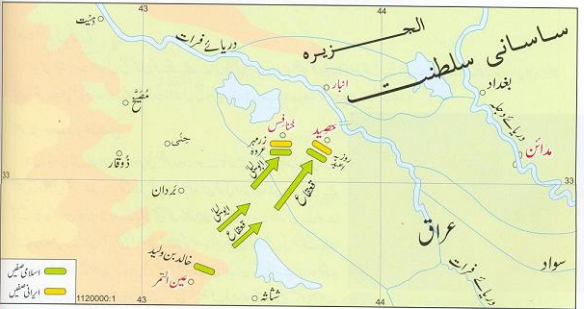
نقشہ 15

معرکۂ حصید و خنافس (10 اور 11 شعبان 12ھ/ 20 اور 21 اکتوبر 633ء)

میں جا شامل ہوئے جو وہاں جمع ہو چکے تھے۔ یہ واقعہ 10 اور 11 شعبان 12ھ/20 اور 21 اکتوبر 633ء کو پیش آیا۔ (نقشہ 15)

جنگِ مُصَیَّخ

اب قعقاع رضی اللہ عنہ نے حصید سے، ابو لیلیٰ نے خنافس سے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عین التمر سے پیش قدمی کی اور مصیخ پہنچ کر تین اطراف سے اس کا محاصرہ کر لیا، پھر انھوں نے دھاوا بول کر ایرانیوں کی جمعیت فنا کر دی۔ (19 شعبان 12ھ/29 اکتوبر 633ء) (نقشہ 16)
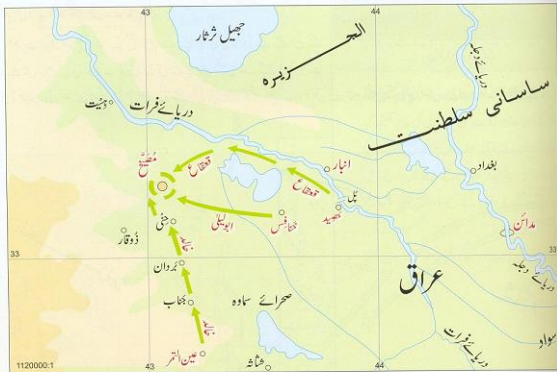
نقشہ 16

معرکۂ مُصَیَّخ (19 شعبان 12ھ/29 اکتوبر 663ء)

ثِنَیّ و زُمَیل کے معرکے

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تیز رفتاری سے شمال کی طرف بڑھے اور رات کے وقت ثِنَیّ کو جا گھیرا۔ انھوں نے دشمن کا صفایا کر دیا اور اس کے فوراً بعد زُمیل پہنچ کر بدوی عربوں کے خلاف چھاپہ مار کارروائی کی۔ ان سے نپٹنے کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رُضاب [1] سے واپسی کی راہ اختیار کی۔ (23 شعبان 12ھ/2 نومبر 633ء) (نقشہ 17)

[1] رُضاب: زمیل (بِشر) والوں سے جھڑپ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ رضاب پہنچے تھے۔ رُضاب ہی کی جگہ بعد میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے رُصافہ آباد کیا۔ (معجم البلدان: 50/3)

رصافہ (شام) کے کھنڈر

معرکۂ فراض

اس دوران میں ایرانی اور ملحقہ علاقے کے رومی اور مقامی عرب اس راستے پر جمع ہو چکے تھے جدھر سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ حیرہ کو واپسی کا سفر کر رہے تھے۔ انھیں شکست دے کر خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ کی راہ لی اور پھر راستے ہی سے مکہ کا رُخ کیا۔ حج ادا کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر سے جا ملے جو اس وقت حیرہ پہنچ گیا تھا۔ (نقشہ 17)

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا عراق سے شام پہنچنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فتح شام کے لیے جو جیوش مامور کیے تھے ان کے مقابلے میں رومیوں کی ہولناک عددی برتری کے باعث انھیں کمک بھیجنے کی ضرورت پڑی تو خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ وہ عراق سے شام پہنچیں، چنانچہ انھوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

ثنی اور فراض کے معرکے

احکامات کے مطابق نصف فوج عراق میں مثنیٰ ؓ کے پاس چھوڑی اور شام کا رُخ کیا۔ راستے میں انھوں نے صحرائے سماوہ عبور کیا جو کمال درجے کی جسارت تھی۔ ہم نے اپنی کتاب: الطريق إلى المدائن (مدائن کی راہ پر) میں خالد ؓ کے صحرائے سماوہ کو عبور کرنے کی تاریخ اور ان کے راستے کے متعلق اپنی تحقیق درج کی ہے۔ خالد بن ولید ؓ دس ہزار کا لشکر لے کر صفر 13ھ / اپریل 634ء میں عراق سے شام روانہ ہوئے تھے۔ یہاں حضرت خالد ؓ کے اس سفر کو ہم نے سبز رنگ سے ظاہر کیا ہے۔ یہ خطِ سفر تاریخی روایات، جغرافیائی تحقیق اور ستارۂ صبح (سیارہ زہرہ) سے فلکی استدلال کی بنا پر کھینچا گیا ہے جیسا کہ ان کے سفری احوال میں ستارۂ صبح سے رہنمائی لینے کا ذکر آتا ہے۔ یہ راستہ ہم نے نقشے میں درج ذیل مقامات سے گزرتا دکھایا ہے: حیرہ، عین التمر، دومہ، قُراقِر، سُوی، کوَاثِل، اَرک، قُصَم، تدمُر، قَرَیَتَین، حُوّارین، مرج راہط، غُوطہ دمشق، جابیہ اور بُصریٰ الشام۔

صحرائے سماوہ میں سے خالد ؓ کا سفرِ شام

خالد ؓ کا عراق سے شام تک سفر

نقشہ نمبر 15

بصریٰ الشام کی ایک خوبصورت مسجد

2

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حملۂ عراق کے اہم پہلو

① اس سے پہلے عراق پر جتنے بھی حملے ہوئے وہ شمال میں الجزیرہ کی طرف سے کیے گئے، مثلاً: اسکندر اعظم کا حملہ اور بازنطینیوں کی یلغاریں۔ اسی لیے ایرانیوں کے مضبوط قلعے شمال میں واقع تھے، مثلاً: تکریت، مَوصِل، نینویٰ اور قرقیسیاء۔
جہاں تک فتوحاتِ خالدی کا تعلق ہے، ان کی قیادت میں پہلی بار عراق پر جنوب سے حملے ہوئے۔ اسلام سے پہلے عراق کے جنوب میں جنگی صلاحیت کی حامل کوئی سلطنت نہیں تھی، چنانچہ اہلِ فارس کے لیے جنوب سے کامل جنگی حکمت عملی پر مبنی حملہ اچانک اور حیران کن تھا۔

② خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ناگہانی تدبیرات بھی اختیار کیں، مثلاً: انھوں نے ایرانیوں کو خبر ہونے سے پہلے اپنے دستے دشمن کے عقب میں پہنچا دیے اور یوں حریف کو اچانک تہس نہس کر ڈالا، جیسے ولجہ میں ایرانی لشکر پر عقب سے ناگہانی حملہ کیا گیا۔ معرکۂ انبار میں دبلے اونٹ ذبح کر کے ان سے خندق پاٹ دی گئی۔ عین التمر میں ان کا لشکر عقہ بن ابی عقہ کی فوج پر اچانک ٹوٹ پڑا اور مصیخ اور زمیل پر انھوں نے شب خون مارا۔

③ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے حملے کے دوران میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ وہ ایرانیوں کو مجبور کر دیتے تھے کہ وہ پانی کے علاقے (دریائے فرات اور اس کی شاخوں کا میدان) سے نکل کر صحرا کے کنارے آ کر ان سے جنگ لڑیں۔ وہ قوی اور تیز رفتار گھڑسواروں کا دستہ آگے رکھتے اور اپنے عقب کو محفوظ رکھتے۔ وہ پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے دائیں جانب دشمن کا صفایا کرتے جاتے۔ جہاں تک بائیں پہلو کا تعلق تھا، وہاں وسیع وعریض صحرا میں انھیں کوئی خطرہ نہ ہوتا تھا۔

④ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جاسوسی اور خبر گیری کا نظام بھی قائم کر رکھا تھا جسے مثنّٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے منظم کیا تھا۔ اُن کا طریقِ کار سابقہ معلومات اور میدانِ جنگ میں حاصل شدہ اطلاعات پر مبنی ہوتا تھا۔

⑤ وہ پہل کرنے میں سبقت لے جاتے اور ہمیشہ پوری قوت سے دھاوا بولتے۔ دشمن پر ضرب لگانے کے لیے اس کے کمزور پہلوؤں کا انتخاب کرتے۔ وہ جیسے منصوبہ تیار کرتے ویسے ہی اسے عملی جامہ پہناتے اور ردِّعمل اپنے حیران و پریشان دشمن کے لیے چھوڑ دیتے۔ یوں ایرانیوں کے پاس کمزور جنگی حکمت عملی اختیار کرنے، یعنی براہِ راست مقابلہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہتا۔ ان میں اتنی صلاحیت بھی باقی نہ رہتی کہ وہ جنگ کے لیے مناسب وقت اور جگہ کا انتخاب کر لیں۔

⑥ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا لشکر جمع کرنے اور اسے آسانی سے حرکت میں لانے کی بے پناہ صلاحیت رکھتے تھے۔

⑦ انھوں نے اپنی ہر کامیابی کو ایک اور کامیابی کا زینہ بنایا اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کی ہر کامیابی انھیں تحفظ دیتی ہے اور ان کے دشمن کی پوزیشن کو کمزور تر بناتی ہے، لہٰذا وہ اس سے فائدہ اٹھانے میں جلدی کرتے تھے۔ انھوں نے کاظمہ سے حیرہ تک کی فتوحات چالیس دنوں میں حاصل کیں جبکہ عراق میں انھوں نے کل چودہ ماہ گزارے۔

⑧ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کے مابین دوطرفہ گہری محبت اور قدر افزائی تھی۔ ان کے لشکری ان کے ماتحت لڑنا پسند کرتے اور ان کی اطاعت کرتے تھے اور وہ بھی ان پر اعتماد کرتے اور ان کی صلاحیتوں کو سراہتے۔ وہ قائدین کی دوسری صف تیار کرنے کا اہتمام کرتے،

انھیں ذمہ داریاں سونپتے اور ان کو اختیارات سے نوازتے تھے۔

⑨ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج کے تیز رفتار حملے کے سامنے ایرانی انٹیلی جنس ناکام رہتی تھی کیونکہ اسلامی لشکر کی نقل و حرکت کی خبریں ایرانیوں تک پہنچانے کے لیے جو لوگ مامور ہوتے ان کے خبریں پہنچانے سے پہلے خالد رضی اللہ عنہ سرعت کے ساتھ دشمن کے سر پر جا پہنچتے تھے۔

⑩ ایرانی فوجی کیمپوں میں سالاروں اور سپاہیوں دونوں میں روحانی اور اخلاقی زوال در آیا تھا اور ان کا مورال پست ہو گیا تھا جس کا مظاہرہ سقوط حیرہ، سقوط انبار اور عین التمر [1] سے ایرانیوں کے انخلا کے وقت دیکھنے میں آیا۔

نقشہ 19 عراق میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے معرکے

ہم جانتے ہیں کہ دشمن کا نفسیاتی اور مادی توازن درہم برہم ہو جانا اس کی مکمل ہلاکت کا پیش خیمہ ہوتا ہے مگر اسلامی کیمپ کی صورت حال اس کے برعکس تھی۔ عموماً جنگ کا نتیجہ میدانِ جنگ میں طے ہونے سے پہلے فریقین کے عددی تفاوت ہی سے معلوم ہو جاتا تھا لیکن مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی برتری نے اس تصور کو پلٹ دیا تھا۔

⑪ ایرانیوں میں ہم آہنگی نہیں تھی۔ ان میں لشکر فارس، لشکر اہواز، لشکر گیلان، اہل سواد اور اہل حیرہ الگ الگ تھے اور ان میں باہمی ربط عنقا تھا۔ ان کی بولیاں بھی مختلف تھیں۔ ایرانی اپنے عرب حلیفوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان میں سے بعض بہت منہ زور تھے، اسی طرح ان کی تربیت بھی ناقص تھی۔

⑫ ایرانیوں کی آبادی زیادہ تھی اور وہ میدان جنگ میں بھی زیادہ نفری لاتے تھے۔ ان کے لشکر میں جنگی ہاتھی بھی ہوتے تھے۔ انھیں یہ فائدہ بھی حاصل تھا کہ وہ اپنی سرزمین اور اپنے علاقے میں لڑتے تھے۔ ان کی سرزمین اپنی دفاعی حیثیت اور آبی رکاوٹوں کی بدولت سازگار تھی اور سرسبز و شاداب وادیوں میں وہ پانی کی قلت سے دوچار نہیں ہوتے تھے مگر وہ لوگ کمزور، بزدل اور غیر تربیت یافتہ تھے اور ان کے سالار فکر سے عاری اور شجاعت سے خالی تھے۔ اس کے برعکس مسلمان تعداد میں کم تھے لیکن وہ نہایت طاقتور، مضبوط ایمان والے اور اعلیٰ تربیت یافتہ تھے اور اللہ کی راہ میں شہادت پانے کی آرزو رکھتے تھے۔

[1] عین التمر: یہ کوفے کے مغرب میں انبار کے قریب ایک قصبہ ہے۔ فتح عین التمر (12ھ) کے موقع پر جو قیدی بنا لیے گئے، ان میں امام محمد بن سیرین کی والدہ "سیرین" اور حمران بن ابان مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ (معجم البلدان: 176/4)

3

معرکۂ جسر

(23 شعبان 13 ھ / 22 اکتوبر 634ء)

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی عراق سے شام روانگی کے بعد محاذِ عراق پر ان کے جانشین مثنٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس پر ایرانی شیر ہو گئے اور مثنٰی پر مسلسل دباؤ ڈالنے لگے، چنانچہ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی مگر ان کی طرف سے تاخیر ہوئی تو مثنٰی رضی اللہ عنہ بنفس نفیس مدینہ پہنچے۔ خلیفۂ اول صاحبِ فراش تھے، لہٰذا مثنٰی رضی اللہ عنہ کو ان سے اس معاملے میں گفتگو کرنے کا موقع نہ ملا، تاہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد اور ضرورت کا علم ہو گیا اور انھوں نے نئے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اپنے آخری کلام میں یہ تاکید کی کہ وہ ایک لشکر تیار کر کے مثنٰی کے ساتھ روانہ کر دیں۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمامِ خلافت سنبھالنے کے بعد یہی کیا اور لوگوں کو جہادِ عراق میں شرکت کی دعوت دی۔ لوگ تین دن لشکر میں شامل ہونے سے گریز کرتے رہے۔ ایرانیوں کے خوف سے وہ تردد کا شکار تھے۔ سب سے پہلے جس شخص نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہا، وہ ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ امیر المومنین نے انھی کو عراق جانے والے لشکر کا سالار بنا دیا اور وہ عراق روانہ ہو گئے۔ [1]

اُدھر مدائن سے بہمن جادویہ لشکر لے کر نکلا، اس کے ساتھ جنگی ہاتھی بھی تھے۔ ابوعبید ثقفی رضی اللہ عنہ نے حیرہ سے پیش قدمی کی۔ اب ان دونوں کے درمیان صرف دریائے فرات حائل تھا۔ ابوعبید رضی اللہ عنہ، مثنٰی رضی اللہ عنہ اور عسکری معلومات رکھنے والے دیگر افراد کی نصیحت نظر انداز کر کے اسلامی جیش کو دریا پار لے گئے۔ بہمن نے ان کے لیے میدانِ جنگ میں تنگ جگہ چھوڑی تھی جہاں مسلمان آزادانہ نقل و حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ ایرانیوں نے ہاتھیوں اور گھڑ سواروں سے مسلمانوں پر حملہ کیا اور ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ اس سے مسلمان گھڑ سواروں کی لڑنے کی صلاحیت متاثر ہوئی تو وہ سب پیدل لڑنے لگے۔ اس دوران میں ایک ہاتھی نے ابوعبید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس پر لشکر کی قیادت کا بار مثنٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے شانوں پر آ پڑا۔ اس اثناء میں عبداللہ بن مرثد ثقفی نے پیچھے سے پُل توڑ دیا تا کہ وہ مجاہدین کو ثابت قدم رکھ سکیں۔ ادھر ایرانیوں نے مسلمانوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا جس سے بعض مسلمان دریا میں گر پڑے، تاہم مثنٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دلیر مجاہدین کو جمع کیا اور ایرانیوں کے مقابلے میں ڈٹ گئے حتی کہ نیا پل تیار ہوا اور مسلمان پسپا ہو کر دریا پار آ گئے۔

اس معرکے میں چھ ہزار ایرانی مارے گئے اور چار ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ میدان جنگ سے چار ہزار مسلمانوں نے راہِ فرار اختیار کی تھی اور چار ہزار وہ تھے جو مثنٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔ غروبِ آفتاب کے ساتھ لڑائی ختم ہو گئی تھی۔ مسلمان دریا پار کر کے اُلَیس کے بالمقابل صحرا کی طرف پلٹ آئے لیکن ایرانیوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا تعاقب کر سکیں۔

معرکۂ جسر پہلا اور آخری معرکہ تھا جس میں مسلمانوں نے نقصان اٹھایا اور سابقہ جنگوں میں حاصل کردہ کامیابیاں بظاہر رائیگاں گئیں۔ اس جنگ کو مروحہ، قرقس، قس اور قس الناطف کے نام بھی دیے جاتے ہیں۔

[1] ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ مشہور فتنہ انگیز مختار ثقفی اور صفیہ زوجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے والد تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 13 ھ میں انھیں بھاری لشکر دے کر عراق بھیجا جس میں اہل بدر کا ایک گروہ بھی شامل تھا۔ (أسد الغابة: 201/6)

نقشہ 20 ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کا حملہ (جنگِ جسر)
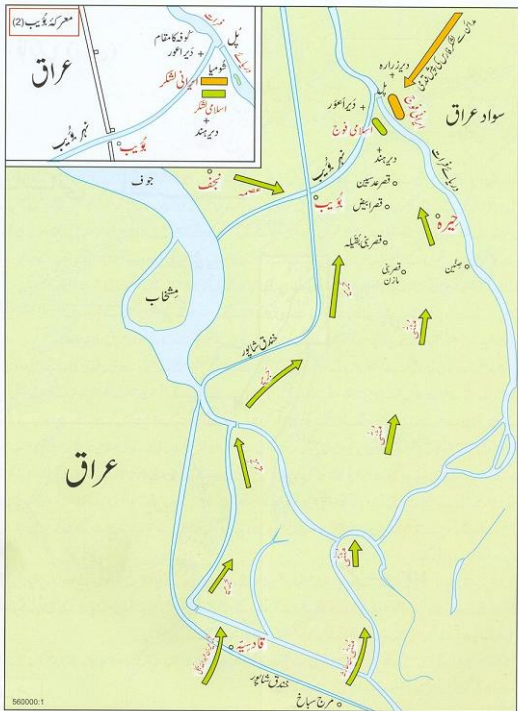
نقشہ 21

معرکۂ بُویب (1) (رمضان 13ھ/نومبر 634ء)

4

معرکۂ بُوَیب

(رمضان 13ھ / نومبر 634ء)

جسر کی خونریز جنگ کے بعد امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مثنّٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو کمک بھیجی جس میں قبیلہ الرباب [1] کے لوگ تھے جن کی قیادت عصمہ بن عبداللہ الضبی کر رہے تھے اور جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبیلہ بَجیلہ [2] کے لوگ اور دیگر افراد بھی تھے۔

ایرانی لشکر تمام تر گھڑ سواروں پر مشتمل تھا جن کا سالار مہران بن باذان ہمدانی تھا۔ وہ مدائن سے حیرہ کی طرف چلا۔ مثنّٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ مرج سباخ میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ انھوں نے کوفہ کی طرف تیزی سے پیش قدمی کی۔ عصمہ اور جریر کو پیغامات بھیجے کہ وہ فلاں فلاں راستے سے آگے بڑھیں اور تینوں لشکر بویب کے پاس اکٹھے ہوں گے۔ (نقشہ 21)
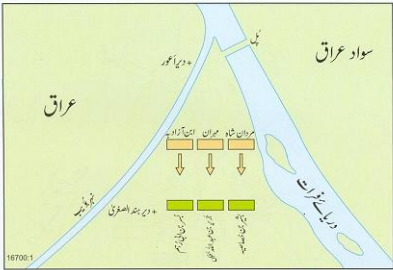
نقشہ 22 معرکۂ بُوَیب (3)

1 **الرباب:** یہ عدنانی عرب قبیلہ بنو مضر سے تھا اور اسے تیم بن عبد مناۃ بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر سے نسبت تھی۔ تیم کی اولاد تیم الرباب کہلاتی تھی کیونکہ انھوں نے بنو سعد بن زید بن مناۃ سے حلیفانہ تعلقات استوار کیے تھے (الأنساب للسمعاني : 39/3، واللباب : 19/1)۔ تیم الرباب اکٹھے رہے تھے جیسے ترکش کے اکٹھے تیر ہوں جو کہ "رِبابہ" کہلاتے ہیں۔ (معجم قبائل العرب :2/ 415 بحوالہ ابن درید)

2 **بَجیلہ:** اس عرب قبیلے کو بَجیلہ بن صعب بن سعد العشیرہ سے نسبت تھی۔ یہ اسلام سے پہلے حجاز اور بحرین میں آباد تھے۔ فتوحات اسلامیہ کے دوران میں وہ دنیا بھر میں پھیل گئے اور پیچھے وطن میں بس قلیل تعداد میں رہ گئے۔ (جمهرة الأنساب، ص:365، والأعلام للزركلي:2/44)

بویب ایک نہر کا نام تھا جو دریائے فرات سے نکل کر الجوف میں جا گرتی تھی۔ یہ ایک سیلابی نہر تھی جو آس پاس کی زمین کو زیرِ آب آنے سے بچانے کے لیے تعمیر کی گئی تھی۔ مسلمان شومیا میں آن جمع ہوئے جبکہ ایرانی بسوسیہ میں ڈیرے ڈال چکے تھے۔ ان دونوں کے درمیان دریائے فرات حائل تھا۔ حضرت مثنّٰی رضی اللہ عنہ کو معرکۂ جسر سے ملنے والا سبق یاد تھا، لہٰذا انھوں نے دریا پار کرنے سے انکار کر دیا اور ایرانیوں کو اس طرف آنے کی دعوت دی، چنانچہ وہ فرات کے پار چلے آئے۔ (نقشہ 21)

حضرت مثنّٰی رضی اللہ عنہ نے میمنہ پر بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کو مامور کیا اور میسرہ پر بُسر بن ابی رُہم جُہَنی رحمہ اللہ کا تعین کیا۔ قلب میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو رکھا۔ مہران کے میمنہ پر ابن آزادبہ اور میسرہ پر مردان شاہ تھے جبکہ قلب کی قیادت خود مہران کے پاس تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا مگر مسلمانوں نے جنگ کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تھا۔ انھوں نے پہل کی اور فوراً ہی ایرانیوں پر دھاوا بول دیا۔ (نقشہ 22)

دونوں فوجوں کی اگلی صفیں ایک دوسری سے ٹکرائیں اور دیکھتے دیکھتے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اس دوران میں حضرت مثنّٰی رضی اللہ عنہ مہران پر حملہ آور ہوئے اور اسے ایرانی میمنہ کی طرف پچھاڑ دیا۔ مسلمان ایرانی جیش کے قلب میں گھس گئے، دشمن کی صفیں فنا کر دیں اور انھیں پیچھے دھکیل دیا۔
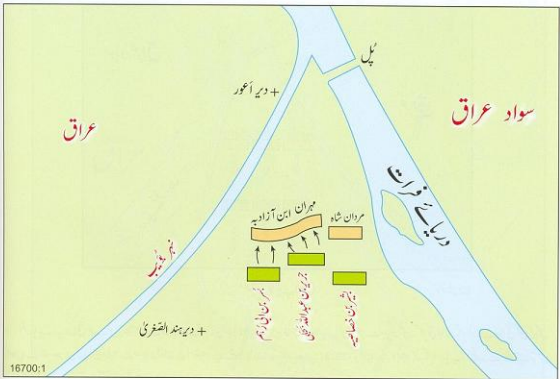
نقشہ 23

معرکۂ بُوَیب (4)

مہران مارا گیا اور اُس کا لشکر دو حصوں میں بٹ گیا۔ مسلمان اطراف سے بڑھ بڑھ کر ان پر حملہ آور ہوتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے ایرانیوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔

ایرانیوں نے راہِ فرار اختیار کی لیکن حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک دستے کے ساتھ پیش قدمی کی اور دریا کا پل توڑ کر دشمن کے فرار کا راستہ مسدود کر دیا۔ ایرانی دائیں بائیں بکھر گئے اور مسلم گھڑ سوار انھیں موت کے گھاٹ اُتارتے رہے۔ اس جنگ میں ایرانی مقتولین کا اندازہ ایک لاکھ لگایا گیا ہے۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ جسر میں حصہ لینے والے 4 ہزار مجاہدین اور قبیلہ بجیلہ کے 2 ہزار افراد کو بھاگتے ہوئے ایرانیوں کے تعاقب کا حکم دیا۔ انھوں نے ساباط تک دشمن کا پیچھا کیا اور انھیں کثیر مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ معرکۂ جسر کے بعد ایک ہی ماہ کے اندر معرکۂ بویب نے مسلمانوں کا کھویا ہوا وقار بحال کر دیا۔ (نقشہ 25,24,23)

مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب درج ذیل تھے:

① مسلمانوں نے جنگ کے لیے وہ مقام منتخب کیا جو اُن کے لیے کھلا تھا جبکہ ایرانیوں کے لیے تنگ تھا۔

نقشہ 24 معرکۂ بُویب (5)
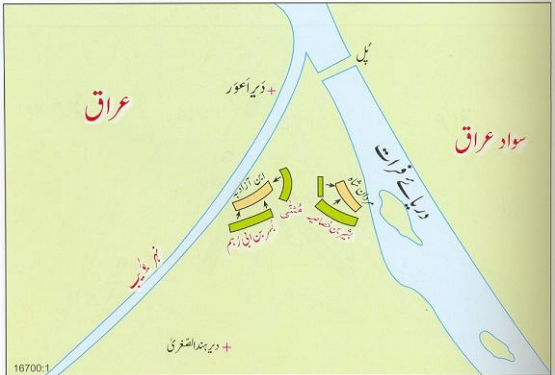
② حضرت مثنّی ﷜ کا جنگی منصوبہ بہت کارآمد ثابت ہوا اور ایرانی ''بوتل کی گردن'' میں اس طرح پھنس گئے کہ ان کے لیے راہِ فرار نہ رہی۔

③ حضرت مثنّی ﷜ نے معرکۂ جسر سے سبق حاصل کیا اور ایرانیوں کو اس کے برعکس اس اقدام پر آمادہ کیا جس سے مسلمان نقصان اٹھا چکے تھے۔ اس طرح یہ جنگ پچھلی جنگ کی تکرار تھی مگر اس میں فاتح اور مفتوح بدل گئے تھے۔

④ مسلمان ایمان والے تھے اور اُن کے جذبے بلند تھے۔

اس جنگ سے حضرت مثنّی ﷜ نے جو سبق حاصل کیا، جنگ کے بعد، اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر مجاہدین سے تبادلۂ خیال کیا۔ یہ انھی کا فیصلہ تھا کہ انھوں نے ایرانیوں کی واپسی کا راستہ مسدود کر دیا تھا اور یہ انھی کا کام تھا کہ انھوں نے مسلمانوں کو مرنے مارنے پر آمادہ کیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جنگ کے شدید نقصانات سے محفوظ رکھا۔

اس جنگ نے مسلمانوں کے لیے سرزمین عراق کے دروازے اس طرح کھول دیے کہ ان کی افواج جنوب سے شمال تک پے بہ پے فتوحات حاصل کرتی چلی گئیں۔

معرکۂ بویب میں ایرانیوں کا مورال بہت گر گیا۔ ادھر ہر سال ان کے میلے (سُوق) منعقد ہوتے تھے۔ بعض میلے گزر چکے تھے جبکہ خنافس اور بغداد کے میلے ابھی منعقد ہونے تھے اور ان کی تاریخیں قریب آ گئی تھیں۔ ان دونوں میلوں میں اموال کی فراوانی ہوتی تھی۔ حضرت مثنّی ﷜ نے
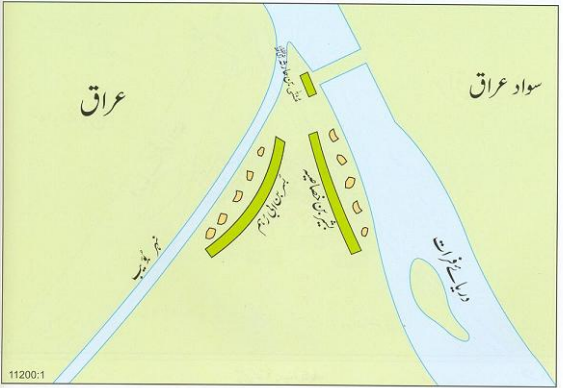
نقشہ 25

معرکۂ بُویب (6)
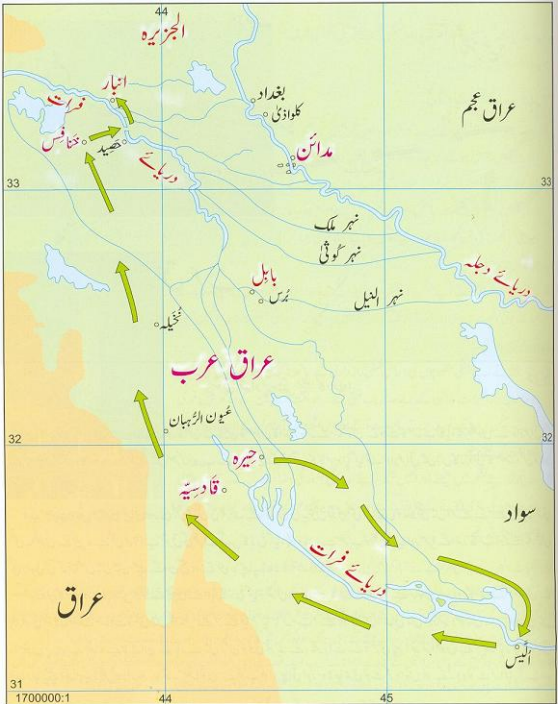
نقشہ 26

سوق خنافس پر مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی یلغار
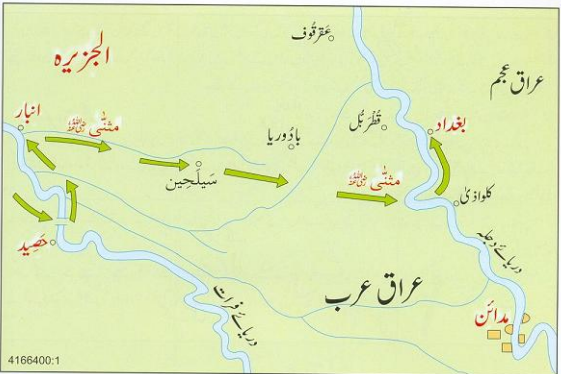
نقشہ 27

سُوق بغداد پر مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا دھاوا

راستوں کا جائزہ لیا اور ان دونوں مقامات اور مدائن کے مابین فاصلوں کا اندازہ کر کے مسافتوں کے وقت کا حساب لگایا، پھر انھوں نے سوادِ عراق[1] کے گردونواح میں وہ فوجی دستے بھیجے جنھیں معرکۂ بویب کے بعد دشمن کے تعاقب کا کام سونپا گیا تھا۔ سوادِ عراق میں اس کارروائی کا مقصد دشمن کو غلط فہمی میں ڈالنا بھی تھا۔

اب حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ بنی شیبان اور بنی عجل قبائل کی طرف نکلے اور ان کی یہ پیش قدمی بھی ایرانیوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کے سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ انھوں نے حیرہ سے نکل کر جنوب مشرق کی طرف اُلَّیس کا رُخ کیا، پھر وہاں سے مغرب کو چل دیے اور صحرا کے اندر غائب ہو گئے، پھر شمال کی راہ لی حتی کہ خنافُس میں عین میلے کے دن صبح ہوتے ہی جا چھاپہ مارا۔ (نقشہ 26)

ایرانیوں کا میلہ لوٹ کر مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے تیزی سے انبار کا رُخ کیا (شوال 13ھ / دسمبر 634ء)۔ انبار سے سامان رسد اور گائیڈ لے کر انھوں نے بغداد کی طرف نصف مسافت، یعنی بیس کلومیٹر طے کر کے قیام کیا تاکہ سب اکٹھے ہو جائیں، کھا پی لیں اور نہا دھو لیں۔ اس دوران میں راستوں پر پہرے بٹھا دیے تاکہ ان کے بارے میں دشمن کو کوئی خبر نہ لگے، پھر رات کے آخری پہر اٹھ کر انھوں نے دجلہ پار کیا اور سوق بغداد جا پہنچے جبکہ سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا۔ مسلمانوں نے خوب تلوار چلائی اور سونا چاندی لوٹ کر واپس ہوئے۔ وہ لوٹ کر انبار آئے اور

[1] سواد: اس سے مراد عراق کا آباد مزروعہ علاقہ ہے۔ اس کا نام سرسبز زرعی فصلوں، کھجوروں اور درختوں کی کثرت کے باعث سواد (سیاہ) رکھ دیا گیا۔ سواد کی حدود طول میں حدیثۃ الموصل سے عبّادان (ایران) تک اور عرض میں عذیب نزد قادسیہ سے حُلوان (ایران) تک ہیں۔ (معجم البلدان: 272/3)
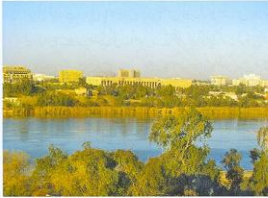
بغداد میں دریائے دجلہ کا ایک منظر

وہاں سے کباث [1]، صفین [2]، قصر شاپور اور مسکن [3] اور قُطربل [4] کی طرف چھاپہ مار کارروائیاں کیں۔

معرکۂ بُویب کے اثرات ونتائج

① یہ چھاپہ مار کارروائیاں فتح بویب کا شاندار اور نفع بخش نتیجہ تھیں۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ اس قابل ہوگئے کہ چار سو کلومیٹر شمال تک دھاوا بول سکیں جبکہ جنوب میں انھوں نے نواحِ سواد تک چھاپے مارے۔ ان سے مسلمانوں کو کثیر مالِ غنیمت حاصل ہوا اور دشمن اس سے محروم ہوگیا۔ اسلامی دستوں کی ان کارروائیوں نے دشمن کا بے پناہ خون بہا کر اسے کمزور کردیا۔

صفین کی مسجد عمار بن یاسر

② مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمن کو منتشر اور پریشان کر دیا اور ایرانی حکمرانوں کی اپنی رعایا کے سامنے کوئی وقعت نہ رہی اور دُور دُور تک لوگوں کو یقین ہوگیا کہ ساسانی سلطنت اب اُنھیں تحفظ فراہم نہیں کرسکتی۔

③ مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے جنگی منصوبوں کی اساس مکمل راز داری کے ساتھ ناگہانی حملوں پر رکھی تھی۔ یوں وہ ساسانی دارالحکومت مدائن کے بے حد قریب پہنچ گئے۔ وہ وقت کے تعین کے ساتھ پیش قدمی کرتے، دشمن پر اچانک ٹوٹ پڑتے، پھر پلٹ آتے اور اس اثناء میں آرام کرتے اور سامان رسد کا بندوبست کر لیتے تھے۔

④ مثنیٰ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں بیٹھتے اور انھیں لیکچر دیتے اور جنگی امور کی وضاحت کرتے۔ یقیناً یہ مثالی جرأت جان کی بازی لگانے کے مترادف ہے اور مثنیٰ جدید مفہوم کے اعتبار سے چھاپہ مار جنگ کا اسلوب اپناتے تھے۔

[1] کباث: الجزیرہ کی یہ بستی بنو تغلب نے آباد کر رکھی تھی۔ (معجم البلدان: 433/4)

[2] صِفّین: شام کا یہ مقام دریائے فرات کے دائیں کنارے پر رقّہ کے بالمقابل واقع ہے۔ یہاں 37ھ/657ء میں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں میں جنگ ہوئی تھی جس کے آخر میں واقعۂ تحکیم پیش آیا۔ اس کے بعد خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کردی (المنجد في الأعلام)۔ یہ رَقّہ اور بالس کے درمیان ایک موضع ہے۔ یہاں صفر 37ھ میں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ ہوئی جس میں 70 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ (معجم البلدان: 414/3)

[3] مَسکِن: یہ دیر الجاثلیق کے پاس نہر دُجیل کے کنارے (اوانا کے قریب) ایک قصبہ ہے جہاں عبدالملک بن مروان اور مصعب بن زبیر میں جنگ ہوئی جس میں مصعب نے شہادت پائی اور یہیں مدفون ہوئے (معجم البلدان: 127/5)۔ نہر دُجیل، بغداد اور تکریت کے مابین دریائے دجلہ سے نکلتی تھی۔ (معجم البلدان: 443/2)

[4] قُطربُل: یہ قصبہ بغداد کے شمال میں بغداد اور عُکبرا کے درمیان واقع ہے۔ (معجم البلدان: 371/4)

⑤ ایرانی قیادت کو اپنی پالیسیوں کے ناقص ہونے کا احساس ہوا تو انھوں نے اتفاق رائے سے یزدگرد سوم کو تاج وتخت پیش کیا اور رستم اور فیروزان سے مدد طلب کی۔ انھوں نے لشکرِ جرار تیار کرنا شروع کیا اور ان کے اکسانے پر اہل سواد نے مسلمانوں سے کیا ہوا عہد توڑ دیا۔

⑥ ایرانیوں کے مقابلے میں مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا آٹھ ہزار کا لشکر بہت کم تھا، لہٰذا انھوں نے صحرا کی طرف پسپائی مناسب جانی، چنانچہ مسلمان پلٹ کر صحرا میں دور دور تک پھیل گئے۔

یہ واقعات ذی قعدہ 13ھ / جنوری 635ء میں پیش آئے۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھ کر انھیں تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ تب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے پیش آمدہ معرکۂ قادسیہ [1] کے لیے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی۔

[1] قادسیہ: یہ کوفہ سے 15 فرسخ پر واقع ہے۔ قادسیہ کا عذیب سے فاصلہ 4 میل ہے۔ مدائنی کے بقول قادسیہ کو پہلے قدیسا کہا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عذیب کے پاس واقع قدیس نامی محل کی نسبت سے قادسیہ رکھا گیا۔ قادسیہ کوفے کے جنوب مغرب میں شاہراہِ حُجاج پر ایک منزل پر تھا۔ صحرا میں داخل ہونے سے پہلے طف (دریا کا کنارہ) کا آخری گاؤں عذیب تھا۔ قادسیہ کے مضافات میں ایک گاؤں قُدَیس (قادس خُرد) تھا۔ شعراء قادسیہ کے گرد ونواح کے سارے علاقے کو القوادس کے نام سے پکارتے تھے۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام حاران جاتے ہوئے قادسیہ سے گزرے۔ یہاں انھیں ایک بڑھیا ملی جس نے آپ کا سر دھویا۔ آپ نے اسے دعا دی کہ تو اس زمین میں مقدّس ٹھہری ہے۔ اسی وجہ سے اس قصبے کا نام قادسیہ پڑ گیا (معجم البلدان: 291/4)۔ قادسیہ، نجف کے جنوب میں واقع ہے۔ ان دنوں قادسیہ عراق کا ایک صوبہ ہے جس کا صدر مقام دیوانیہ ہے (المنجد فی الأعلام)۔ قادسیہ (کے جنوب مغرب) میں نہر العتیق عبور کرنے کے لیے ایک پل بنا ہوا تھا جسے جسر العتیق یا جسر القادسیہ کہتے تھے۔ دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر سامراء سے 8 میل جنوب مشرق میں بھی قادسیہ واقع ہے۔ یہ شاید وہی شہر قاطول ہے جسے ہارون یا معتصم نے سامراء کی بنیاد رکھنے سے پہلے بسایا تھا۔ ان کے علاوہ یاقوت حموی موصل اور اربل کے درمیان واقع قادسیہ نامی دو دیہات اور جزیرہ ابن عمر کے قریب موجود قادسیہ سے بھی آگاہ تھا۔ (ماخوذ از اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-18/1-22) موجودہ قصبہ قادسیہ فرات کی مغربی شاخ کے کنارے ابوصُخیر سے تقریباً 20 کلومیٹر جنوب میں ہے (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 145)
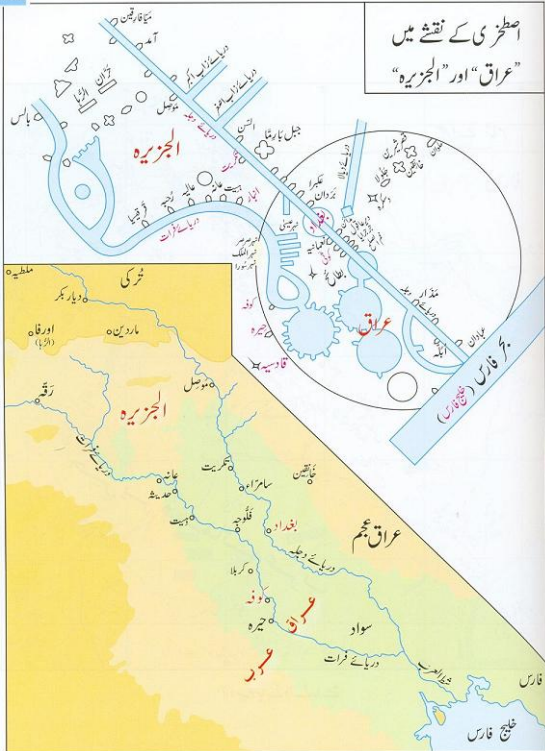
نقشہ 28 عراق اور الجزیرہ
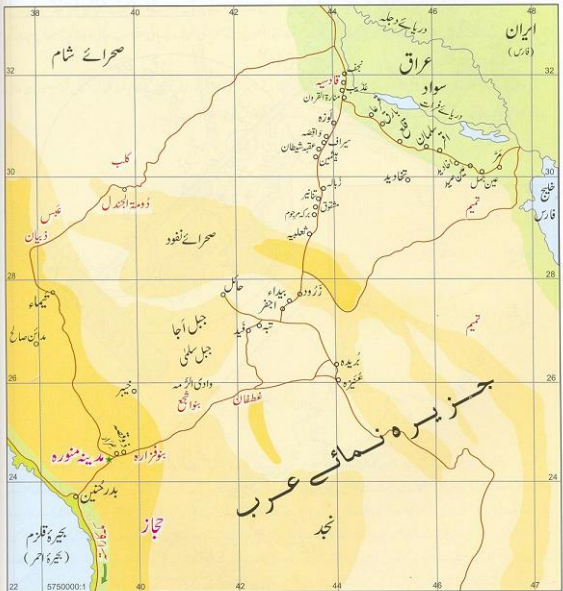
نقشہ 29

قادسیہ کو جانے والے راستے
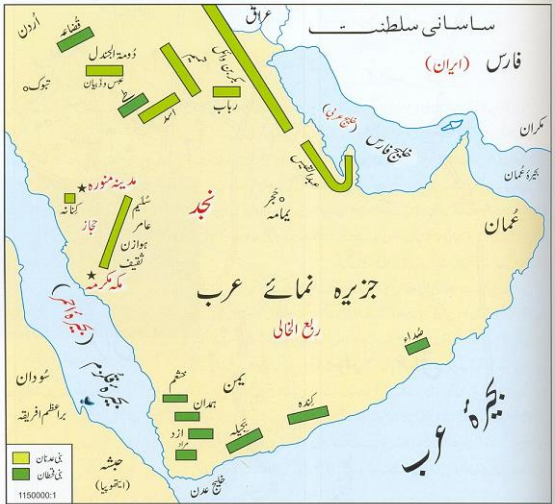
نقشہ 30 جزیرہ نمائے عرب سے قبائل کے لشکروں کی قادسیہ روانگی

نقشہ 32 رستم کی پیش قدمی مدائن سے قادسیہ کی طرف

نقشہ 31 مسلمانوں کی صنّین کی طرف پیش قدمی

حصہ دوم

باب دوم

قادسیہ اور مدائن کے فیصلہ کن معرکے

1

جنگ قادسیہ
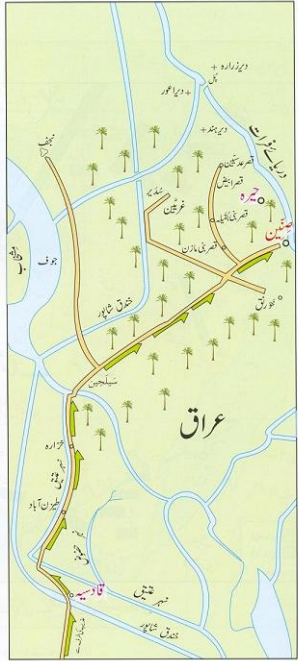
معرکۂ قادسیہ کا آغاز فریقین کی لام بندی، تنظیم اور جنگی تیاریوں سے ہوا۔ مادی و رُوحانی ذرائع اور راستوں کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں اور طرفین کی فوجی قوت اور زمینی احوال کے حوالے سے ممکنہ تدابیر اختیار کر لی گئیں۔

ایرانیوں کی فوج میں 60 ہزار گھڑ سوار، 60 ہزار پیدل، 30 ہاتھی اور 80 ہزاران کے خدمت گزار تھے۔ یوں ایرانیوں کی کل تعداد 2 لاکھ تھی۔ وہ بہترین اسلحے سے لیس تھے۔ سپہ سالار رستم بن فرخ زاد تھا جسے جنگی اور سیاسی حوالے سے ایران میں بہت شہرت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ ہرمزان، جالینوس، بہمن جادویہ، برزان، مہران اور کناری وغیرہ ایرانی دستوں کی کمان کر رہے تھے۔ سلطنت کے داخلی حالات مستحکم تھے کیونکہ انھیں اپنے شہروں کے قریب ہی لڑائی درپیش تھی۔

دربند (الباب) کا قلعہ اور شہر

مسلمانوں کی قیادت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ ان کا مقدمۃ الجیش زُہرہ بن حویہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں قادسیہ پہنچ گیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اسی رات تیس گھڑ سواروں کا دستہ بُکیر بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی سالاری میں حیرہ کی طرف بھیجا۔ انھوں نے سَیْلَحِین کا پل عبور کر کے کھجوروں کے جھنڈ میں گھات لگائی۔ وہاں انھیں حاکم حیرہ آزادبہ کی بیٹی عرس ملی جو والیٔ صِنِّین کی طرف جا رہی تھی۔ بکیر نے اسے حراست میں لے کر اس کے محافظوں کو تتر بتر کر دیا اور اس کے خدم وحشم گرفتار کر لیے اور عُذیب الہجانات کے مقام پر سعد رضی اللہ عنہ سے آ ملے (نقشہ 32)۔ سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر 16 صفر 15ھ / 30 مارچ 636ء کو قادسیہ پہنچ گیا۔

ادھر رستم نے مدائن سے نکل کر ساباط میں ڈیرے ڈالے۔ اس نے فوج کی صف بندی اس طرح کی:

★ مقدمۃ الجیش میں 40 ہزار سپاہی رکھے۔ یہ الباب [1] کا لشکر تھا جس کا سالار جالینوس تھا۔

[1] الباب: اس کے بارے میں یاقوت حموی لکھتے ہیں: باب الابواب کو ''الباب'' اور ''دربند'' یا ''دربند شروان'' بھی کہتے ہیں۔ یہ بُحیرۂ طبرستان (بُحیرۂ خزر) پر واقع ہے۔ یہاں نوشیروان نے پتھر اور سیسے کی دیوار پہاڑوں سے سمندر تک تعمیر کرائی تھی (معجم البلدان 304,303/1)۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ''دربند اور داریال کے درمیان وحشی اقوام کے حملے روکنے کے لیے 50 میل لمبی، 290 فٹ بلند اور 10 فٹ چوڑی دیوار بنائی گئی۔ مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ دان اسی کو سد ذوالقرنین قرار دیتے ہیں۔'' وہ مزید لکھتے ہیں ''ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوار چین ہے، حالانکہ دراصل یہ دیوار قفقاز کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی'' (تفہیم القرآن: 771/3، ضمیمہ: 2)۔ ان دنوں دربند روسی مقبوضہ داغستان کی بندرگاہ ہے جو بُحیرۂ کیسپین (بحیرۂ خزر) کے ساحل پر واقع ہے۔ خلیفہ ہشام (105ھ تا 125ھ) کے بھائی مَسلمہ نے دربند فتح کیا تھا۔ روس نے 1806ء میں دربند پر مستقل تسلط جما لیا۔ داغستان آذربائیجان کے شمال میں ہے۔ دونوں کے درمیان قفقاز (کوہ قاف) واقع ہے۔ (اطلس القرآن (اردو)، ص: 229)

اسلامی لشکرِ قادسیہ میں شامل قحطانی دستے

اسلامی لشکرِ قادسیہ میں شامل عدنانی دستے

کوثی : ابراہیم کی جائے پیدائش
نقشہ 33

- ★ میمنہ میں 30 ہزار فوجی تھے۔ اہواز کا یہ لشکر ہرمزان کے زیرِ قیادت تھا۔
- ★ میسرہ کے 30 ہزار فوجی رَے اور جبال سے آئے تھے اور ان کا سالار مہران بن بہرام تھا۔
- ★ 20 ہزار سپاہی عقب میں رکھے۔ نہاوند اور سیستان کے اس لشکر کی قیادت برزان کر رہا تھا۔
- ★ 80 ہزار سپاہی پورے لشکر کی خدمات بجالانے پر مامور تھے۔

نقشہ 34 سعد رضی اللہ عنہ اور رستم کے لشکر جنگ سے پہلے

رستم پیش قدمی کرنے سے ہچکچا رہا تھا مگر یزدگرد شاہ نے سختی سے اُسے آگے بڑھنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ ساباط سے لاؤ لشکر کے ساتھ نکلا۔ اس نے جالینوس کو ست روی سے حیرہ کے نواح میں پہنچنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ نجف میں آن اُترا۔ خود رستم نے پہلے کوثٰی [1] میں آ کر ڈیرے ڈالے جو کہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے، پھر بابل کے بالمقابل بُرس نامی جگہ قیام کیا (نقشہ 31)۔ وہاں سے ایرانی لشکر چلا تو ملطاط میں آ ٹھہرا جو نجف [2]، خورنق، اور دیراعور کے مابین واقع تھا۔

رستم پیش قدمی کر کے اب نجف پہنچ گیا تھا۔ لشکرِ فارس کے میمنہ پر ہرمزان اور میسرہ پر مہران مامور تھا۔ مقدمۃ الجیش کا سالار جالینوس نجف اور سَیلحِین کے مابین ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ بہمن کا دستہ رستم اور جالینوس کے درمیان تھا اور برزان لشکر کے عقب میں تھا (نقشہ 34)۔ دریں اثناء رستم نے نجف سے پیش قدمی کی اور بہمن کی جگہ پر آن خیمہ زن ہوا جبکہ بہمن آگے جالینوس کے مقام پر چلا آیا اور جالینوس نے مزید آگے طیزن آباد میں آن ڈیرے ڈالے۔ اس کے گھڑ سوار طیزن آباد اور قادسیہ کے مابین پہنچ گئے۔ اس وقت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مختلف سمتوں میں اپنے دستے پھیلا رہے تھے۔

اس دوران میں رستم سَیلحین میں آ مقیم ہوا، جالینوس آگے قادسیہ کے پل کی طرف بڑھا اور زہرہ بن حویہ کے بالمقابل آن رُکا۔ بہمن نے جالینوس کی جگہ لے لی۔ رستم، ہرمزان، مہران اور برزان بہمن جادویہ کی جگہ خرارہ آ پہنچے جبکہ بہمن جادویہ پہلے نہر عتیق [3] پر اور پھر دائیں طرف کا رخ کر کے ''قدیس'' کے بالمقابل آ ٹھہرا جو کہ ایک قلعہ نما مکان تھا جس میں سعد رضی اللہ عنہ مقیم تھے (10 شعبان 15ھ / 17 ستمبر 636ء)۔ اس طرح ایرانی لشکر تسلسل سے آتے رہے اور رستم

[1] کوثٰی: عراق کے قصبہ کوثٰی میں سُمیری عہد کے کھنڈر پائے جاتے ہیں۔ اس کا ذکر تورات میں بھی آیا ہے۔ (المنجد في الأعلام)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کوثٰی میں پیدا ہوئے تھے اور وہیں ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ (معجم البلدان: 488,487/4)

[2] نجف: یہاں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی قبر ہے (معجم البلدان: 271/5)۔ نجف صوبہ کوفہ کا دارالحکومت اور ضلعی صدر مقام ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ 30 ہزار ہے (المنجد في الأعلام)۔ ''نجف، کوفہ کے ساتھ ہی ہے، سات آٹھ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔'' (''عروس البلاد بغداد میں'' از عمر فاروق قدوسی، ص: 115)

[3] نہر العتیق: دریائے فرات کی ایک بڑی شاخ کبھی حیرہ کی جانب بہتی تھی، اسے العتیق، یعنی پُرانا دریا کہتے تھے۔ یہ گزرگاہ شمال مشرق میں القادسیہ اور جنوب مغرب میں العذیب کے درمیان واقع تھی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-21/1 بذیل ''القادسیہ'')

اسلامی لشکر قادسیہ کے دستے اور ان کے کمانڈر

سواد
دریائے فرات
حیرہ
خورنق
قصر بنی مازن
قصر العدسیین
قصر الابیض
قصر بنی بقیلہ
دیر زرارہ
دیر اعور
دیر ہند
سُدیر
غریین
عراق عرب
دریائے فرات
ہرمزان
بیرزان
رستم
جالینوس
خرارہ
نجف
مشخاب
جوف
قادسیہ

نقشہ 35

لشکرِ رستم کی قادسیہ آمد

نقشہ 36

قادسیہ کے میدان میں مسلمان اور ایرانی آمنے سامنے

نہر عتیق

نہر حضوض

بہمن/رستم

برزان

مہران

فیرزان

جالینوس

کندہ

نخع

بجیلہ

اسد

تمیم

بکر بن وائل

قیس عیلان

خندق شاپور

سعد

قادسیہ

سعد ؓ کا مستقر

نقشہ 37

بجیلہ کے دستے پر ایرانیوں کا ہجوم (قادسیہ 2)

نقشہ 38

قبیلہ اسد قبیلہ بجیلہ کا دفاع کرتا ہے (قادسیہ 3)

اُنھیں اُن کی مناسب جگہوں پر تعینات کرتا رہا۔

سعدؓ نے ایرانیوں کو اس وقت تک نہر عتیق کا پل پار کرنے کی اجازت نہیں دی جب تک کہ حفاظتی اقدامات نہیں کر لیے۔ اس دوران میں ایرانیوں نے قدیس کے بالمقابل پہنچ کر رات کے وقت نہر عتیق پاٹ دی حتی کہ صبح ہوگئی اور وہ نہر پار کر آئے، پھر فریقین نے ان مقامات پر صف بندی کر لی جن کی وضاحت نقشہ 36 میں کی گئی ہے۔

معرکہ قادسیہ چار دن اور چند راتیں جاری رہا۔ اس میں 2 لاکھ ایرانیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد 33 ہزار کے لگ بھگ تھی، البتہ وہ ایمانی جذبے، شجاعت اور اعلیٰ تربیت سے بہرہ ور تھے۔

پہلا دن: اَرماث (جمعرات 13 شعبان 15ھ/20 ستمبر 636ء)

رستم نے ہرمزان اور جالینوس کو 13 ہاتھیوں، 26 ہزار گھڑ سواروں اور 26 ہزار پیادوں کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ان کا مقابلہ قبیلہ بجیلہ کے 2 ہزار مجاہدین اور نخع، صداء اور کندہ کے 5 ہزار جوانوں نے کیا۔ لڑائی کا بازار خوب گرم ہوا اور کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ تب سعدؓ نے بنو اسد کو حکم دیا کہ وہ بجیلہ کی مدافعت کریں، چنانچہ انھوں نے جالینوس کے دستے پر ہلہ بول دیا۔ یہ دیکھ کر رستم نے جالینوس اور بہمن جادویہ کی مدد کو 11 ہاتھی اور 44 ہزار جنگجو مزید بھیجے تاکہ بنو اسد کا مقابلہ کریں۔ وہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ (نقشہ 39،38،37)

تب سعدؓ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ رستم کی فوج پر ٹوٹ پڑو، چنانچہ مسلمان اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے دشمن سے دوبدو لڑنے لگے (نقشہ 40)۔ یہ معرکہ ظہر کے وقت شروع ہوا تھا۔ اس دوران میں بنو تمیم جان کی بازی لگا کر ہاتھیوں کو میدانِ جنگ سے نکال باہر کرنے میں

نہر عتیق
نہر حضوض
ایرانی سپہ سالار
رستم
برزان
مہران
بہمن
جالینوس
ہرمزان
خثعم
مراد
کندہ
نخع
بجیلہ
اسد
تمیم
بکر بن وائل
قیس عیلان
خندق شاپور
قادسیہ
سعد بن ابی وقاص
سپہ سالار اسلام
14000:1
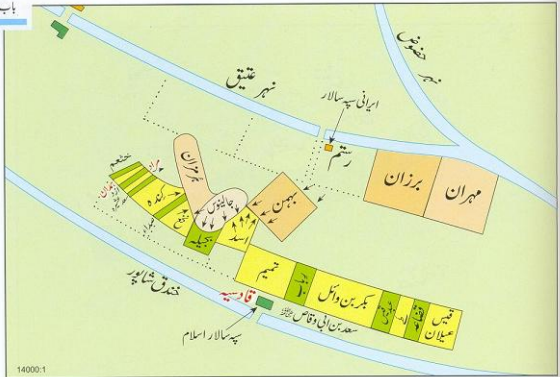
نقشہ 39 بہمن جادویہ کا بنواسد پر حملہ.........قادسیہ (4)

نقشہ 40 یوم ارماث......قادسیہ (5)

نقشہ 41

یوم اغواث..........قادسیہ (6)
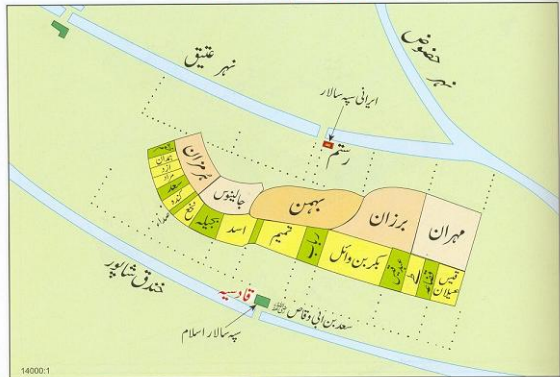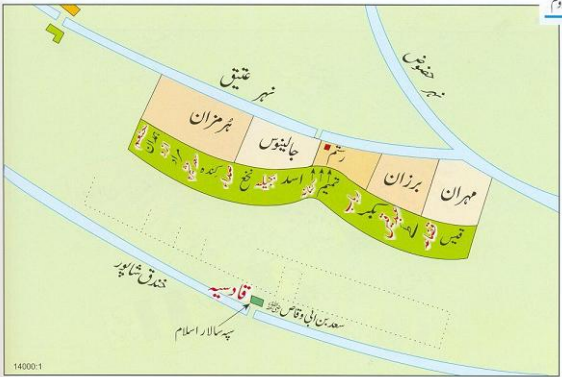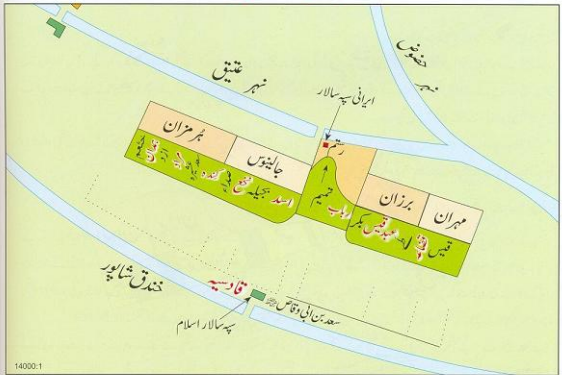
نقشہ 42

یوم عماس......قادسیہ (7) لشکرِ اسلام کا ایرانیوں پر جارحانہ حملہ
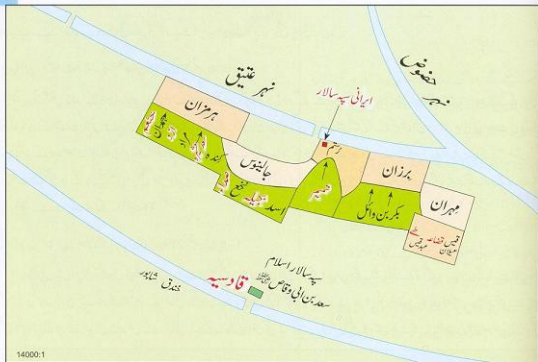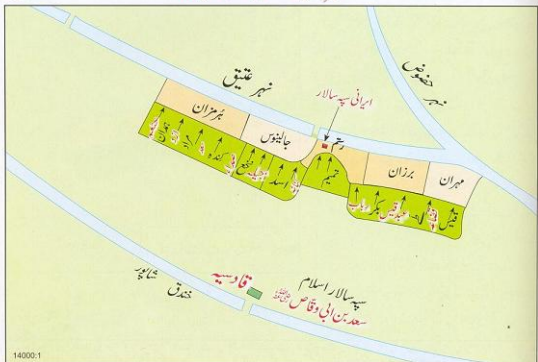
کامیاب رہے۔ عشاء کے بعد لڑائی رک گئی اور رات بھر میدانِ جنگ پر خاموشی چھائی رہی۔

دوسرا دن: اَغواث (جمعہ 14 شعبان 15ھ/21 ستمبر 636ء)

اس روز جیشِ خالد کے 6 ہزار مجاہدین شام سے محاذِ عراق پر پہنچنا شروع ہو گئے تھے جن کے سپہ سالار عتبہ بن ابی وقاص (سعد رضی اللہ عنہ کے بھائی) تھے اور ان کے مقدمۃ الجیش کے سالار قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ اس دن ایرانی ہاتھی میدان میں نہیں آئے کیونکہ ان کی عماریوں کی مرمت کی جا رہی تھی۔ ظہر کے بعد معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ مسلمانوں نے ایرانی قلب پر شدید حملہ کیا اور اُن کے گھوڑوں کے منہ پھیر دیے اور قریب تھا کہ مسلمان رستم کے تخت تک پہنچ جاتے، اتنے میں ایرانی گھڑ سوار پلٹ آئے اور دوبارہ اپنی اپنی پوزیشنوں پر ڈٹ گئے۔ فریقین آدھی رات تک لڑتے رہے، پھر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ (نقشہ 41)

تیسرا دن: عُماس (ہفتہ 15 شعبان 15ھ/22 ستمبر 636ء)

اس دوران میں ایرانی ہاتھیوں کی عماریاں درست ہو چکی تھیں، لہٰذا ہاتھی اس روز پھر میدانِ جنگ میں اُترے۔ انھیں میدانِ جنگ سے نکال باہر کرنے کی ذمہ داری ایک بار پھر بنوتمیم نے اٹھائی۔ انھوں نے ہاتھیوں کی آنکھوں کو نشانہ بنایا اور ان کی سونڈیں کاٹ ڈالیں، چنانچہ ظہر سے پہلے ہاتھی چنگھاڑتے ہوئے میدان سے نکل گئے۔ لڑائی رات تک جاری رہی حتیٰ کہ فریقین اپنی اپنی لشکر گاہ میں پلٹ آئے۔ قعقاع رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی
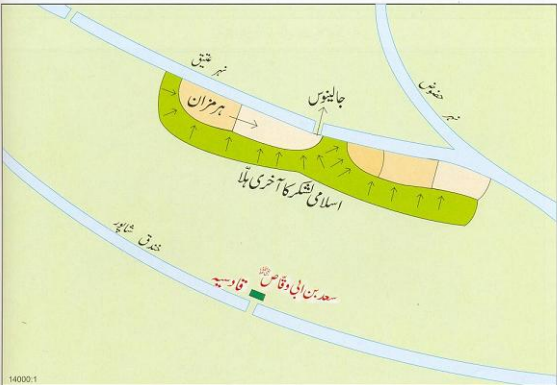
نقشہ 45 معرکۂ قادسیہ کا آخری مرحلہ............ (قادسیہ 10) - رستم قتل اور جالینوس کا اور ہُرمزان کا فرار

نقشہ 46 **معرکۂ قادسیہ کے بعد دشمن کا تعاقب**
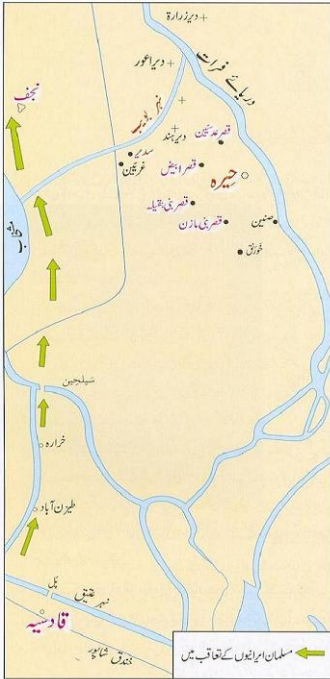
جو تھک چکے تھے، وہ بھی لوٹ آئے۔ یہ لیلۃ الھریر تھی۔ اس میں تلواروں کی جھنکار کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ (نقشہ 42)

چوتھا دن: یوم القادسیہ (اتوار 16 شعبان 15ھ / 23 ستمبر 636ء)

لڑائی شروع ہوتے ہی قعقاع رضی اللہ عنہ نے نیزہ اوپر اٹھایا اور رستم کی طرف سیدھا کر لیا۔ انھوں نے کمال ہمت دکھائی اور رستم کی سیدھ میں ایرانی صفوں میں گھستے چلے گئے (نقشہ 44،43)۔ ظہر کے وقت ہرمزان کا دستہ نہر عتیق تک پیچھے ہٹ گیا اور بزان نے بھی ایسا ہی کیا۔ اتنے میں تیز ہوا چلی جس نے رستم کا سائبان اکھاڑ دیا اور وہ ہوا کے ساتھ نہر عتیق میں جا گرا۔ اس دوران میں رستم کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ مسلمان دشمن کو رگیدتے ہوئے نہر عتیق تک جا پہنچے اور ایرانی لشکر میں گھس کر اُسے دو حصوں میں بانٹ دیا (نقشہ 45)۔ جالینوس بھی اسی طرح نہر کا پاٹ عبور کر کے پسپا ہوگیا جیسے ہرمزان نے کیا تھا۔ اب ایرانیوں کے میسرہ کے لیے پسپائی محال تھی، چنانچہ مسلمانوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیے اور بے شمار ایرانی نہر عتیق میں غرق ہوگئے۔ عصر سے پہلے کام تمام ہوگیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کچھ دستے ایرانیوں کے تعاقب میں بھیجے جنھوں نے نجف تک ان کا پیچھا کیا (نقشہ 46)۔ اس دوران میں جالینوس تعاقب کرنے والے مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوگیا اور ہرمزان نے راہِ فرار اختیار کی۔

یوم ارماث اور یوم اغواث کو اڑھائی ہزار مسلمانوں نے شہادت پائی اور لیلۃ الھریر اور یوم القادسیہ کو بھی اڑھائی ہزار شہید ہوئے، نیز یوم عُماس کے شہدائے اسلام کی تعداد ساڑھے تین ہزار تھی جبکہ صرف آخری دو دنوں اور لیلۃ الھریر کے ایرانی مقتولین 10 ہزار تھے۔ ادھر تیس ہزار ایرانی نہر عتیق میں غرق ہوئے یا اس سے پہلے مارے گئے۔ مسلمانوں نے رات کو محفل مشاعرہ منعقد کی اور خوشی کا اظہار کیا۔ اس دوران میں سعد رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام قادسیہ کی فتح کا مکتوب روانہ کر دیا۔

2

معرکۂ قادسیہ کے اہم پہلو

① میدانِ قادسیہ کی جائے وقوع بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ یہ حدودِ صحرا پر واقع تھا اور پاس ہی ارض سواد تھی جسے نہروں کے پانی اور زرعی فصلوں نے سرسبز و شاداب بنا رکھا تھا۔ جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے خلاف پلٹتا تو وہ صحرا کی طرف پسپا ہو سکتے تھے تا کہ جنگی چال چل سکیں یا اپنے لشکر سے جا ملیں حتیٰ کہ ان کے لیے جوابی حملہ ممکن ہو۔ اور اگر جنگ کا پانسہ ایرانیوں کے خلاف پلٹتا تو ان کے پیچھے آبی دلدلیں تھیں جہاں ان کے لیے نقل و حرکت دشوار تھی۔

② یہ میدانِ جنگ خندق شاپور [1] اور نہر عتیق کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ اس کے دائیں طرف اور شمال میں پانی کے دھارے تھے۔ مسلمانوں نے پیش قدمی کر کے حصن قدیس پر قبضہ کر لیا تھا جہاں ان کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ مسلمان اس زمینی پٹی پر قابض ہو کر اپنی ضروریات حسبِ خواہش پوری کر سکتے تھے اور انھوں نے ایرانیوں کے لیے تنگ سی جگہ چھوڑی تھی جس سے ان کی عددی برتری بے فائدہ ہو کے رہ گئی تھی۔ اس تنگ محاذ پر ایرانیوں کے لشکرِ جرار کے لیے آسانی سے نقل و حرکت ممکن نہیں تھی، پھر اس جگہ سورج ایرانیوں کے سامنے تھا اور ہوا کا رُخ بھی ان کے مخالف تھا۔

③ رستم نے جنگ سے پہلے مسلمانوں کو اس پوزیشن سے ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن سعد رضی اللہ عنہ دشمن کے اس ارادے سے بخوبی آگاہ تھے۔ انھوں نے سواد کے علاقے میں ایرانی لشکر کے خلاف چھاپہ مار کارروائیاں کر کے رستم کو اپنے سامنے آنے پر مجبور کر دیا یہاں تک کہ اس کے ساتھی چیخ اُٹھے مگر ان کے لیے کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ یوں معرکۂ قادسیہ میں مسلمانوں کی کامیابی ایک سوچی سمجھی جنگی اسکیم کا نتیجہ تھی۔

④ مسلمان مجاہدین اعلیٰ جسمانی و تربیتی صلاحیتیں رکھتے تھے۔ فتنۂ ارتداد اور عراق میں اوّلین لڑائیوں سے انھیں جو تجربہ حاصل ہوا تھا وہ اس معرکے میں کام آیا تھا۔

⑤ مسلمانوں کا ایمان پختہ تھا اور وہ ہر آن شہادت کی طلب رکھتے تھے جیسے کہ ایک روایت میں ہے کہ عساکرِ اسلام میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو لوٹ کر اپنے اہل و عیال کے پاس جانا چاہتا ہو۔ انھیں اس آیت قرآنی پر پورا پورا یقین تھا:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللهِ ﴾

”کتنے ہی قلیل گروہ اللہ کے حکم سے کثیر گروہوں پر غالب آئے۔“ (البقرة 2:249)

[1] خندق شاپور: یہ خندق شاہ فارس شاپور (عربی میں ”سابور“) سے منسوب تھی۔ تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں شاپور نام کے تین حکمران ہوئے۔ یہ خندق غالبًا شاپور اول (240ء تا 271ء) نے کھدوائی تھی۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 129,128/2)

3

دَرَفْش کاویانی

یہ اہلِ فارس کا معروف جھنڈا تھا جو سلطنت ساسانیہ کے آغاز سے سرکاری جھنڈا چلا آ رہا تھا۔ اس کی چوڑائی 8 ذراع اور لمبائی 12 ذراع تھی۔ گویا اس کا پھیلاؤ تقریباً چار ضرب چھ میٹر تھا۔

فارس (ایران) کے ساسانی بادشاہوں کا پرچم ''درفش کاویانی''

بلعمی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ایرانی تمام جنگوں میں کامیاب رہے تھے جن میں دَرَفْش کاویانی لہرا رہا ہوتا تھا۔ یہ پرچم معرکۂ جسر میں بہمن جادوَیہ کے پاس بھی تھا۔ وہ لوگ ہر فتح کے بعد اس پر جواہر نچھاور کرتے تھے۔ اسے سونے، چاندی، جواہرات اور موتیوں سے سجایا جاتا تھا۔ انھوں نے علمِ نجوم کے حساب سے اس پر ایک طلسم بھی نقش کر رکھا تھا۔ وہ لوگ اس سے برکت حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے تھے اور مبالغے کے ساتھ اس کی خوبیاں بیان کی جاتی تھیں حتی کہ اس نایاب اور اچھوتے جھنڈے کے لیے پانچ موبدان (مجوسی پروہت) مقرر تھے جو اسے اٹھائے لشکر کے آگے آگے چلتے تھے۔

فردوسی طوسی لکھتا ہے: ''اس پرچم پر سورج کی بنفشی رنگ کی شبیہ تھی جس کے اوپر سنہری چاند نمایاں تھا۔'' اور مسعودی کہتے ہیں: ''قادسیہ کے دن وہ (دَرَفْش کاویانی) ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ لگا۔'' لیکن ثعالبی کا کہنا ہے کہ یہ جھنڈا قبیلہ نخع کے ایک آدمی نے اُٹھایا تھا، پھر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اُسے شاہ یزدگرد کی اشیائے گراں مایہ کے ساتھ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ لے آئے تھے۔

دَرَفْش کاویانی کا شمار عجائب کسریٰ میں ہوتا تھا جو قصر مدائن سے حاصل ہوئے تھے۔ ان میں یزدگرد کی ملکہ شیریں، بادشاہ کا سیاہ گھوڑا شبدیز، اس کا سفید ہاتھی اور کسریٰ کا ''بہار'' نامی فرش شامل تھے جو نوے گز لمبا اور دس گز چوڑا تھا۔ اس میں پھول پتیاں، درخت، نہریں، تصویریں اور غنچے سب سونے، چاندی اور جواہرات سے بنائے گئے تھے اور موسم بہار گزر نے پر اس کی یاد میں اس فرش پر بیٹھ کر بادشاہ اور اعیان حکومت شراب نوشی کرتے تھے۔ [1]

[1] دَرَفْش کاویانی: ''کاوہ'' لوہار کا بنایا ہوا جھنڈا تھا جس کے باعث مبینہ طور پر فریدوں (ظالم بادشاہ) نے ضحاک پر فتح حاصل کی تھی۔
(حسن اللغات (فارسی)، ص:383)

4

قادسیہ سے مدائن تک

فتح قادسیہ کے بعد سپہ سالارِ اعلیٰ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے زُہرہ بن حویہ کی قیادت میں مقدمۃ الجیش حیرہ اور کوفہ کی طرف بھیجا جہاں نخرجان [1] کے زیرِ کمان ایک ایرانی لشکر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ نخرجان نے راہِ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت جانی۔ پھر لشکرِ اسلام نے پیش قدمی کی۔ اس کے میمنہ کے سالار عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ تھے جبکہ شرحبیل بن سمط ان کے پیچھے میسرہ کی قیادت کر رہے تھے۔ پھر سپہ سالار ہاشم بن عتبہ تھے جنھیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا نائب بنایا تھا۔ آخر میں عقب کے سالار خالد بن عُرفطہ رضی اللہ عنہ تھے (شوال 15ھ / نومبر 636ء)۔ اسلامی لشکر ایرانیوں کا مالِ غنیمت ملنے کے بعد اب تمام تر گھڑ سواروں پر مشتمل تھا۔

عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ نے کوفہ جا کر قیام کیا اور زہرہ نے ''بُرس'' پہنچ کر دشمن کی ایک جمعیت کو شکست دی جس کی قیادت بُصبہری کر رہا تھا۔ ایرانی بابل کی طرف فرار ہو گئے۔ زہرہ نے وہاں تک ان کا پیچھا کیا جہاں نخرجان، بُصبہری، مہران اور ہرمزان وغیرہ اکٹھے ہو چکے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ''بُرس'' کی طرف پیش قدمی کی، پھر تمام اسلامی لشکر بابل کی جانب بڑھا اور ایرانی دیکھتے دیکھتے تتر بتر ہو گئے۔ (نقشہ 47)

اس دوران میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو ایک دستے کے ساتھ اُبلہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ ایرانیوں کو مصروف رکھیں اور ان کی جنگی کوششوں میں رکاوٹ ڈالیں۔ اتنے میں ہرمزان پیچھے ہٹ کر اپنے وطن اہواز چلا گیا، فرزان نے اپنے مستقر نہاوند [2] کی راہ لی اور نخرجان اور مہران پسپا ہو کر مدائن میں ڈٹ گئے۔ وہ شہریار کو ایک بڑی فوج کے ساتھ پیچھے چھوڑ گئے جس میں الباب (دربند، آذربائیجان) کے لشکر شامل تھے۔ ہرمزان کے باقی دستے کُوثیٰ اور دَیرکعب کے درمیان خیمہ زن تھے۔

[1] **نخرجان (نخارجان):** پسپا ہوتے ایرانیوں کے خلاف لڑائیوں کے دوران میں نخارجان (صحیح نخوریگان) کا خزانہ بھی عربوں کے ہاتھ آ گیا جو عورتوں کے نہایت قیمتی زیورات پر مشتمل تھا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-21/1)

[2] **نہاوند:** ایران کا یہ شہر کرمانشاہ (موجودہ باختران) کے مشرق میں واقع ہے۔ آبادی 25 ہزار ہے (المنجد في الأعلام)۔ نہاوند صوبہ ہمدان میں اس کے دارالحکومت ہمدان سے تقریباً 70 کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔ نہاوند کے جنوب مشرق میں تقریباً 40 کلومیٹر دور مشہور شہر بُروجرد واقع ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ، ص: 148) نہاوند کرمان شاہ سے اصفہان جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ بقول ابن فقیہ یہ شہر طوفان نوح سے پہلے موجود تھا۔ بطلیموس اس شہر سے واقف تھا۔ ساسانی دور میں یہاں ایک آتشکدہ بھی تھا۔ عہد فاروقی میں جنگ نہاوند کی تاریخ کے بارے میں مختلف بیانات ملتے ہیں، یعنی سیف بن عمر: اواخر 18ھ / 639ء یا اوائل 19ھ (640ء) اور ابن اسحٰق، ابومعشر، واقدی اور کیتانی (Caetani) 21ھ / 643ء۔ نہاوند کا علاقہ پہلے بہراذان (بہذان) یا ماہِ دینار کہلاتا تھا۔ بالآخر اسے بصریوں کے مقبوضات میں شامل کر دیا گیا۔ 998ھ / 1589ء میں عہد عباس اول صفوی میں یہاں چغالہ زادہ نے ایک قلعہ تعمیر کیا (پھر اس پر عثمانی قابض ہو گئے۔) خلیفہ مراد رابع کے انتقال کے بعد نہاوند کی قلعہ دار فوج میں بغاوت ہو گئی اور عثمانیوں کو یہاں سے نکال دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں 1012ھ / 1603ء میں ترکیہ سے دوبارہ لڑائی چھڑ گئی۔ 1146ھ / 1730ء میں نادر شاہ نے ترکوں سے نہاوند ایک بار پھر چھین لیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 528/22)

نقشہ 47
لشکر اسلام کی مدائن پر یلغار
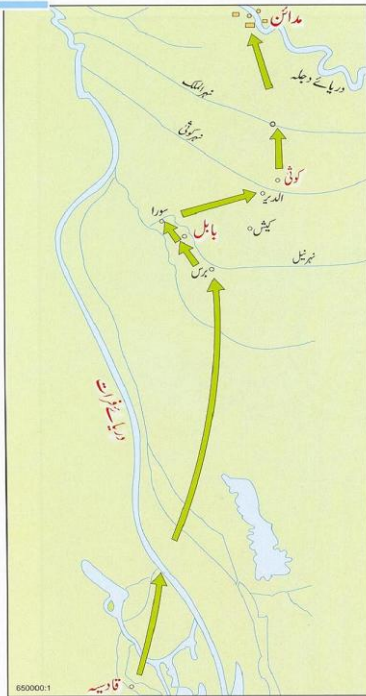
زہرہ بن حویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے نہر صراۃ عبور کر کے دشمن پر دھاوا بول دیا۔ زبردست لڑائی میں شہریار بنو تمیم کے غلام نائل کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کی فوج بھاگ نکلی۔ مسلمانوں نے بہرسیر [1] کی طرف پیش قدمی کی تو ساباط والوں نے ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ زہرہ نے ساباط کے نواح میں بوران کے زیر کمان شاہی محافظ دستے کو شکست دی۔ ادھر ایرانیوں نے مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے بستانِ کسریٰ سے ایک پالتو شیر مسلمانوں کی طرف چھوڑا جسے سعد رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تلوار سے مار ڈالا، پھر لشکر اسلام نے بہرسیر کی طرف کوچ کیا اور اس کی فصیل کے سامنے جا پڑاؤ ڈالا۔ بہرسیر، مدائن کی سات بستیوں میں سے ایک تھا اور یہ دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔

[1] بہرسیر: عربی میں اسے بَهُرَسِیر کہا جاتا ہے۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں: ''یہ اُن سات بستیوں میں سے ایک ہے جن کے مجموعے کا نام مدائن ہے۔ یہ دِہ اَرْد شیر یا بہ اَرْدشیر کا معرب ہے جس کے معنی ہیں: ''اردشیر کا گاؤں'' یا ''اردشیر کا بہترین شہر''۔ (معجم البلدان: 515/1)
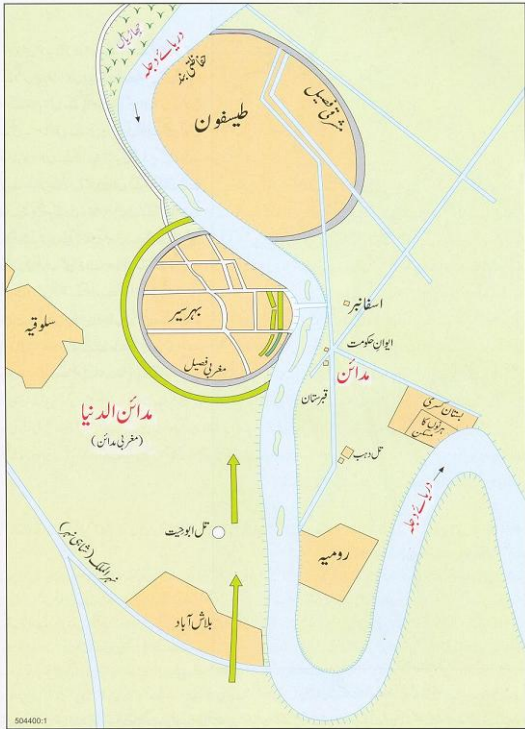
نقشہ 48

مسلمانوں کے ہاتھوں بہرسیر (مغربی مدائن) کی فتح
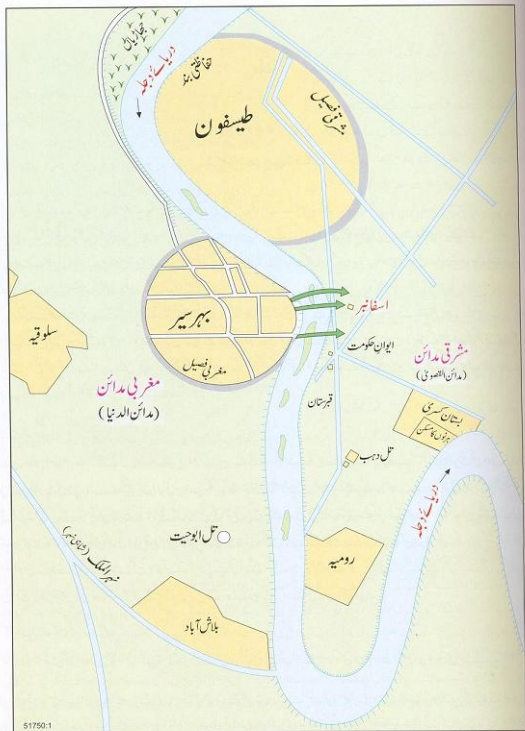
نقشہ 49 دجلہ پار اسفانبر اور طیسفون (مشرقی مدائن) پر یلغار

5

سقوطِ مدائن

(صفر 16ھ / مارچ 637ء)

مدائن ایک بڑے شہر کا عربی نام تھا۔ یہ جن سات بستیوں پر مشتمل تھا، ان کے نام یہ تھے:
دجلہ کے مشرقی ساحل پر طیسفون، اسفانبر (شاہی محلات) اور رومیہ آباد تھے۔ انھیں مدائن القصوی (پرے والا مدائن) کہتے تھے۔
دجلہ کے مغربی کنارے پر بہرسیر، بلاس آباد، سلوقیہ [1] اور ساباط نامی بستیاں تھیں۔ انھیں مدائن الدنیا (قریبی مدائن) کہا جاتا تھا۔ دریا کے دونوں کناروں پر یہ بستیاں متصل یا قریب قریب واقع تھیں۔
عراق کے محکمۂ آثارِ قدیمہ کے تیار کردہ قدیم نقشے میں بہرسیر کو دجلہ کے جنوبی کنارے پر رومیہ اور اسفانبر کے بالمقابل دریا کے موڑ کے اندر دکھایا گیا ہے۔ لیکن مجلّہ "سومر" شمارہ 27 (1971ء) میں درج ہے کہ آثارِ قدیمہ کی کھدائی سے ثابت ہوا ہے کہ بہرسیر دجلہ کے مغرب کی طرف مدوّر فصیل کے اندر واقع تھا جس کے بارے میں پہلے خیال تھا کہ یہ سلوقیہ کے گرد اگرد تھی جبکہ سلوقیہ کی جائے وقوع بہرسیر کے مغرب کی طرف بتائی جاتی ہے۔ ہم نے 48 اور 49 نمبر نقشوں میں یہی دکھایا ہے۔

بہرسیر کی فتح

سپہ سالارِ اسلام سعد رضی اللہ عنہ نے بیس منجنیقیں بنوا کر بہرسیر کے اردگرد نصب کرا دیں۔ ان کے ذریعے سے فصیل پر سنگباری کی جاتی رہی اور یہ محاصرہ دو ماہ جاری رہا۔ اس کے نتیجے میں ایرانی دجلہ پار کر کے اسفانبر اور طیسفون کی طرف چلے گئے۔ انھوں نے دریا کا پل جلا دیا اور تمام کشتیاں اپنی طرف جمع کر لیں۔ مسلمان رات کی تاریکی میں بہرسیر کی فصیل پر چڑھے اور شہر کی گلیوں میں سے گزرتے ہوئے دریا تک جا پہنچے جہاں سامنے شاہانِ فارس کا مستقر اسفانبر دکھائی دیتا تھا (صفر 16ھ / مارچ 637ء)۔ انھیں رات کے اندھیرے میں ایوانِ کسریٰ کا سفید بلند و بالا گنبد نظر آتا تھا۔ مسلمانوں نے اسے دیکھ کر نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے شروع کیے حتی کہ صبح ہو گئی۔ یزدگرد شاہ نے گھبرا کر اپنے خزانے پیچھے منتقل کرنے شروع کر دیے۔ اس وقت دجلہ طغیانی میں تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے گھوڑوں پر تیرتے ہوئے دجلہ عبور کرنے کی تدبیر اختیار کی۔

مسلمان دجلہ عبور کرتے ہیں

600 مسلمان گھڑسواروں کا دستہ کَتِیبَةُ الأَهوَال نیزوں کی اَنیاں بلند کیے آگے بڑھا، ان کی قیادت عاصم بن عمرو تمیمی کر رہے تھے۔ اِدھر سے

[1] سلوقیہ یا سلیوکیہ: سلیوکی بادشاہوں نے اس نام کے کئی شہر بسائے جن میں سب سے مشہور شہر (سلیوکیہ) دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے جسے سلیوکس اول (جانشینِ سکندرِ اعظم) نے آباد کر کے مملکت سوریا کا دارالحکومت بنایا تھا اگرچہ بعد میں اس نے انطاکیہ کو دارالحکومت بنالیا۔ 140 ق م میں اس پر پارتھی (قدیم پارسی) قابض ہو گئے۔ بعد میں سلوقیہ اور ٹیسی فون کے کھنڈروں پر مدائن آباد ہوا۔ (المنجد في الأعلام)

دشمن کے ساحلی محافظین نے پیش قدمی کی اور دجلہ کے اندر ان کی مسلمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ مسلمانوں نے ان کے گھوڑوں کو نیزوں سے کچوکے دے کر ان کے منہ پھیر دیے اور وہ سواروں سمیت اسفانبر کی طرف پلٹ گئے۔ مسلمانوں نے دریا کے اونچے کنارے پر چڑھ کر ایرانیوں پر بے پناہ تیراندازی کی۔ اکثر ایرانی مارے گئے۔ اس دوران میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا پورا لشکر گھوڑوں کی پشت پر دریا میں اُتر گیا۔ مسلمانوں کا چھ سو مجاہدوں پر مشتمل ہراول دستہ آگے آگے تھا جس کی قیادت قعقاع بن عمرو تمیمی کر رہے تھے۔ اس دستے کا نام "خرساء" [1] تھا۔ دریا پار کرتے مجاہدینِ اسلام سے دجلہ بھر گیا اور اس کا پانی چھپ گیا۔ دیکھتے دیکھتے وہ دریا پار کر کے عاصم بن عمرو کے دستے سے جا ملے جبکہ دریا کی طغیانی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

"دیواں آمدند!": عبورِ دجلہ کا حیرت انگیز واقعہ

بہر سیر اور مدائن کے درمیان دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے مسلمانوں کو مدائن پر حملے سے روکنے کے لیے دجلہ کا پل توڑ کر کشتیاں روک لی تھیں، اس لیے جب مسلمان دجلہ کے کنارے پہنچے تو اسے عبور کرنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اللہ کا نام لے کر دجلہ میں گھوڑا ڈال دیا۔ انھیں دیکھ کر پوری فوج دجلہ میں اتر گئی اور نہایت اطمینان سے باتیں کرتی ہوئی پار پہنچ گئی۔ ایرانی دور سے یہ حیرت انگیز منظر دیکھتے تھے اور متحیر تھے۔ جب مسلمان کنارے پر پہنچ گئے تو متحیر ایرانی "دیواں آمدند، دیواں آمدند" (دیو آگئے! دیو آگئے!) کہتے ہوئے بھاگ نکلے۔ ایک افسر خرزاد نے معمولی مزاحمت کی مگر مسلمانوں نے اسے مغلوب کر لیا۔ یزدگرد پایۂ تخت چھوڑ کر بھاگ گیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صفر 16ھ میں مدائن میں داخل ہو گئے۔" (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی حصہ اول / دوم، ص: 153، 154)

علامہ اقبال نے مشہور نظم "شکوہ" میں جو شعر کہا

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اس کے پہلے مصرع میں عبورِ دجلہ کے اس حیرت انگیز واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ایوانِ کسریٰ کا سقوط

ان حالات میں کسریٰ یزدگرد شاہ پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت حلوان [2] کی طرف فرار ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس طرح اچانک دریا پار کر لیا تھا کہ ایرانیوں کو اس کی توقع ہی نہ تھی، لہٰذا وہ فرار ہوتے وقت اپنے بیشتر اموال پیچھے چھوڑ گئے۔ اسلامی لشکر مدائن کی خالی گلیوں اور بازاروں میں سے پیش قدمی کرتے ہوئے قصرِ ابیض پہنچ گیا۔ وہیں ایوانِ کسریٰ تھا جس کے بارے میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں فتح ہونے کی خبر دی تھی۔ سعد رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ لڑائی میں قصرِ ابیض تباہ و برباد ہو جائے، لہٰذا انھوں نے محصورین کو تین دن کی مہلت دی حتی کہ وہ ادائے جزیہ پر

[1] "خرساء" اَخرس کا مؤنث ہے جس کے معنی ہیں: "گونگا"۔ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی (متوفی 817ھ) لکھتے ہیں: "اس دستے کو خرساء اس لیے کہا گیا کہ یہ باوقار انداز سے جنگ لڑتے تھے، چنانچہ ان کی کوئی آواز نہیں سنی جاتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دستے میں سپاہیوں کے پاس زیادہ تر ڈھالیں ہوا کرتی تھیں اور ہتھیار اکا دکا ہی تھے، چنانچہ ان کی طرف سے ہتھیاروں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی تھی، اس لیے ان کو خرساء کا نام دیا گیا۔" (القاموس المحیط، مادۃ: خرس)

[2] حلوان: عراق کا ایک شہر ہے۔ بغداد کی طرف سے جائیں تو یہ حدودِ سواد کے آخر میں آتا ہے جو کہ صوبہ جبال سے متصل ہے۔ مصر میں اور نیشاپور کے پاس بھی اس نام کے شہر واقع ہیں (معجم البلدان: 290/2، ومعجم ما استعجم: 62/2)۔ آج کل حلوان ایران میں واقع ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق بہت قدیم شہر حلوان کوہستان زاگروس میں عقبۂ حلوان پر واقع ہے اور اب بالکل غیر آباد ہے۔ شہر کی جائے وقوع سرِ پل شہر کے جنوب میں "حلوان چائے" نامی ندی کے بائیں کنارے پر ہے۔ خلمانو (Khalmanu) کے نام سے یہ آشوری دور میں بھی موجود تھا۔ 437ھ/1046ء میں سلجوقیوں نے ابراہیم اینال کی سرکردگی میں حلوان کو جلا دیا۔ چند سال بعد زلزلے سے بھی اسے نقصان پہنچا۔ حلوان کا انجیر "شاہ انجیر" کہلاتا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 551،550/8)

رضا مند ہو گئے ۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ مسلمان قصر ابیض میں داخل ہوئے اور اس فتح مبین پر اللہ کے حضور میں نمازِ شکرانہ ادا کی ۔ اس وقت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ آیات تلاوت کیں:

﴿ كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَٰكِهِينَ ۝ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَٰهَا قَوْمًا ءَاخَرِينَ ۝ ﴾

''وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے، اور کھیتیاں اور شاندار محل، اور آرام کی چیزیں جن میں وہ عیش کر رہے تھے۔ اس طرح ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا۔''[1]

اسی قصر ابیض میں خسرو پرویز دوم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک چاک کیا تھا اور پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق یہیں قتل ہوا تھا، اور یہیں یزدگرد سوم اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قاصدوں کے مابین مکالمہ ہوا تھا۔ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا:

﴿ قُلِ اللَّهُمَّ مَٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ﴾

''کہہ دیجیے: اے اللہ! اے تمام بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے، اور تو ہی جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں۔ بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''[2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہیں ایک سلام سے نمازِ فتح کی آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ یہ جمعے کا دن تھا۔ قصرِ ابیض میں جس جگہ کسریٰ کا تخت تھا، وہیں منبر رکھا گیا اور اسی قصر میں نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو اس سرزمین میں ادا کیا گیا۔ اس روز صفر 16ھ کی 26 اور مارچ 637ء کی 29 تاریخ تھی۔

1 الدخان 44:25-28.

2 ال عمران 3:26.
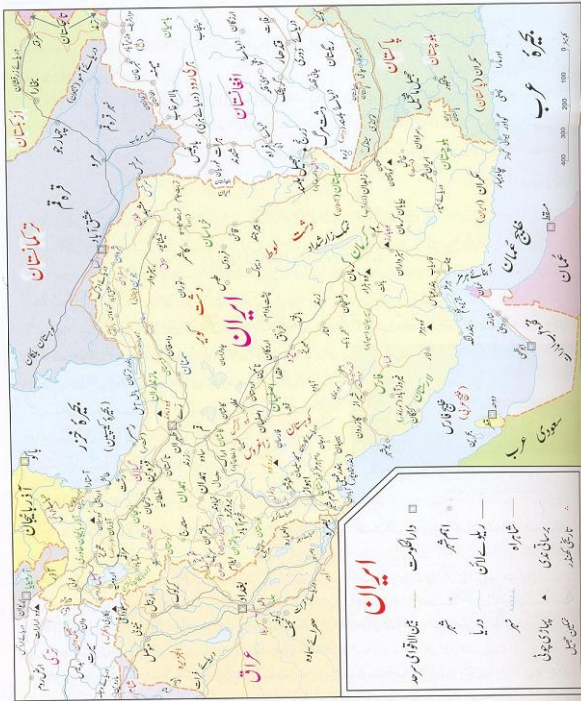
مسلمان بلادِ فارس میں داخل ہوتے ہیں

1

معرکۂ جَلُولاء

(اول ذی قعدہ 16ھ/24 نومبر 637ء)

اہلِ فارس کا نیا اجتماع

مدائن اور ہمدان [1] کے درمیان حربی شاہراہ تھی جو جلولاء [2] اور حلوان سے گزرتی تھی جبکہ یزدگرد نے سقوطِ مدائن کے بعد حلوان کو عارضی دارالحکومت بنا لیا تھا۔ جلولاء، مدائن سے 150 کلومیٹر شمال مشرق میں تھا اور مہران بن بہرام رازی یہیں پڑاؤ ڈالے ہوا تھا۔ اس نے قلعہ بند ہو کر خندقیں کھدوا رکھی تھیں۔ مدائن سے پسپا ہونے والا لشکر اور الباب، آذربائیجان اور کوہستان (جبال) اور اہواز کے مشرق میں واقع اندرون فارس کے علاقوں سے آنے والے امدادی لشکر اس کے زیر کمان جمع ہو چکے تھے۔ یوں ایرانیوں کو ہر روز نئی کمک پہنچتی رہی تھی۔

ہمدان (ایران) کا خوبصورت نظارہ

ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ جنگ کی کمان کرتے ہیں

سپہ سالار سعد رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 12 ہزار مجاہدین روانہ کیے۔ مقدمۃ الجیش کی قیادت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔

[1] **ہمدان:** ایران کا یہ شہر طہران کے جنوب مغرب میں (کوہ الوند کے دامن میں) واقع ہے۔ مملکت ماد (میڈیا) کے عہد (قبل مسیح) میں یہ اکبتانہ کہلاتا تھا۔ یہاں سلجوقی دور کے آثار ملتے ہیں۔ اس کی آبادی ایک لاکھ 75 ہزار ہے (المنجد في الأعلام)۔ یہ صوبہ ہمدان کا دارالحکومت ہے۔ منگولوں (تاتاریوں) نے 617ھ/1220ء میں ہمدان کو تاخت و تاراج کیا۔ 1789ء میں محمد خاں قاچار نے قلعہ ہمدان مسمار کرا دیا اور اس کے کھنڈر، جواب المصلیٰ کہلاتے ہیں، بیرون شہر موجود ہیں۔ یہاں مشہور طبیب بوعلی سینا کا مقبرہ بھی ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 167,166/23)

[2] **جلُولاء:** عراق کا یہ شہر خانقین کے جنوب میں دجلۃ الایمن (دریائے دیالا) کے کنارے واقع ہے۔ ان دنوں اسے قزل رُباط کہتے ہیں (المنجد في الأعلام)۔ جلولاء دراصل ایک بڑی ندی ہے جو بعقوبا کی طرف بہتی ہے۔ اس کا نام جلولاء اس لیے رکھا گیا کہ یہ میدان مقتول ایرانیوں کی لاشوں سے بھر گیا تھا۔ جلولاء افریقیہ (تونس) کا ایک شہر بھی ہے جو قیروان سے 24 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ (معجم البلدان: 156/2)

یہ لشکر چار دنوں میں جلولاء پہنچ گیا۔ سات ماہ میں ان کی ایرانیوں سے اسّی (80) لڑائیاں ہوئیں جن میں ہمیشہ مسلمان غالب رہے اور ہر بار ایرانیوں نے بھاگ کر خندقوں کے پیچھے پناہ لی۔

جلولاء، دجلہ کے معاون دریائے دیالا کے کنارے واقع تھا۔ اس کے دائیں جانب دفاعی استحکامات دریائے دیالا کی بدولت بہت مضبوط تھے۔ اور اس کے سامنے ایک بڑی وسیع اور گہری خندق حائل تھی جس سے کچھ فاصلے پر لکڑی کی شاخ دار رکاوٹیں نصب کی گئی تھیں تاکہ گھڑ سواروں کا حملہ روکا جاسکے۔ خندق کے درمیان آنے جانے کے لیے راستے چھوڑے ہوئے تھے۔

سقوطِ جلُولاء

آخری خونریز معرکے کے بعد ایرانی پیچھے ہٹے تو مسلمانوں نے ان کا پیچھا کرتے ہوئے چوبی رکاوٹوں کے اندر انھیں گھیر لیا۔ درمیانی گزرگاہوں میں خونریز لڑائی ہوئی۔ ایرانی پیچھے ہٹتے ہوئے خندق میں گرے تو وہ اس میں سیڑھیاں بنا کر اپنی جانب نکل گئے۔ اب یہ خندق ان کے مضبوط دفاع کے لیے کارآمد نہ رہی۔ مسلمانوں نے صورتِ حال بھانپ لی اور پلٹ کر دشمن پر رات کے حملے کی صف بندی کر لی۔ ایرانیوں نے یہ دیکھا تو انھوں نے خندق اور چوبی رکاوٹوں کے درمیان شاخ دار آہنی رکاوٹیں نصب کر دیں اور ان کے درمیان گزرگاہ رکھی جہاں سے نکل کر وہ مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کر سکتے تھے۔ اس دوران میں رات چھا گئی اور دونوں لشکر گتھم گتھا ہو گئے۔ مسلمان یورش کر کے خندق میں داخل ہونے کے راستے تک پہنچ گئے اور ایرانیوں کو پسپا ہو کر خندق میں چلے جانے سے روک دیا۔ ایرانی دائیں اور بائیں جانب ہٹے تو اپنی ہی نصب کردہ آہنی رکاوٹوں میں پھنستے چلے گئے۔ مسلمانوں نے انھیں چُن چُن کر قتل کیا۔ اس معرکے میں ایک لاکھ ایرانی ہلاک ہوئے۔ سقوطِ جلولاء فتح مدائن کے آٹھ ماہ بعد اول ذی قعدہ 16ھ/ 24 نومبر 637ء کو عمل میں آیا۔

سقوطِ حلوان

سپہ سالار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے 3 ہزار مسلمان حلوان کی طرف روانہ کیے۔ راستے میں جلُولاء اور حلوان کے درمیان خانقین کے مقام پر مہران کے لشکر سے تصادم ہوا جس میں مہران مارا گیا۔ اس دوران میں یزدگرد نے شمال مشرق میں رَے کی طرف راہِ فرار اختیار کی۔ حلوان کا سقوط قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ یہاں سے مسلمانوں کو کثیر مالِ غنیمت ملا۔ یہ مالِ غنیمت مدینہ پہنچا تو اسے دیکھ کر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ کہیں اس سے مسلمان فتنے میں نہ پڑ جائیں۔

جلُولاء کے اِردگرد کی فتوحات

سعد رضی اللہ عنہ جب فتح بابل سے فارغ ہوئے تھے (ذی قعدہ 15ھ/ دسمبر 636ء) اس وقت سے قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے نواح میں چھاپہ مار کارروائیوں کے ذریعے سے ایرانیوں کو مصروف رکھا تھا۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اب عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو مامور کیا کہ وہ فارس کے دوسرے محاذ پر شریکِ جہاد ہوں اور وہاں کی ایرانی فوجوں کو روکے رکھیں تاکہ وہ معرکۂ مدائن میں حصہ نہ لے سکیں، اور جب مذکورہ محاذ پر ایرانیوں کا دفاع کمزور پڑے تو عتبہ آگے بڑھ کر اس علاقے کو فتح کر لیں۔ عتبہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ 500 تا 800 مجاہدین تھے۔ ان کے مقابلے میں نکلنے والے ایرانیوں کی تعداد چار ہزار تھی۔ اس کے باوجود لشکرِ اسلام نے ایرانی فوج تباہ و برباد کر دی۔ پھر انھوں نے اُبُلّہ کے دفاع پر مامور دستے کو شکست دی۔
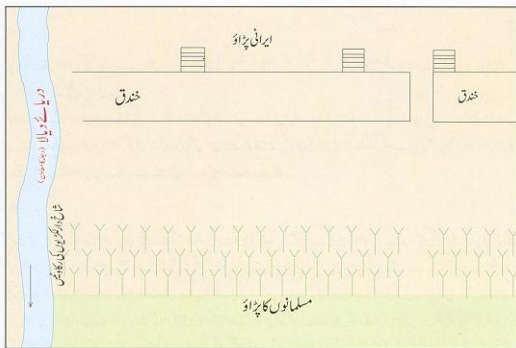
نقشہ 51

معرکۂ جلولاء (1) اسلامی اور ایرانی لشکر آمنے سامنے

نقشہ 52

معرکۂ جلولاء (2)
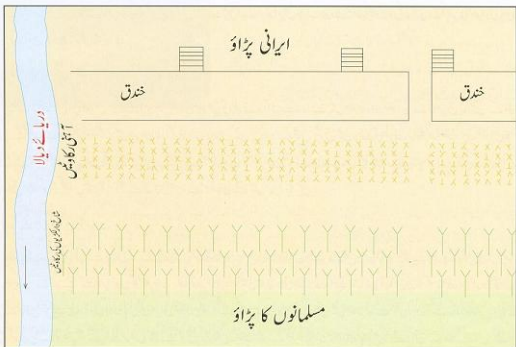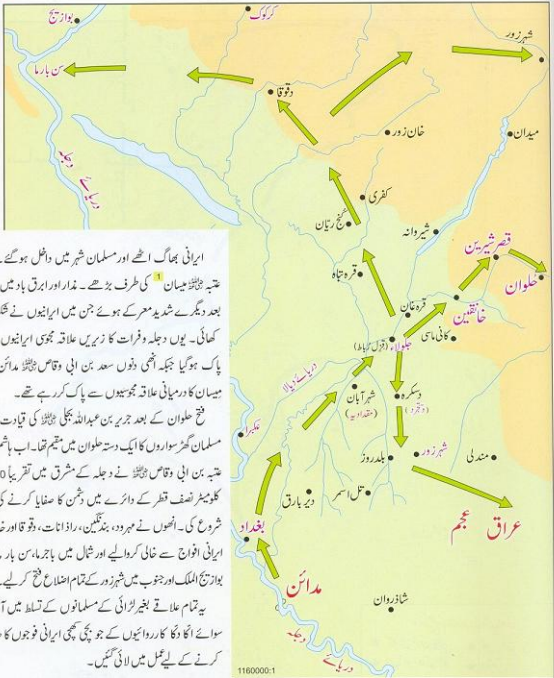
ایرانی بھاگ اٹھے اور مسلمان شہر میں داخل ہوگئے۔ پھر عتبہ رضی اللہ عنہ میسان [1] کی طرف بڑھے۔ مذار اور ابرق باد میں یکے بعد دیگرے شدید معرکے ہوئے جن میں ایرانیوں نے شکست کھائی۔ یوں دجلہ وفرات کا زیریں علاقہ مجوسی ایرانیوں سے پاک ہوگیا جبکہ انھی دنوں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدائن اور میسان کا درمیانی علاقہ مجوسیوں سے پاک کر رہے تھے۔

فتح حلوان کے بعد جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمان گھڑسواروں کا ایک دستہ حلوان میں مقیم تھا۔ اب ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دجلہ کے مشرق میں تقریباً 200 کلومیٹر نصف قطر کے دائرے میں دشمن کا صفایا کرنے کی مہم شروع کی۔ انھوں نے مہرود، بندنگین، راذانات، دقوقا اور خانگار ایرانی افواج سے خالی کروالیے اور شمال میں باجرما، سن بارما اور بوازیج الملک اور جنوب میں شہرزور کے تمام اضلاع فتح کرلیے۔

یہ تمام علاقے بغیر لڑائی کے مسلمانوں کے تسلط میں آگئے سوائے اکا دکا کارروائیوں کے جو بچی کھچی ایرانی فوجوں کا صفایا کرنے کے لیے عمل میں لائی گئیں۔

نقشہ 53
معرکۂ جلولاء کے بعد دشمن کا صفایا

[1] میسان: یہ مشرقی عراق کا ایک صوبہ ہے جو ایران کی حدود سے ملتا ہے۔ اس کا دارالحکومت العَمارہ ہے (جو دریائے دجلہ پر واقع ہے۔) میسان کے اضلاع عمارہ، علی الغربی، میمونہ، قلعہ صالح اور المِجَرّ الکبیر ہیں۔ (المنجد فی الأعلام)

نقشہ 54

اہواز اور کسکر کی فتح

نقشہ 55
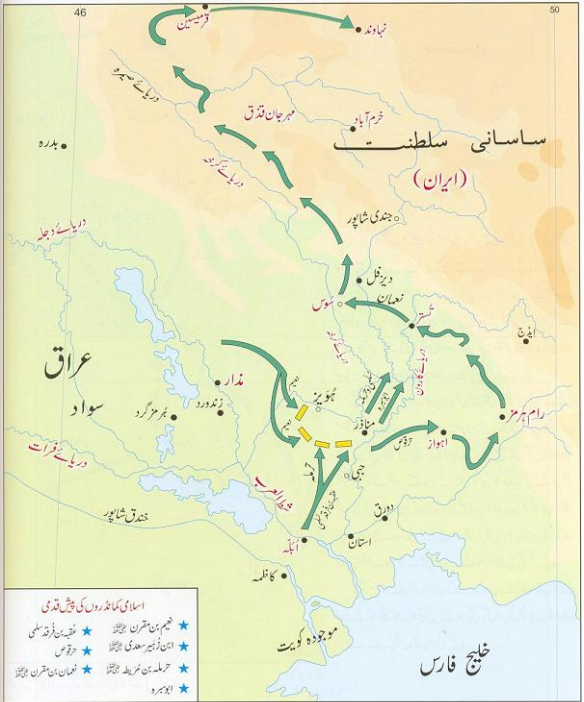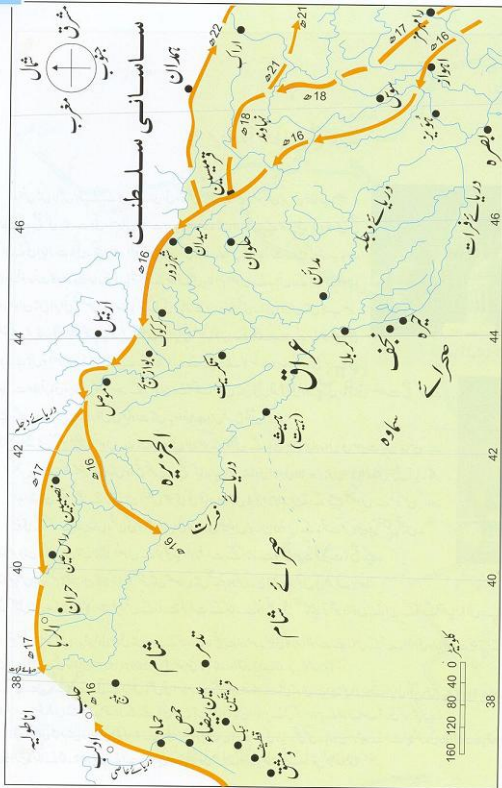
22ھ تک اسلامی فتوحات کی توسیع (فارس اور شام کے محاذوں پر)

2

الجزیرہ اور آرمینیا کی فتوحات

موصل میں صدام مسجد

مدائن میں داخل ہونے کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر فتح کی بشارت دی، اموالِ غنیمت دربارِ خلافت میں ارسال کیے اور بقیہ بلادِ فارس فتح کرنے کی اجازت مانگی۔ لیکن امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت نہ دی کیونکہ یہ بات بلاوجہ فتوحات کا دائرہ بڑھانے کی پالیسی کے خلاف تھی، تاہم انھوں نے مدائن کے اِردگرد جلولاء اور حلوان میں ایرانی جمگھٹوں کا صفایا کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اسی دوران میں جب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ خبریں پہنچیں کہ ایرانی مسلمانوں سے جنگ کے لیے نہاوند میں جمع ہو رہے ہیں تو انھوں نے اس خطرے کے سدّ باب کے لیے جنگ کا سلسلہ دوبارہ شروع کرنے کی اجازت عطا فرمائی، چنانچہ جیش سعد کے دستوں نے مختلف سمتوں میں پیش قدمی کی اور پوری ساسانی سلطنت فتح کرتے چلے گئے۔ درج ذیل سالاروں کی قیادت میں یہ واقعات اس طرح پیش آئے:

① عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ: انھوں نے بکر بن وائل اور عنز بن وائل کے پانچ ہزار بہادروں کی معیت میں مدائن سے تقریباً 220 کلومیٹر شمال میں واقع تکریت فتح کیا۔ یہ واقعہ جمادی الاولیٰ 16 ھ / جون 637ء میں پیش آیا۔ پھر عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ نے ربعی بن افکل عنزی کی قیادت میں 4 ہزار مجاہدین آگے بھیجے جنھوں نے موصل [1] اور نینویٰ فتح کر لیے۔ یہاں دشمن کی فوجیں ایرانی اور رومی حلیفوں اور ان دونوں کے ماتحت عربوں پر مشتمل تھیں۔ [2]

② عمرو بن مالک بن عتبہ رضی اللہ عنہ: انھوں نے قرقیسیاء اور فرات کے کنارے واقع ہیت (ہیت) فتح کیے۔

رقہ شہر کی فصیل

③ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ: ان کا 5 ہزار کا لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو کر درج ذیل علاقوں کی طرف بڑھا:

(ا) سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کا دستہ فراض کے راستے فُرات کے کنارے واقع رَقّہ [3] پہنچا تو شہر والوں نے ان کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

[1] مُوصُل یا مَوصِل: یہ شہر شمالی عراق میں دجلہ کے کنارے واقع ہے اور صوبہ نینویٰ کا دارالحکومت ہے۔ اس کے قریب اشوری دارالحکومت نینویٰ کے کھنڈر ہیں۔ یہیں سے اتابکی زنگی خاندان (1127ء تا 1259ء) کی حکمرانی کا آغاز ہوا تھا۔ (المنجد في الأعلام)

[2] اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل باطل کی اسلام سے دشمنی عہد قدیم سے چلی آ رہی ہے، چنانچہ اس وقت ایرانی اور رومی اپنے اختلافات اور باہمی دشمنی بھلا کر سب مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے تھے۔ اسی طرح آج بھی دشمنانِ اسلام نے مل کر اسلام کے خلاف صف آرائی کر رکھی ہے۔

[3] رقّہ: یہ شمالی شام میں ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے۔ سلیوکیوں (یونانیوں) نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ ہارون الرشید نے اسے اپنا گرمائی دارالخلافہ بنایا تھا، اس لیے یہ مدینۃ الرشید کہلانے لگا۔ تاتاریوں نے اسے تیرھویں صدی عیسوی میں برباد کر دیا تھا۔ (المنجد في الأعلام)
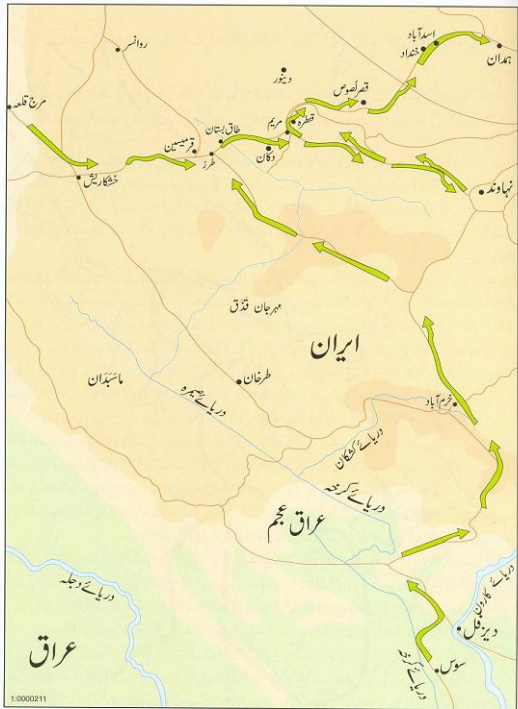
نقشہ 56
نہاوند اور ہمدان کی طرف اسلامی عساکر کی پیش قدمی

اسلامی عساکر کی قادسیہ سے مدائن، اہواز، رے، اصفہان اور الجزیرہ کی طرف پیش قدمی

نقشہ 57

(ب) عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان ؓ نے موصل پہنچ کر نَصیبین [1] کی طرف پیش قدمی کی جو دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ ان کی آمد پر اہلِ شہر نے صلح کر لی۔

(ج) رَقّہ اور نصیبین کی فتح کے بعد سہیل ؓ اور عبداللہ ؓ کے دستے عیاض بن غنم ؓ کی فوج سے جا ملے اور انھوں نے ''رُہا'' [2] اور حرّان [3] صلح کے ساتھ فتح کر لیے۔ اس کے بعد سمیساط، سنجار [4] (عراق)، میافارقین [5]، سروج، راس کیفا، ارض بیضاء، جسر منبج (شام)،

[1] نَصیبین: الجزیرہ (دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ) کا یہ تاریخی شہر جنوبی ترکی میں شامی سرحد پر واقع ہے۔ اس کے بالمقابل سرحد پار شام کا شہر القامشلی ہے۔ شمالی عراق کے شہر موصل اور نصیبین کا درمیانی فاصلہ تقریباً اڑھائی سو کلو میٹر ہے۔ ماضی میں موصل سے شام جانے والے قافلے نصیبین سے گزرتے تھے۔ معجم البلدان کے مطابق نصیبین اور اس کی نواحی بستیوں میں 40 ہزار باغات تھے۔ شہنشاہ فارس نوشیروان ساسانی (متوفی 579ء) نے جب اس کا محاصرہ کیا تو شہر فتح نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے طیرانشاہ سے بڑی تعداد میں بچھو منگوائے اور انھیں شیشے کی بوتلوں میں بھر بھر کر عرّادہ (منجنیق کی طرح کا آلہ) کے ذریعے سے شہر میں پھینکا تو اہل شہران بوتل بموں کی تاب نہ لا سکے اور شہر فتح ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ ؓ عہد عثمانی میں شام کے گورنر تھے۔ جب عامل نصیبین نے شکایت کی کہ اہل شہر بچھوؤں کی کثرت سے مصیبت میں گرفتار ہیں تو معاویہ کے حسب الحکم بچھو مارنے کا معاوضہ مقرر کر دیا گیا، چنانچہ لوگ بچھوؤں کے درپے ہو گئے حتی کہ ان موذیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ (معجم البلدان: 289,288/5)

[2] اور فا (الرُّہا): ترکی کا یہ شہر سرحد شام کی طرف (فرات کی معاون ندی کے کنارے) واقع ہے۔ آبادی 2 لاکھ سے اوپر ہے، صوبائی صدر مقام ہے۔ اس کا قدیم عربی نام الرُّہا ہے۔ اس کا یونانی نام ایڈیسا ہے۔ 12 ویں صدی عیسوی میں اس پر صلیبی قابض رہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 406/10، المنجد في الأعلام)

[3] حرّان (Carrhae): ماضی میں حران یا حاران ملک شام کی حدود میں شامل تھا۔ آج کل یہ ترکی میں اور فا کے جنوب میں ہے اور دریائے بلیخ کی معاون ندی جُلّاب پر واقع ہے۔ حضرت ابراہیم ؑ اُور سے ہجرت کر کے حران پہنچے تھے۔ حضرت سارہ اور حضرت لوط ؑ اور ان کی اہلیہ حضرت ابراہیم ؑ کے ہمراہ تھے۔ اہل کلیسا نے اسے ہیلنو پولس (بت پرست شہر) کا نام دیا۔ عہد فاروقی میں عیاض بن غنم ؓ کے ہاتھوں حران فتح ہوا۔ مروان ثانی اموی نے حران کو دار الخلافہ بنا لیا تھا۔ عبداللہ بن عباس ؓ کے پوتے اور خلیفہ السفاح اور خلیفہ ابوجعفر منصور کے والد امام محمد بن علی کو خلیفہ مروان ثانی نے یہیں قید رکھا تھا اور وہ دو ماہ بعد طاعون سے وفات پا گئے تھے۔ مشہور طبیب ثابت بن قرہ اور ریاضی دان اور ماہر فلکیات ابوجعفر الخازن کا تعلق حران سے تھا۔ آج کل حران کی آبادی دس بارہ ہزار ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے حران، الجزیرہ (دیارِ مُضر) میں واقع ہے۔ (المنجد في الأعلام، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 62/8) اس کا نام حضرت ابراہیم ؑ کے بھائی ہاران (حاران) کے نام پر رکھا گیا تھا جس نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوفان نوح کے بعد سب سے پہلے جو شہر بسا وہ حران تھا۔ (معجم البلدان: 235/2)

[4] سنجار: یہ اسی نام کے پہاڑ کے دامن میں شام کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ سنجار صوبہ نینویٰ میں ایک ضلعی صدر مقام ہے۔

[5] مَیّافارقین: یہ دیار بکر (ترکی) کا مشہور شہر ہے۔ اس کا نام ملکہ میّا بنت کے نام پر رکھا گیا جس نے شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ اہل فارس فارقین کو بارجین کہتے تھے (معجم البلدان: 235/5)۔ میّافارقین، دیار بکر کے شمال مشرق میں اور دریائے دجلہ کے معاون بطمان صُو سے 12 میل مغرب میں واقع ہے۔ اس کے دیگر نام مَفارقین اور فارقین ہیں۔ یونانی نام مارٹیروپولس (Martyropolis یعنی شہر شہیداں) ہے کیونکہ اُسقف مروثا 410ء میں ایران کے مسیحی شہداء کی لاشیں لے کر یہاں پہنچا تھا۔ 362ھ/973ء میں یہاں کے حمدانی حکمران عبداللہ بن ناصر الدولہ نے اس شہر کے مضافات میں بازنطینیوں کو شکست دی۔ 581ھ/1185ء تا 658ھ/1260ء اس پر ایوبی سلاطین قابض رہے۔ صلاح الدین ایوبی نے یہاں ایک مسجد تعمیر کی جس میں بازنطینی قصر کے ستون استعمال کیے گئے۔ 658ھ میں تاتاری شہزادہ یشموت نے میافارقین کا محاصرہ کر لیا۔ قحط پڑ جانے کے باعث شہر کو اطاعت قبول کرنی پڑی تو تاتاریوں نے ملک الکامل ایوبی کو بے رحمی سے قتل کر کے سر نیزے پر چڑھا کر دمشق کے بازاروں میں پھرایا۔ ایرانی صفویوں کے خلاف 921ھ/1515ء کی جنگ کوچ حصار کے بعد میافارقین کا علاقہ عثمانی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 982/21)

ماردین (ترکی) کے ایک مدرسہ کی چھت سے لیا گیا منظر

کفرتوثا، طور عبدین، ماردِین [1] (ترکی)، راس العین [2] (شام)، دارا، قَردیٰ، بازبدیٰ، زوزان، ارزن، بدلیس، خلاط (ترکی) اور عین حامضہ (آرمینیا) کی فتح عمل میں آئی۔ یہ فتوحات سن 17ھ/638ء میں عمل میں آئیں۔ یوں دیگر علاقوں کی نسبت الجزیرہ [3] کی فتوحات سب سے آسان تھیں۔

اس دوران میں یزدگرد شاہ نے اپنی سلطنت بچانے کے لیے آخری لشکر تیار کیا۔ نہاوند میں جمع ہونے والے اس لشکر کی نفری ڈیڑھ لاکھ تھی۔ اُدھر مسلمان کوفہ اور بصرہ سے روانہ ہو کر قرمیسین [4] میں اکٹھے ہوئے۔ ان کے سالار نعمان بن مُقرن مُزنی رضی اللہ عنہ تھے۔ قرمیسین سے اسلامی فوج اب نہاوند کی طرف بڑھی۔ یہ پہاڑی پر واقع ایک قلعہ تھا جس تک پہنچنے کا راستہ اس کے پیچھے سے ہو کر جاتا تھا اور بظاہر اس قلعے کے ٹوٹنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی تھی۔ ایرانی قلعے سے نکلتے، مسلمانوں سے لڑائی کرتے اور شکست کھا کر قلعے میں لوٹ جاتے تھے۔ اس دوران میں سردیاں شروع ہوگئیں اور مسلمانوں کی پوزیشن خطرے میں پڑ گئی۔ وہ قلعہ بند ایرانیوں تک نہیں پہنچ سکتے تھے، لہٰذا انھوں نے یہ چال چلی کہ ایرانیوں سے جھڑپ کے بعد بظاہر ہزیمت اختیار کی جائے اور ان کے سامنے پسپا ہوتے ہوئے پیچھے کمین گاہ میں چلے آئیں۔ یہ چال طلیحہ بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ کے فکر کا نتیجہ تھی، چنانچہ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ ایرانیوں کے مقابلے میں نکلے، خوب لڑائی کی، پھر انھوں نے بظاہر پسپائی اختیار کی اور کھلے میدان کی طرف لوٹ آئے۔ ایرانی دیکھ رہے

[1] ماردِین: یہ جبل الجزیرہ کی چوٹی پر مشہور قلعہ ہے۔ ماردین دراصل مَارِدٌ (سرکش) کی جمع ہے۔ عیاض رضی اللہ عنہ نے طور عبدین، حصن ماردین اور دارا صلح جوئی سے فتح کیے۔ (معجم البلدان:39/5)

[2] راس العین: الجزیرہ کا یہ بڑا مشہور شہر حران، نصیبین اور دُنیسر کے درمیان واقع ہے (معجم البلدان:13/3)۔ ان دنوں راس العین شام میں ترکی کی سرحد کے قریب ہے اور دریائے خابور اس سے کچھ دور بہتا ہے۔ (أطلس العالم)

[3] الجزیرہ: دجلہ اور فرات دو دریاؤں کے مابین واقع سرزمین کو یونانیوں نے میسوپوٹیمیا (Mesopotamia) کا نام دیا تھا جسے عربی میں مابین النہرین یا الجزیرہ کہا جاتا ہے۔ ماضی میں اس کا جنوبی حصہ سواد (عراق عرب) میں شامل تھا جبکہ وسیع تر شمالی حصے کو عراق سے الگ الجزیرہ کا نام دیا جاتا تھا۔ ان دنوں الجزیرہ عراق، شام اور ترکی تین ملکوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک عام اصطلاح کے طور پر میسوپوٹیمیا سے وادیٔ دجلہ وفرات یا عراق مراد لیے جاتے ہیں۔ اسے عربی میں بلاد الرّافدین (دو آبی دھاروں یا دو دریاؤں کی سرزمین) بھی کہا جاتا ہے۔ یاقوت حموی لکھتا ہے: الجزیرہ عراق کا ایک معروف اور بڑا صوبہ ہے۔ دریائے دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہونے کی وجہ سے الجزیرہ کہلایا۔ اس سرزمین میں کھجور بڑی مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے اہم شہروں میں حران، رُہا، رَقّہ اور نصیبین شامل ہیں (معجم البلدان:134/2)۔ جاہلیت اور صدرِ اسلام میں الجزیرہ مشرق میں دیارِ ربیعہ، مغرب میں دیارِ مُضر اور شمال میں دیارِ بکر پر مشتمل تھا (المنجد في الأعلام)۔ موصل، سنجار، فلوجہ، حدیثہ، حبانیہ، تل عفار اور تکریت عراقی الجزیرہ کے مشہور شہر ہیں۔ دریائے نیل ازرق اور نیل ابیض کے درمیان واقع میدان بھی الجزیرہ کہلاتا ہے۔

[4] قَرمیسین (باختران): شمال مغربی ایران کا یہ شہر آج کل باختران کہلاتا ہے جبکہ ماضی میں اس کا نام قرمیسین (یا کرمانشاہ) تھا۔ یہاں معدنی تیل صاف کرنے کا کارخانہ ہے۔ باختران اسی نام کے صوبے کا دارالحکومت ہے (المنجد في الأعلام)۔ قرمیسین ''کرمان شاہان'' کا معرب ہے۔ یہ دِینَوَر کے قریب اور ہمدان سے 30 فرسخ پر ہے۔ شاہ قباذ بن فیروز نے اس کی بنا ڈالی تھی۔ یہاں قصرِ شیریں اور ایک طاق تھا جس میں خسرو پرویز کے گھوڑے شبدیز اور ملکہ شیریں کے مجسمے نصب تھے۔ (معجم البلدان:330/4)

تھے، وہ مسلمانوں کی پسپائی سے دھوکا کھا گئے اور قلعے سے نکل آئے۔ جب وہ قلعے سے خاصے دور چلے آئے تو مسلمانوں نے کمین گاہ سے نکل کر اُن پر یکبارگی بلا بول دیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ یوں ایرانیوں کے عظیم ترین لشکر کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا۔ نہاوند کا یہ سقوط جمعۃ المبارک 16 محرم 19ھ / 15 جنوری 640ء کو عمل میں آیا اور اس معرکے میں نعمان رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

پھر مسلمانوں نے ہمدان کا رُخ کیا اور اس کے حکمران خسرو شنُوم کو اپنا وہی حشر نظر آیا جو نہاوند کی سپاہ کا ہوا تھا۔ اس کے پاس اتنی فوجی قوت نہیں تھی کہ نہاوند کی سی ہزیمت سے بچ جاتا، لہٰذا اس نے فی الفور ہمدان اور دستبے مسلمانوں کے حوالے کر دیے، پھر ''ماہین'' والوں نے ان دونوں شہروں کی پیروی کی۔ اس طرح نہاوند کے بقیہ علاقے یکے بعد دیگرے فتح ہوگئے۔

ہمدان کی ایک عالی شان مسجد

نصیبین (ترکی)

صوبہ باختران کا شہر ''روانسر''

ابراہیم خلیل اللہ مسجد (اورفا، ترکی)

حصہ دوم
باب چہارم

فتوحات کا دائرہ پھیلتا ہے

1

کوفہ سے طبرستان کی فتوحات

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم پر مسلمانوں کے جیوش دور دور تک ایرانیوں کا تعاقب کرتے چلے گئے اور ایرانی ہر جگہ شکست سے دوچار ہوئے۔ یہ فتوحات دو محاذی خطوط میں حاصل ہوئیں۔ ایک کا مرکز کوفہ تھا اور دوسرے کا بصرہ۔

بصرہ کی ایک مسجد کا منظر

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان انصاری رضی اللہ عنہ بڑے دلیر سردار اور کوفہ میں مقیم اشراف صحابہ میں سے تھے۔ وہ کوفہ سے مدائن ہوتے ہوئے نہاوند پہنچے تھے جہاں انھیں اہواز کے راستے آنے والی کمک مل گئی تھی جس کی قیادت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ نہاوند سے ان سب نے اصفہان کا رخ کیا جو صوبہ جبال یا عراق عجم کا دارالحکومت تھا۔ اصفہان 21ھ/641ء میں فتح ہوا۔ (نقشہ 58) وہاں سے لشکر اسلام نے کرمان کی طرف پیش قدمی کی۔ راستے میں سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ آن ملے۔

اس دوران میں ہمدان والوں نے عہد شکنی کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے نُعَیم بن مُقرِن کو ادھر روانہ کیا۔ اہل ہمدان نے ان کے آگے ہتھیار ڈال دیے تو انھوں نے واج رود کا رُخ کیا۔ پھر دستبے کی طرف بڑھے (نقشہ 59)۔ صوبہ فارس کے گورنر زنبدی نے نُعَیم کی اطاعت کر لی اور وہ اسے ہمراہ لیے رَے [1] کی طرف گامزن ہوئے۔ جبال رے کے دامن میں خونریز معرکہ برپا ہوا۔ ایرانی لشکر کی قیادت سیاوش کر رہا تھا۔ زنبدی نے مسلمانوں کی رہنمائی کی اور انھوں نے رے میں داخل ہو کر اسے فتح کر لیا۔ پھر دنباوند [2] والوں نے مسلمانوں کے شہر میں داخل نہ ہونے اور جزیہ دینے کی شرائط پر نعیم بن

[1] رَے: یہ شمالی ایران کا تاریخی شہر ہے۔ طہران کے نواح میں اس قدیم شہر کے کھنڈر واقع ہیں جسے منگولوں (تاتاریوں) نے 1220ء میں برباد کر دیا تھا۔ ہارون الرشید رَے میں پیدا ہوا تھا۔ بہت سے علماء کا تعلق رَے سے تھا جن میں طبیب ابوبکر محمد رازی اور امام فخر الدین رازی شامل ہیں۔ رَے کی آبادی ان دنوں تقریباً ایک لاکھ ہے۔ (المنجد في الأعلام)

[2] دُنباوند: رے کے نواح میں دو تین فرسخ پر ایک پہاڑ ہے۔ اسے دُباوند بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی گھاٹیوں میں ایرانی بادشاہوں کے محلات کے آثار ہیں۔ اس بلند و بالا پہاڑ کی برف گرمی اور سردی میں کبھی نہیں پگھلتی۔ اس کے دامن سے ایک نہر نکلتی ہے جس میں زرد گندھک کی آمیزش ہے۔ عجم کے جُہلاء کہتے ہیں کہ یہ ضحاک بیوراسف (بادشاہ) کا پیشاب ہے اور اس کے 70 دہانوں سے نکلنے والا گندھک آمیز دھواں اس کے سانس کا دُھواں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں سعید بن عاص نے دنباوند اور رویان فتح کیے (معجم البلدان: 476/2)۔ آج کل اسے دماوند کہتے ہیں۔ اس کی بلندی 5599 میٹر ہے۔ اس کا جنوبی دامن اہل طہران کے لیے گرمائی مقام ہے۔ (المنجد في الأعلام)
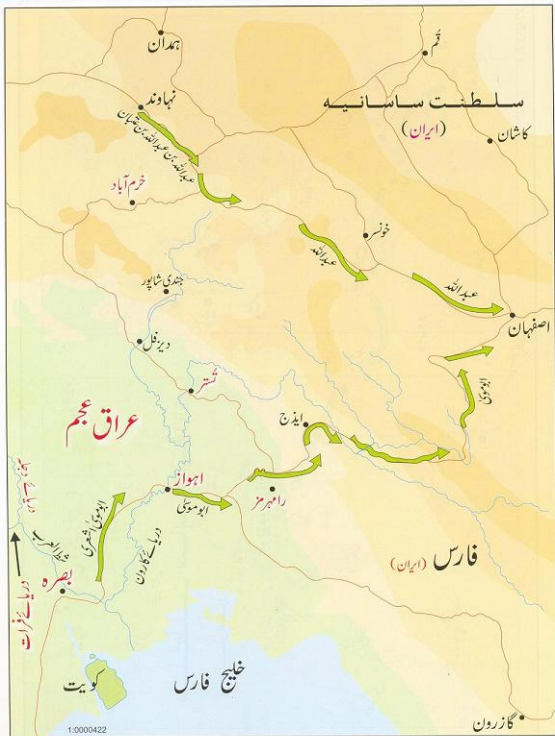
نقشہ 58 ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کے ہاتھوں اصفہان کی فتح

نقشہ 59
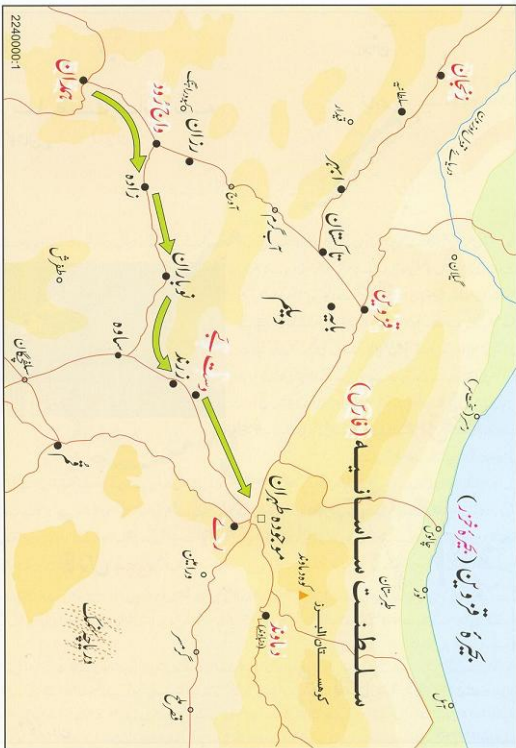
ہمدان سے رَے کی فتح
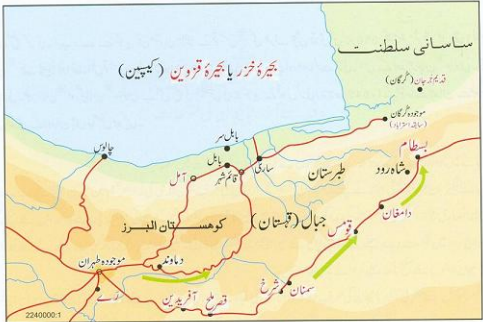
نقشہ 60

رَے سے قومس، بسطام اور جرجان کی فتح
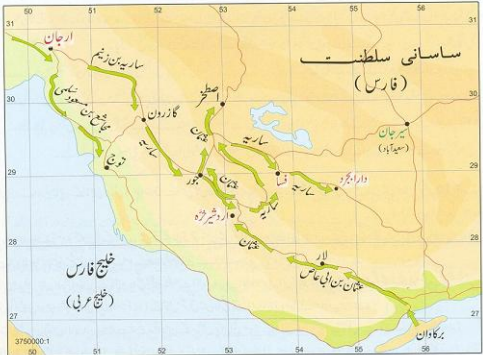
نقشہ 61

فتح اصطخر ...... ساریہ بن زنیم، عثمان بن ابی عاص اور مجاشع بن مسعود کی پیش قدمی

مقرن سے صلح کر لی۔ اب رے سے سُوَید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے قومس [1] کی طرف پیش قدمی کی جو 350 کلومیٹر مشرق میں تھا (نقشہ 60) اورخراسان [2] تک پھیلا ہوا تھا۔اہلِ قومس نے 22ھ/642ء میں ہتھیار ڈال دیے اور مصالحت کرلی۔ اس کے بعد جرجان [3] والوں نے صلح کی روش اختیار کی۔طبرستان [4] اور گیلان [5] والوں نے بھی صلح کی پیشکش کی جوسُوَید نے قبول کرلی (22ھ/642ء)۔ یہ فتوحات ہمدان سے طبرستان کی طرف پیش قدمی کے دوران میں حاصل ہوئیں۔

1 **قومس**: رے اور نیشاپور کے مابین جبال کا نچلا علاقہ ہے جس میں دامغان، بسطام اور بیار کے شہر واقع ہیں۔بعض اس میں سمنان کو بھی شامل کرتے ہیں۔ (معجم البلدان: 415,414/5)

2 **خراسان**: دریائے آمو (جیحون) کے جنوب میں قدیم علاقہ تھا جس میں نیشاپور، ہرات، بلخ اور مرو کے شہر واقع تھے۔ان دنوں یہ خطہ ایران، افغانستان اور ترکمانستان میں بٹا ہوا ہے جبکہ مشرقی ایران کے صوبے کا نام خراسان ہے۔(المنجد في الأعلام)

3 **جُرجان**: یہ طبرستان اور خراسان کے مابین واقع مشہور شہر ہے (المنجد في الأعلام)۔اس کا قدیم نام ورکانا اور پھر گُرگان تھا جو معرب ہو کر جُرجان بن گیا۔ قرون وسطی کا گرگان موجودہ شہر گرگان (پرانا استرآباد) کے شمال مشرق میں واقع تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 537/2)

4 **طبرستان**: یہ ان دنوں مازندران کہلاتا ہے جو بحیرۂ قزوین کے ساحل پر ایرانی صوبہ ہے۔اس کا دارالحکومت بابل ہے۔(المنجد في الأعلام)

5 **گیلان (عربی میں "جیلان")**: یہ بحیرۂ قزوین (خزر) کے جنوب میں ایران کا ایک صوبہ ہے۔اس کا دارالحکومت رشت ہے۔اس کا پہاڑی علاقہ دیلم کہلاتا ہے۔ یہاں کا ریشم مشہور ہے (المنجد في الأعلام)۔مشہور بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اسی شہر سے منسوب ہوئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 924/12)

2

کوفہ سے آذربائیجان کی فتوحات

اسی زمانے میں دو اور عساکر آگے بڑھ رہے تھے جنھوں نے آذربائیجان کی فتوحات میں حصہ لیا۔

① حلوان سے بُکَیر بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ نے پہلے گرمیدان [1] اور پھر اردبیل کی طرف پیش قدمی کی۔ ادھر نُعَیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے رے سے سماک بن خَرشہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بکیر بن عبداللہ کی مدد کو بھیجا۔ راستے میں بکیر کا آمنا سامنا رستم کے بھائی اسفندیار سے ہوا۔ اس سے پہلے نُعیم رضی اللہ عنہ اسے واج رود میں شکست دے چکے تھے، اب اس نے بکیر رضی اللہ عنہ سے شکست کھائی۔ بکیر اسفندیار کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئے اور اس نے آذربائیجان والوں سے صلح نامہ طے کروانے میں تعاون کیا۔

② دوسرا لشکر موصل سے مغربی آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی قیادت عتبہ بن فرقَد کر رہے تھے۔ عتبہ نے راستے میں بہرام بن فرخ زاد کو شکست دی۔ اس سے فارغ ہو کر عتبہ، اردبیل [2] میں بکیر سے جا ملے اور آذربائیجان ان دونوں کے آگے مطیع ہوتا چلا گیا۔

اس کے بعد بکیر بن عبداللہ، سراقہ بن عمرو انصاری اور حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے الباب، یعنی شہر دربند کا رُخ کیا جو بحیرۂ خزر (قزوین) کے مغربی ساحل پر واقع تھا۔ انھوں نے مل کر الباب فتح کیا اور اس کے حکمران شہربراز نے ان کی اطاعت کر لی (22ھ/642ء)۔ پھر سراقہ بن عمرو رحلت فرما گئے اور ان کی جگہ عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے لے لی۔ دریں اثناء بکیر بن عبداللہ نے آگے بڑھ کر موقان فتح کر لیا۔

عبدالرحمٰن بن ربیعہ دور تک جہاد کرتے چلے گئے حتی کہ عہدِ فاروقی ہی میں ان کے ہاتھوں بلنجر کی فتح عمل میں آئی جبکہ ان کا لشکر کسی خسارے سے دوچار نہ ہوا۔ بلنجر کے بعد ان کے سفید عربی گھوڑوں نے 1100 کلومیٹر کی مسافت طے کی۔ ان کے اس جہادی سفر کی تفصیل کے بارے میں تاریخی روایات ہمیں نہیں ملتیں مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے لشکر کے ہمراہ بحیرۂ قزوین [3] کے شمال سے گھوم کر اس سمندر کے جنوب مشرق میں جرجان آن پہنچے تھے۔

اس طرح مرکز کوفہ سے روانہ ہونے والے اسلامی عساکر نے ساسانی سلطنت کے شمالی اور شمال مغربی صوبے فتح کر لیے۔

[1] گرمیدان: یہ شہر غالبًا ہمدان کے نواح میں تھا۔ (معجم البلدان: 129/2)

[2] اردبیل: یہ آذربائیجان کا مشہور ترین شہر ہے۔ اسے شاہ فیروز (ساسانی) نے آباد کر کے اس کا نام آبادان فیروز (فیروز آباد) رکھا تھا (معجم البلدان: 145/1)۔ ایران کا یہ شہر صوبہ مشرقی آذربائیجان میں ''قرہ صو'' کی ایک معاون ندی پر آباد ہے۔ (مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ) اردبیل ضلع شہرستان کا صدر مقام ہے۔ یہ تبریز سے 210 کلومیٹر دور ہے۔ مغلوں نے 1220ء میں اسے برباد کر دیا۔ 1499ء میں اسمٰعیل صفوی نے یہاں صفوی حکومت کی بنا ڈالی۔ نادر شاہ نے میدان مغان نزد اردبیل میں 1736ء میں تاجِ شاہی پہنا۔ اردبیل میں شاہ اسمٰعیل، شاہ طہماسپ، اسمٰعیل ثانی، شاہ محمد خدا بندہ اور عباس اول کے مقبرے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 318/2)

[3] بحیرۂ قزوین: یہ ایک خشکی بند سمندر ہے جو (سطح سمندر سے 92 فٹ نیچے ہے اور) ایران، آذربائیجان، روس، قازاقستان اور ترکمانستان میں گھرا ہوا ہے۔ اسے دنیا کی سب سے بڑی جھیل بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا پُرانا نام بحیرۂ خزر ہے (المنجد في الأعلام)۔ اسے ماضی میں بحیرۂ طبرستان بھی کہا جاتا تھا۔ بحیرۂ قزوین کو انگریزی میں کیسپین (Caspian) کہتے ہیں۔

فارس، کرمان، بجستان ومکران اور خراسان کی فتوحات

نقشہ 62

3
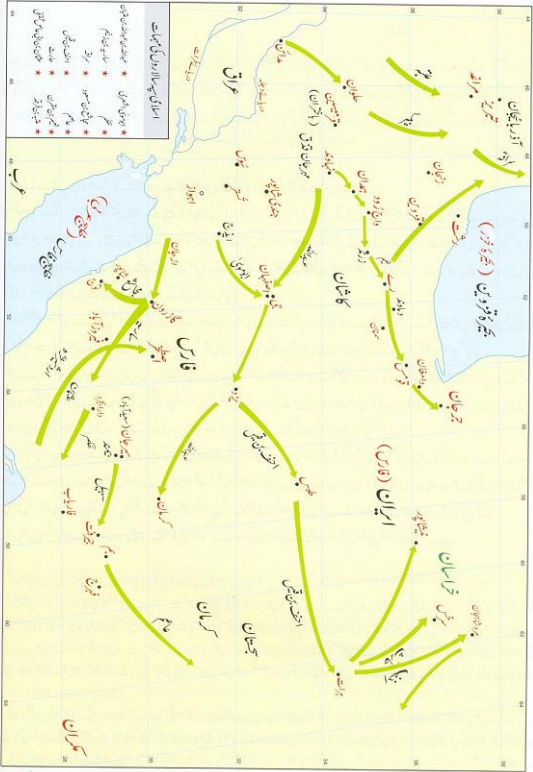
بصرہ سے فارس وکرمان کی فتوحات

مشرقی، شمال مشرقی اور جنوبی ایران کی فتوحات بصرہ کے مرکز سے عمل میں لائی گئیں۔ فارس ساسانی سلطنت کا اصل علاقہ تھا۔ یہ سلطنت چار صدیوں کے اندر اہواز کے اردگرد ایک طرف عراق، الجزیرہ، آرمینیا اور آذربائیجان تک اور دوسری طرف کرمان، بحستان (سیستان) اور خراسان تک پھیل گئی تھی۔ نیز فارس کے کوہستانی محل وقوع کے باعث اس کا دفاع بہت مضبوط تھا۔ اس کے طول وعرض میں بکثرت قلعے تھے حتیٰ کہ اِصْطَخرِی نے ذکر کیا ہے کہ فارس میں 5 ہزار سے زیادہ قلعے تھے جن کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے دفتر درکار ہیں۔ فارس درج ذیل اقالیم میں منقسم تھا:

① اَرّجان [1]: یہ وسعت کے لحاظ سے فارس کی تیسری اقلیم تھی جو اہواز کے برابر واقع تھی۔
② اردشیر خرہ: یہ اقلیم خلیج فارس کے ساحل پر تھی اور وسعت میں فارس کی دوسری بڑی اقلیم تھی۔ اس کا دارالحکومت ''جور'' (موجودہ فیروز آباد) تھا۔
③ دراب کرد (دارابجرد) [2]: اس کا دارالحکومت دراب کرد شہر تھا۔ اس اقلیم میں سب سے بڑا شہر فسا [3] تھا۔
④ اصطخر [4]: یہ صوبہ فارس کی سب سے بڑی اقلیم تھی۔ اس میں بڑی تعداد میں شہر اور نواحی بستیاں تھیں۔

[1] اَرّجان: یہ ایک بڑا شہر ہے جو اہواز اور شیراز کے درمیان دونوں سے 60 فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ اس کی بنیاد نوشیروان عادل کے باپ قباد بن فیروز نے رکھی تھی۔ اس نے رومیوں کے زیر قبضہ میا فارقین اور آمد فتح کر کے ان دونوں شہروں کے قیدیوں کو ایران لا کر ایک نیا شہر بسایا اور اس کا نام ''ابرقُباذ'' رکھا جو اب ''ارّجان'' کہلاتا ہے (معجم البلدان:142/1)۔ صوبہ فارس کے اس شہر کے کھنڈر بہبہان کے قریب پائے جاتے ہیں۔ تیرھویں صدی عیسوی میں اسماعیلیوں کے خلاف جنگوں میں اَرّجان تباہ ہو گیا تھا۔ (المنجد في الأعلام)

[2] دراب کرد: یہ شیراز سے 50 فرسخ پر (جنوب مشرق میں) ہے۔ اسے دراب بن فارس نے آباد کیا تھا۔ (معجم البلدان:446/2)

[3] فسا: اس کا اصل عجمی نام ''بسا'' ہے جس کے معنی ہیں بادِشمال۔ فسا ضلع دراب کرد کا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ شیراز اور دراب کرد شہر کے درمیان شیراز سے 27 فرسخ پر ہے۔ (معجم البلدان:260/4)

[4] اصطخر (پارسہ گرد): ایران کا یہ قدیم شہر اس سے بھی قدیم شہر پرسی پولس کے کھنڈروں سے تعمیر کیا گیا تھا (المنجد في الأعلام)۔ یونانی نام پرسی پولس کو فارسی میں تختِ جمشید کہا جاتا ہے۔ اس کے کھنڈر صوبہ فارس میں شیراز کے شمال مشرق میں 66 کلومیٹر کے فاصلے پر پائے جاتے ہیں (اطلس القرآن (اردو)، ص:174) اصطخر کا پہلوی نام سَتَخر یا اِسطَخر ہے۔ غالباً ہخامنشی دارالحکومت پرسی پولس کے زوال (سکندر اعظم کے حملے کے باعث) پر تھوڑے ہی دنوں بعد اس کی بنیاد رکھ دی گئی جس کے لیے پرسی پولس کے کھنڈر پتھروں کی کان بن گئے۔ ساسانی اصطخر کے علاقے ہی سے آئے تھے، چنانچہ اردشیر اول کا دادا ساسان اسی شہر کی دیوی اَناہید کے آتش کدہ کا نگران تھا۔ ساسانی بادشاہ مقتول دشمنوں کے سر، جن میں عیسائی شہداء بھی شامل تھے، اس شہر کی فصیل پر لٹکا دیتے تھے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ:832/2) تخت جمشید پارسہ گرد (Pasargade) سے چالیس کلومیٹر دور ہے۔ پارسہ گرد (اصطخر) جو کہ تخت جمشید کے شمال میں ہے، دشت مرغاب میں واقع ہے۔ ہخامنشی حکمران داریوش اول نے 512 ق م کے لگ بھگ بیابان مرودشت میں ایک عظیم چٹان (کوہ رحمت) پر تخت جمشید تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہاں جشن نوروز بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا تھا۔ اس کے نزدیک جو شہر کو چک (قصبہ) آباد ہوا اسے پارسہ (یا ''پارسہ گرد'') کہا جاتا تھا جسے یونانی زبان میں بہشت کے معنی میں Paradaisa کہا جاتا تھا۔ یورپی زبانوں میں اور انگریزی میں اسے Paradise کہا گیا اور عربی میں اس لفظ نے ''فردوس'' کی شکل اختیار کر لی۔
(''تخت جمشید'' از مہرداد بہار۔ ''نشر چشمہ'' خیابان کریم خاں زند، تہران)

شیراز کا خوبصورت تاریخی دروازہ
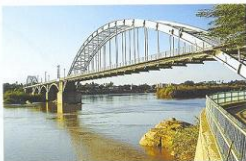
دریائے کارون پر سفید پل (اہواز)

کرمان کی ایک تاریخی مسجد

ہفتہ طلائی (اصطخر) کے کھنڈر

⑤ شاپور: یہ فارس کی سب سے چھوٹی اقلیم تھی۔ اسے شہرستان بھی کہتے ہیں۔

ایرانی فوجیں تُوّج میں جمع ہو کر مسلمانوں کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں مگر مسلمانوں نے ان کو نظر انداز کرتے ہوئے پیش قدمی جاری رکھی۔ فارس کی فتح کے لیے تین جیوش مخصوص کیے گئے تھے۔ ان تینوں لشکروں نے تین سمتوں میں اکٹھے پیش قدمی کی اور جہاں کہیں ایرانی فوجی اجتماعات تھے، ان سے کترا کر آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ اقلیم اول ارّجان کو بغیر لڑائی کے صلح کے ساتھ فتح کر لیا۔

مجاشع بن مسعود سُلمی، شاپور اور اردشیر خرہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس دوران میں فتحِ ارّجان کی خبریں تُوّج میں جمع ہونے والے ایرانیوں کے پاس پہنچیں تو وہ خوفزدہ ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ ہر گروہ نے بچاؤ کے لیے اپنے اپنے وطن کی راہ لی۔ یہ ان لوگوں کی پہلی شکست تھی۔ اس اثناء میں مجاشع بن مسعود تُوّج جا پہنچے اور انھوں نے بچے کھچے ایرانیوں کو مار بھگایا۔

عثمان بن ابی العاص ثقفی بحرین کی طرف سے سمندری راستے سے حملہ آور ہوئے۔ ان کے پاس قبائل عبدالقیس، ازد، تمیم اور بنو ناجیہ وغیرہ کا بہت بڑا لشکر تھا۔ انھوں نے جزیرہ برکاوان کی لڑائی میں فتح حاصل کی اور وہاں سے راجح قول کے مطابق 23ھ/643ء میں تُوّج پر دھاوا بولا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کا لشکر اردشیر خرہ کے ساحل پر حملہ آور ہوا تھا اور وہاں سے انھوں نے اصطخر کا رُخ کیا تھا۔ اصطخر کی ایرانی فوج سے ان کا تصادم "جُور" کے مقام پر ہوا۔ عثمان ثقفی نے ایرانیوں کو شکست دے کر انھیں تتر بتر کر دیا۔ اس معرکے میں ایرانی سپہ سالار شُہرَک مارا گیا۔

ساریہ بن زنیم کنانی نے فسا اور دراب گرد کی طرف پیش قدمی کی اور ان دونوں کو فتح کر لیا۔

یوں مجاشع بن مسعود، عثمان بن ابی العاص ثقفی اور ساریہ بن زنیم کنانی اسلام کے وہ تین سپہ سالار تھے جن کے ہاتھوں اقلیم فارس کی فتح عمل میں آئی۔

بصرہ سے کرمان کی فتوحات (نقشہ 60)

سہیل بن عدی اپنا لشکر لیے کرمان [1] کی طرف چلے تھے۔ ان کے مقدمۃ الجیش کے سالار نُسیر بن عمرو عجلی تھے۔ اس دوران میں عبداللہ بن عبداللہ بن عِتبان اصفہان کی فتح سے فارغ ہو چکے تھے، لہٰذا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں سہیل کی مدد کو روانہ کیا۔ ادھر نُسیر نے صوبہ کرمان کی حدود میں ایرانی لشکر کو شکست فاش دی۔ تب سہیل جیرفت [2] کی طرف روانہ ہوئے جبکہ عبداللہ نے صحرا کے راستے پیش قدمی کی۔ تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مجاشع بن مسعود سُلمی نے عہد عثمانی میں فتح کرمان کی تکمیل کی۔ (30ھ/650ء)

نقشہ 63

فارس، کرمان اور سجستان کی فتوحات

[1] کرمان: وسطی ایران کا یہ شہر اسی نام کے صوبے کا دارالحکومت ہے۔ یہاں کی تاریخی مساجد اور قالین مشہور ہیں (المنجد في الأعلام)۔ صوبہ کرمان کے مغرب میں صوبہ فارس، شمال میں یزد اور خراسان، مشرق میں بلوچستان وسیستان اور جنوب میں ہُرمزگان واقع ہیں۔ کرمان شہر ریل کے ذریعے سے یزد، اصفہان، کاشان اور قم سے ملا ہوا ہے۔ (دیکھیے مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)

[2] جیرَفت (سبزواران): یہ صوبہ کرمان کا ایک بڑا شہر ہے اور کھجور کی پیداوار کے لیے مشہور ہے (معجم البلدان: 198/2)۔ جیرفت، کرمان کا ایک ضلع ہے، اس نام کا شہر بام کے جنوب مغرب میں ہے۔ منگول دور اور بعد کی طوائف الملوکی میں اسے بہت نقصان پہنچا۔ پرانے شہر کے کھنڈر موجودہ قصبہ سبزواران کے پاس ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 572/7)

4

بصرہ سے سجستان ومکران اور خراسان کی فتوحات

سجستان کی فتح

راجح قول کے مطابق سجستان (سیستان) ربیع بن زیاد بن انس حارثی کے ہاتھوں 30ھ/650ء میں فتح ہوا جنھیں عبداللہ بن عامر نے مامور کیا تھا جبکہ وہ خود خراسان پر توجہ مرکوز کیے ہوئے تھے۔ ربیع بن زیاد حارثی نے پہلے فہرج [1] فتح کیا، پھر وہ تقریباً 415 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے حصن زالق جا پہنچے جو سیستان سے تقریباً 28 کلومیٹر پیچھے تھا۔ حصن زالق سے انھوں نے قصبہ ''کرکویہ'' کا رُخ کیا جو آگے 9 کلومیٹر کی مسافت پر تھا۔ اس کے بعد وہ رستاق ہیسون اور ہندمند [2] فتح کرتے ہوئے وادیٔ نوق پار کرکے زوشت پر حملہ آور ہوئے اور اہل شہر کو شکست دی، پھر ناشرود میں لڑائی ہوئی اور مسلمان فتح یاب رہے۔ اس کے بعد ربیع کے لشکر نے شرواذ فتح کرکے زرنج [3] کا جا محاصرہ کیا۔ اہل شہر نے صلح کرلی، پھر وہ سنارود پار کرکے قریتین تک فاتحانہ گئے اور اس کے بعد زرنج لوٹ آئے۔

دریائے ہندمند (ہلمند)

مکران کی فتح

مکران ان دنوں ریاست سندھ میں شمار ہوتا تھا۔ حکم بن عمرو تغلبی نے مکران کی طرف پیش قدمی کی۔ اس دوران میں پہلے شہاب بن مخارق اور پھر سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان حکم سے آن ملے۔ مہاراجہ سندھ کے بھیجے ہوئے لشکر سے ان کا ٹکراؤ ہوا اور انھوں نے ہنودِ سندھ کو شکست فاش دی۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو انھوں نے ان کو مزید آگے بڑھنے سے روک دیا۔

[1] فہرج: یہ شہر یزد کے جنوب مشرق میں یزد کرمان ریلوے لائن پر واقع ہے۔ یاقوت حموی کے بقول ''فہرج یزد سے 5 فرسخ پر ہے۔'' (معجم البلدان: 281/4)

[2] ہِند مَند: یہ عربوں کا دیا ہوا نام ہے، اصل نام ہلمند ہے۔ اصطخری لکھتا ہے: ''ہندمند (ہلمند) سجستان (سیستان) کا سب سے بڑا دریا ہے جو علاقہ غور کے عقب سے نکلتا ہے اور داور اور بُست کے پاس سے گزرتا ہوا سجستان کے نواح میں بہتا ہے'' (معجم البلدان: 418/5)۔ ہلمند افغانستان کا طویل ترین دریا ہے۔ یہ ہندو کش کے پہاڑوں سے نکل کر جنوب مغرب میں 1125 کلومیٹر تک بہتا ہے حتی کہ ایران افغانستان سرحد کے قریب اس کا پانی دلدلی زمین (ہامون ہلمند) میں جذب ہو جاتا ہے (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 655)۔ آج کل ہندمند یا ہلمند نام کا کوئی قصبہ نہیں، البتہ ہلمند دریا معروف ہے۔

[3] زَرَنج: سیستان (افغانستان) کا یہ قصبہ دریائے ہلمند کے دہانے کے قریب نمکین پانی کی جھیل (ہامون ہلمند) کے کنارے واقع ہے۔ (مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)

فتح خراسان

خراسان کی فتح پر احنف بن قیس رضی اللہ عنہ مامور ہوئے تھے۔ اس کی فتح بڑی اہمیت رکھتی تھی کیونکہ یہ شکست خوردہ یزدگرد شاہ کا آخری مستقر تھا۔ گویا خراسان کا سقوط دولت ساسانیہ کے زوال اور اختتام کی علامت تھا۔ یزدگرد شاہ اب مرو [1] میں مقیم تھا جو اس کی مملکت کی آخری حدود میں واقع تھا اور اس پر مسلمانوں کے قبضے کا مطلب یہ تھا کہ ساسانی سلطنت کے بچاؤ کی آخری جنگ تمام ہوگئی۔

مسجد شیخ لطف اللہ (اصفہان)

خراسان کی طرف عساکر اسلام کی توجہ ان فتوحات کا بدیہی نتیجہ تھی جو مسلمانوں کو ایران میں مغرب سے مشرق تک حاصل ہوئی تھیں۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم پر بصرہ سے اپنا لشکر لے کر چلے (21ھ/641ء) اور مہرجان قذق، [2] اصفہان [3] اور طبس سے ہوتے ہوئے ہرات [4] (افغانستان) پر حملہ آور ہوئے۔ ہرات فتح کر کے انھوں نے درج ذیل کارروائیاں کیں:

① مطرِف بن عبداللہ بن شِخّیر کو نیشاپور [5] کی طرف بھیجا۔ مطرف کی راستے میں دشمن سے

1 مَرْو (مروشاہجان): ترکمانستان کا یہ شہر دریائے مُرغاب کے اختتام پر واقع ہے جہاں یہ دریا، دریائے آمو سے آنے والی نہر قراقم میں گرتا ہے۔ ان دنوں مرو شہر "ماری" کہلاتا ہے۔ ابو مسلم خراسانی نے یہیں سے عباسی خلافت کے قیام کے لیے تحریک شروع کی تھی (المنجد في الأعلام)۔ عرب جغرافیہ دان اسے "مروشاہجان" کہتے تھے تاکہ مرو رُود سے اس کا فرق ظاہر ہو سکے جو بالائی مرغاب کے کنارے (افغانستان میں) ایک چھوٹا سا قصبہ تھا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 481/20)۔ مروشاہجان خراسان کے شہروں میں مشہور ترین ہے۔ مرو اور نیشاپور کے درمیان 70 فرسخ کا فاصلہ ہے۔ یہاں بریدہ بن حُصیب اسلمی رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا تھا اور یہیں ان کی قبر ہے۔ سلطان سنجر سلجوقی یہاں مقیم رہا اور یہیں دفن ہوا۔ (معجم البلدان: 114,113/5)

2 مہرجان قَذَق: یہ شہروں اور قصبوں سے آباد خوبصورت علاقہ جبال کے نواح میں صیمرہ کے قریب حلوان ہمدان شاہراہ کے دائیں طرف واقع ہے۔ "مہرجان" کے معنی "سورج" یا "محبت وشفقت" کے ہیں اور یہ قذق نامی شخص سے منسوب ہے۔ (معجم البلدان: 233/5)

3 اصفہان: ایران کا یہ تاریخی شہر اور صوبہ پہلے جَیْ کہلاتا تھا، پھر یہودیہ کہلانے لگا کیونکہ یہاں بخت نصر کے فلسطین سے لائے ہوئے یہودی آباد ہوئے تھے۔ اصل میں یہ اسپہان (اسپ بمعنی "گھوڑا" کی جمع) یا سپاہان (سپاہ کی جمع) تھا جو بدل کر اصفہان (عربی میں اصبہان) ہوگیا۔ حجاج بن یوسف نے ایک شخص کو اصفہان کا والی بناتے ہوئے کہا تھا: "میں نے تمھیں اس شہر کا والی بنایا ہے جس کے پتھر سُرمہ ہیں، جس کی مکھیاں شہد کی ہیں اور جس کی گھاس زعفران ہے" (معجم البلدان: 206/1)۔ اصفہان یا اصبہان طہران اور شیراز کے درمیان واقع ہے۔ یہ سلاجقہ اور صفویوں کا دارالحکومت رہا (المنجد في الأعلام)۔ 1030ء میں محمود غزنوی نے اصفہان فتح کیا۔ 1228ء میں یہاں جلال الدین خوارزم شاہ اور منگولوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ 1388ء میں تیمور نے اصفہان میں قتل عام کے بعد 70 ہزار کھوپڑیوں کا کلہ مینار بنایا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 844/2)

4 ہرات: شمال مغربی افغانستان کا یہ شہر ایرانی سرحد کے قریب ہری رُود پر واقع ہے۔ آبادی پونے دو لاکھ ہے۔ استراخانی کھالوں، اون اور قالینوں کے لیے مشہور ہے (المنجد في الأعلام)۔ ہرات صوبہ ہرات کا صدر مقام بھی ہے۔

5 نیشاپور: ایران کا یہ شہر مشہد کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ قدیم خراسان کا دارالحکومت تھا۔ آبادی 75 ہزار ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں یہ بلخ، ہرات اور مرو کے ساتھ اسلامی تہذیب کا مرکز تھا۔ نظام الملک طوسی نے یہاں مدرسہ نظامیہ قائم کیا۔ نیشاپور عمر خیام اور فرید الدین عطار کی جنم بھومی تھا۔ 1221ء میں مغلوں نے اسے تباہ کردیا۔ (المنجد في الأعلام)

تیموری مسجد (بلخ)
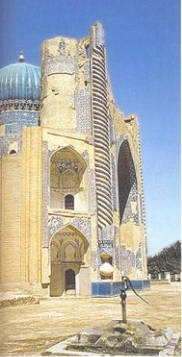
کہیں لڑائی نہ ہوئی اور وہ نیشاپور پہنچ گئے۔

② حارث بن حسان دَوسی کو سرخس [1] کی طرف روانہ کیا۔

③ صحار عبدی کو پیچھے ہرات میں چھوڑا اور خود احنف رضی اللہ عنہ مروشاہجان کی طرف بڑھے جہاں یزدگرد قیام پذیر تھا۔لشکر اسلام کی آمد کی خبر سن کر یزدگرد مرورُود کی طرف نکل گیا اور احنف نے مروشاہجان پر قبضہ کرلیا۔

دریں اثناء احنف رضی اللہ عنہ کو کوفے سے آنے والی کمک مل گئی تو انھوں نے حاتم بن نعمان باہلی کو مرو شاہجان میں اپنا نائب بنایا اور خود مرورُود کا رُخ کیا۔ یزدگرد، احنف سے شکست کھا کر بلخ کی طرف فرار ہوگیا اور مرورُود پر احنف قابض ہوگئے۔ پھر مسلمانوں نے یزدگرد شاہ کا تعاقب کیا اور بلخ کے قریب اس کے باقی لشکر کو شکست دی۔ یزدگرد بچ کر دریائے جیحون (آمودریا) کے پار چلا گیا۔ ادھر خراسانیوں نے احنف سے صلح کرلی۔ احنف نے ربعی بن عامر تمیمی کو طخارستان (شمالی افغانستان) میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود مرورُود کی طرف لوٹ گئے۔

دریں اثناء یزدگرد نے ہمسایہ ترکوں اور اہل صُغد سے مدد مانگی تو ترک خاقان مدد کے لیے تیار ہوگیا۔ خاقان نے اپنے لشکر میں اہلِ فرغانہ و صغد کو آگے رکھا اور وہ کثیر تعداد میں تھے۔ یزدگرد ترکوں کی پناہ لے چکا تھا، چنانچہ وہ ترک لشکر کے ہمراہ دریائے جیحون عبور کرکے بلخ پہنچ گیا۔ مرورُود کی طرف ترکوں کی پیش قدمی کے باعث مسلمانوں نے اپنی اگلی چوکیاں خالی کردیں، چنانچہ یزدگرد اور ترکوں نے آگے بڑھ کر مرورُود پر قبضہ کرلیا۔ انھیں ایک معرکے میں شکست ہوئی تو ترک لوٹ گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بغیر لڑائی کے لوٹ گئے کیونکہ ان کے نزدیک لڑائی بے معنی تھی۔ اب یزدگرد ان سے الگ ہوکر مروشاہجان پہنچا تاکہ وہاں موجود اپنا خزانہ حاصل کرے۔ اس نے اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ مروشاہجان کا محاصرہ کرلیا مگر باہمی اختلاف پیدا ہونے سے ان میں ٹھن گئی۔ اس دوران میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ مرورُود سے آن پہنچے تو یزدگرد فرار ہوکر ترکوں کے پاس فرغانہ چلا گیا۔ بقیہ ایرانیوں نے احنف بن قیس سے صلح کرلی اور وہ پرمسرت اور امن چین کی زندگی بسر کرنے لگے۔ یوں ساسانی سلطنت اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

کچھ عرصہ بعد یزدگرد ایرانیوں ہی کے ہاتھوں مارا گیا اور یہ واقعہ خلافتِ عثمان 31ھ/651ء میں پیش آیا۔

[1] سَرَخس: ایران کا یہ قدیم شہر ایران ترکمانستان سرحد پر واقع ہے۔ سرحد پار ترکمانستان کے شہر کا نام بھی سرخس ہے جو ریل اور سڑک کے ذریعے سے مرو سے ملا ہوا ہے (مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)۔ سرخس ہری رُود کے نشیبی طاس میں واقع ہے۔ خلیفہ مامون کا وزیر فضل بن سہل اور حنفی فقیہ امام محمد بن احمد (سرخسی) سرخس میں پیدا ہوئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 10/811)

5

آرمینیا وآذربائیجان کی مزید فتوحات

آرمینیا [1] اور آذربائیجان [2] کی یہ فتوحات سابقہ فتوحات کا تسلسل تھیں اور یہ تین خطوط میں حاصل ہوئیں:

گائیوئی (نیلی) مسجد، یریوان (آرمینیا)

ان فتوحات کی پہلی لہر جنوبی بحیرۂ خزر (بحیرۂ قزوین) کی طرف سے بڑھی۔ اس کے لیے دولشکر آذربائیجان روانہ کیے گئے۔ حلوان سے ایک فوج بُکیر بن عبداللہ لیثی کی قیادت میں چلی اور اُس نے کرمانشاہ پہنچ کر بعض ایرانی دستوں کو شکست دی۔ یہاں سِماک بن خَرَشہ انصاری بھی ان سے آن ملے جو رے کی فتح سے فارغ ہو چکے تھے۔ بُکیر نے شمال کی طرف پیش قدمی جاری رکھی حتی کہ موقان فتح کرتے ہوئے الباب (دربند) جا پہنچے۔

دوسرا لشکر موصل سے روانہ ہوا تھا جس کی قیادت عتبہ بن فرقد سُلَمی کے ہاتھ میں تھی۔ انھوں نے شہرزور کی فتح سے آغاز کیا، پھر صامغین اور دارآباد پر چڑھائی کی۔ ان لوگوں نے جزیہ اور خراج کی شرائط پر صلح کرلی (22ھ/642ء)۔ عتبہ کی فتوحات جاری رہیں حتی کہ اُرمیہ [3] فتح ہوگیا۔

[1] آرمینیا: یہ پہاڑی علاقہ کوہ قاف (قفقاز) کے جنوب میں اناطولیہ (ترکی) اور ایران (اور آذربائیجان) کے درمیان واقع ہے۔ دریائے دجلہ، فرات اور اراکس آرمینیا ہی کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ صلیبی جنگوں کے زمانے میں 1198ء میں یہاں آرمینیا کی ریاست قائم ہوئی جسے 1375ء میں ممالیک (مصروشام) نے فتح کرلیا۔ پھر آرمینیا پر ایرانیوں، ترکوں اور عثمانیوں کا تسلط رہا حتی کہ 1829ء میں روس نے مشرقی آرمینیا پر قبضہ جمالیا جو 1991ء میں آزاد جمہوریہ آرمینیا بن گیا۔ اس کا دارالحکومت یریوان (Yerevan) ہے۔ مغربی آرمینیا ترکی میں شامل ہے۔ آرمینیا کی سرحد پر ترکی کے اندر کوہ اَرارات (5205 میٹر بلند) واقع ہے (المنجد في الأعلام)۔ بائبل کی کتاب ''پیدائش'' (باب:8، فقرہ:4) کے مطابق ''حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کا پانی اترنے کے بعد اَراراط کے پہاڑوں پر ٹک گئی۔'' کوہ ارارات کو قرآن میں ''جودی'' کہا گیا ہے۔

[2] آذربائیجان: جمہوریہ آذربائیجان، ایران، آرمینیا (اور روسی داغستان اور جمہوریہ جارجیا) کے درمیان واقع ہے۔ آرمینیا، ترکی اور ایران میں گھرا ہوا علاقہ نخچیوان بھی آذربائیجان کا حصہ ہے۔ اس کے شمال میں قفقاز (کوہ قاف) ہے۔ آذربائیجان نے دسمبر 1991ء میں روس سے آزادی حاصل کی۔ یہ تیل پیدا کرنے والا ملک ہے۔ اس کا دارالحکومت باکو تیل کی صنعت کا مرکز ہے۔ جمہوریہ آذربائیجان اور آرمینیا کے جنوب میں ایرانی آذربائیجان ہے جو دوحصوں میں منقسم ہے۔ مشرقی آذربائیجان کا صدر مقام تبریز ہے۔ اور مغربی صوبے کا صدر مقام اُرمیہ ہے۔ (المنجد في الأعلام)

[3] اُرمیہ: یاقوت حموی لکھتا ہے: ''آذربائیجان کا یہ قدیم شہر جھیل اُرمیہ سے تین چار میل دُور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شہر زرتشت ہے اور یہاں باغات وفواکہ بکثرت ہیں۔ سلطان ازبک بن پہلوان بن الدکز نے اپنی کمزوری کے باعث اسے نظر انداز کررکھا ہے۔ میں نے 617ھ میں اس کی سیاحت کی'' (معجم البلدان:159/1)۔ ان دنوں یہ ایران کا شہر ہے۔ اسے شامی اُرمیا، عرب اُرمیہ، ایرانی اُرومی اور ترک اُرومیہ (رُومیہ) لکھتے ہیں۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 461/2)

اتاترک یونیورسٹی اور شہر ارض روم

بدلیس (بتلیس) کے قلعے سے شہر کا منظر

الجزیرہ کی فتح کی تکمیل (18ھ/639ء) کے بعد اسلامی لشکر کی قیادت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو ملی۔ وہ منزلیں طے کرتے اَرزن [1] پہنچے اور صلح صفائی سے اسے فتح کرلیا۔ پھر وہ درب [2] میں داخل ہوگئے اور اس کے بعد بدلیس [3] سے گزر کر خلاط [4] کا رُخ کیا۔ خلاط والوں نے بھی صلح کی روش اختیار کی۔ پھر وہ رَقّہ (شام) لوٹ آئے اور وہاں سے حمص آ گئے (19ھ/640ء)۔ اس لشکر کشی کے دوران میں عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو مَلَطِیہ کی طرف روانہ کیا، انھوں نے ملطیہ فتح کرلیا مگر 27ھ/647ء میں رومیوں نے یہ شہر مسلمانوں سے واپس لے لیا، تاہم صورتِ حال غیر واضح رہی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ملطیہ کی جنگ مسلمانوں نے دشمن کی ٹوہ لگانے کے لیے لڑی تھی اور اس کے بعد وہ از خود اسے چھوڑ کر چلے آئے تھے۔

فتوحات آرمینیا و آذر بائیجان کی دوسری لہر اس وقت شروع ہوئی جب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ شام کے والی بنے اور اُنھوں نے حبیب بن مسلمہ کو دوسری بار آذر بائیجان کی طرف بھیجا۔ وہ شام اور الجزیرہ کی 6 تا 8 ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور قالیقلا پہنچے جہاں رومیوں نے کثیر لشکر جمع کر رکھا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں 2 ہزار کی کمک روانہ کی جو قالیقلا میں ان سے آن ملی۔ کوفہ سے بھی سلمان بن ربیعہ باہلی کی قیادت میں 6 تا 8 ہزار کی کمک مزید آ رہی تھی، تاہم اس کے پہنچنے سے پہلے دریائے فرات کے کنارے شدید لڑائی ہوئی جس میں رومی سپہ سالار

[1] اَرزن: اناطولیہ کا یہ شہر دجلہ کے معاون ارزن صو کے مشرقی کنارے پر واقع تھا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 375/2)۔ عربی اطلس میں ارزن اور قالیقلا (ارزن الروم) کو ایک شہر "قالیقلا (ارزن)" لکھا گیا ہے جو درست نہیں۔

[2] درب: یہ دیارِ بکر کے علاقے میں میّا فارقین کے قریب ہے۔ یہاں قیصر روم کو نوشیرواں نے شکست دی اور رومی کوہ "ساتید ما" کے پاس کتّوں کی موت مارے گئے، قیصر اور اس کے چند ساتھیوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں، لہٰذا اس کا نام درب الکلاب (کتوں کا راستہ) پڑ گیا۔ (معجم البلدان: 448/2)

[3] بدلیس (بتلیس): یہ مشرقی اناطولیہ میں اسی نام کی ولایت کا مرکزی شہر ہے جو دریائے بتلیس کے کنارے جھیل وان سے 25 کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بدلیس دوبارہ فتح کیا۔ تیسری بار خلیفہ عبدالملک کے بھائی محمد نے اسے فتح کر کے الجزیرہ سے اس کا الحاق کیا۔ عہدِ عباسی میں بدلیس دیار بکر کے شیخیہ، حمدانیہ اور مروانیہ کے زیر حکومت رہا۔ 1084ء میں سلجوقیوں نے مروانیوں کی حکومت ختم کردی۔ 1207ء میں ایوبیوں نے بدلیس فتح کر کے یہاں کرد لا بسائے، پھر مغول آن دھمکے۔ ایلخانی مغلوں کے زوال کے بعد "رژکی" نامی کرد خاندان 1847ء تک بدلیس پر حکمران رہا حتی کہ عثمانیوں نے اسے مکمل طور پر فتح کرلیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران میں روسی یہاں قابض رہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 169/4)

[4] خِلاط یا اَخلاط (ارمنی میں Khlat): یہ جھیل وان کے شمال مغربی کنارے پر واقع ہے۔ 316ھ/928ء میں اخلاط پر دمستق جان کورکاس (John Curcuas) نے حملہ کیا۔ 1071ء میں جنگ مَنازگرد (ملازکرد Manazkert) کے بعد الپ ارسلان نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ 604ھ/1207ء میں العادل ایوبی کے بیٹے الاوحد نے اہل جارجیا کو شکست دے کر اسے فتح کرلیا۔ 1230ء میں جلال الدین خوارزم شاہ اس پر قابض ہوا۔ 633ھ/1236ء میں علاء الدین کیقباد اول سلجوقی نے اخلاط پر قبضہ کرلیا اور 1244ء میں مغل (تاتاری) اس پر قابض ہوگئے۔ 955ھ/1548ء میں شاہ طہماسپ نے شہر پر قبضہ کر کے اسے پیوندِ زمین کردیا۔ 963ھ میں سلطان سلیمان اول نے اسے سلطنت عثمانیہ میں شامل کیا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 185/2)

''اَرمنیاقس'' مارا گیا۔ اس جنگ کے بعد جب سلمان کا لشکر قالیقلا [1] میں وارد ہوا تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ اڑان [2] (آذربائیجان) کی طرف پیش قدمی کریں۔

مَلَطیہ: ترکی کا یہ شہر دریائے فرات کے قریب جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہاں سے العزیز، دیار بکر، سیواس اور غازی عینتاب کو ریلوے لائنیں اور سڑکیں جاتی ہیں۔ (مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)

خسرو اول (نوشیرواں) نے 575ء میں ملطیہ میں شکست کھانے کے بعد اسے جلا دیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود ملطیہ فتح کر کے یہاں قلعہ نشین فوج رکھی۔ خلیفہ عبدالملک اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بازنطینیوں نے اسے تاخت وتاراج کیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے طرندہ کے پناہ گزیں ملطیہ میں آباد کیے۔ 133ھ / 750ء میں قسطنطین ششم نے ملطیہ کے محصورین کو شہر چھوڑنے پر مجبور کیا اور پھر اسے پیوندِ زمین کر دیا۔ چھ سال بعد 139ھ میں المنصور کے سپہ سالار صالح بن علی بن عبداللہ نے قسطنطین کی ایک لاکھ فوج کو شکست دے کر ملطیہ پر قبضہ کر لیا اور المنصور کے بھتیجے عبدالوہاب بن ابراہیم نے اسے از سرِ نو تعمیر کرایا (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 565/21)۔ ملطیہ کی بنیاد سکندر اعظم نے رکھی تھی۔ 322ھ میں دمستق رومی نے ملطیہ پر قبضہ کر کے اس کی فصیل اور محلات تباہ کر دیے۔ اس سانحے پر شعراء نے مرثیے لکھے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

فَلَأَبْكِيَنَّ عَلٰى مَلَطِيَّةَ كُلَّمَا أَبْصَرْتُ سَيْفًا أَوْ سَمِعْتُ صَهِيلًا

هَدَمَ الدُّمُسْتُقُ سُورَهَا وَقُصُورَهَا فَسَمِعْتُ فِيهَا لِلنِّسَاءِ عَوِيلًا

وَالْعِلْجُ يَسْحَبُهَا وَتَلْطِمُ كَفُّهُ مُتَوَرِّدًا يَقَقَ الْبَيَاضِ جَمِيلًا

قَالُوا الصَّلِيبُ بِهَا بِأَمْرٍ ثَابِتٍ قَدْ أَظْهَرُوا الصُّلْبَانَ وَالْإِنْجِيلَا

''میں جب بھی کوئی تلوار دیکھوں گا یا کسی گھوڑے کی آواز سنوں گا تو ملطیہ پر ضرور رووں گا۔''

''دمستق رُومی نے شہر ملطیہ کی فصیل اور محلات منہدم کر دیے، تب میں نے وہاں عورتوں کی آہ وزاری سُنی تھی۔''

''اکھڑ رومی فوجی گلاب رنگ، گوری چٹی، خوبصورت عورتوں پر ہاتھ ڈالتے اور اُنھیں زدوکوب کرتے، گھسیٹتے لیے جاتے تھے۔''

''وہ کہتے تھے کہ صلیب یہاں ہمیشہ کے لیے گاڑ دی گئی ہے۔ صلیبیں اور انجیل غالب آ گئی ہیں۔'' (معجم البلدان: 193,192/5)

1 قالیقَلا (ارزن الروم یا ارض روم): یہ خلاط کے نواح میں واقع ہے۔ یہ شہر قالی نامی ملکہ نے آباد کیا تھا اور اس کے معنی ہیں ''قالی کا احسان'' (معجم البلدان: 299/4)۔ ارض روم (قالیقلا) ترکی آرمینیا میں ایک ولایت کا صدر مقام ہے۔ یہاں کبھی بازنطینیوں کا تھیوڈوسیو پولس آباد تھا جو ضلع کرنوئی کلک کا صدر مقام تھا۔ عربوں نے کرنوئی کلک کے حوالے سے اسے قالیقلا کا نام دیا۔ 1049ء میں سلجوقیوں نے ارزن شہر کو تباہ کر دیا۔ اس کی آبادی قالیقلا منتقل ہو گئی اور اسے ارزن الروم کا نام دیا جو بگڑ کر ارزروم یا ارض روم ہو گیا۔ مغول (منگولوں) اور اوزون حسن (آق قویونلی حکمران) کے اقتدار کے بعد 878ھ / 1473ء میں ارزروم سلطان محمد ثانی کے قبضے میں آ گیا۔ 1916ء تا 1919ء اس پر روسی قابض رہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 373/2)

2 اَڑان: یہ ایک وسیع صوبہ ہے۔ اس کے مشہور شہر جنزہ، برذعہ، شمکور اور بَیلقان ہیں۔ جنزہ کو عوام الناس گنجہ کہتے ہیں۔ اڑان دریائے الرّس (اراکس) کے شمال اور مغرب میں ہے جبکہ آذربائیجان اس کے مشرق میں ہے (معجم البلدان: 136/1)۔ یوں اڑان موجودہ مملکت آذربائیجان کے مغربی حصے نگورنو قرہ باغ، نَخچِی وَان اور مشرقی آرمینیا پر مشتمل تھا۔ رُوسیوں نے 1804ء میں گنجہ (Ganca) پر قبضہ کر کے اسے یلزاوت پول (شہر الزبتھ) کا نام دیا جو 89-1935ء میں کیروف آباد کہلاتا رہا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)۔ فارسی کے مشہور شاعر نظامی گنجوی کا تعلق گنجہ سے تھا۔
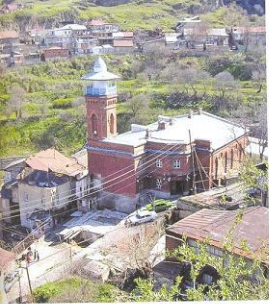
تبلسی (جارجیا) کا دلکش منظر

دریں اثناء حبیب بن مسلمہ نے مربالا اور خلاط سے ہوتے ہوئے بَسفُر جان (واسپراکان) [1] پر لشکر کشی کی۔ وہاں سے انھوں نے ایک جیش اَرجیش اور باجُنیس (آرمینیا) کی طرف بھیجا۔ یہ دونوں شہر فتح ہو گئے۔ پھر لشکرِ اسلام نے اَزدساط (قرمز) سے گزر کر دریائے اکراد (کورا) پار کیا اور دُبَیل (دوین) [2] کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے صلح کے ساتھ شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اس روز جمعے کا دن اور تاریخ 15 شوال 19ھ / 6 اکتوبر 640ء تھی۔ مسلمانوں نے ان تمام شہروں پر غلبہ پا لیا اور حبیب بن مسلمہ نے انھیں یہ امان نامہ لکھ دیا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حبیب بن مسلمہ نے یہ امان نامہ دُبَیل کے مسیحیوں اور مجوسیوں اور یہودیوں کو لکھ دیا ہے، خواہ وہ یہاں موجود ہیں یا غائب۔ میں تمھیں تمھارے جان و مال، تمھارے گرجوں اور کلیسوں اور فصیل شہر کی امان دیتا ہوں۔ تم سب امن میں ہو اور ہم پر عہد کی پابندی لازم ہے جب تک کہ تم وفادار رہو اور جزیہ اور خراج دیتے رہو۔ اللہ گواہ ہے اور اللہ ہی بطور گواہ کافی ہے۔''

امان نامہ مہر کے ساتھ ختم ہوا۔

پھر حبیب بن مسلمہ نشوئی (نخجِی وان) پہنچے تو اہل شہر نے صلح کر لی جیسے دُبیل والوں یا بَسفُر جان کے دیگر علاقوں نے صلح کی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے سِسجان [3] کا رخ کیا اور غلبہ پا کر اہل شہر کی صلح قبول کر لی۔ پھر حبیب جُرزان [4] پہنچے اور وہاں کے باشندوں نے خونریز لڑائی کے بعد صلح کی۔ اب وہ تفلس [5] میں وارد ہوئے، ان لوگوں نے مصالحت کے ساتھ شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

ادھر سلمان بن ربیعہ باہلی قالیقلا سے ارّان روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں بَیلَقان اور برذعہ پر مصالحانہ قبضہ کرتے ہوئے انھوں نے آس پاس کی بستیوں پر حملہ کیا اور ارد گرد کا تمام علاقہ اسلامی حکومت میں شامل کر لیا۔ پھر وہ دریائے اراکس [6] اور دریائے کورا کے سنگم پر پہنچے اور بردیج

1 بَسفُر جان (واسپراکان): یہ ارّان کا ایک ضلع ہے جس کا صدر مقام النشوی (نخجی وان) ہے۔ اسے نوشیرواں نے آباد کیا تھا (معجم البلدان: 422/1)۔ ان دنوں بسفر جان کا علاقہ نخجی وان کہلاتا ہے جو مملکتِ آذر بائیجان کا حصہ ہے۔

2 دُبَیل: ''یہ آرمینیا کا ایک شہر ہے جو ارّان کی سرحد پر واقع ہے۔'' (معجم البلدان: 439/2) یاقوت نے ''دَبیل'' لکھا ہے۔

3 سِسجان یا سِیسجان: سیسجان اور دبیل کے مابین 16 فرسخ کا فاصلہ ہے۔ (معجم البلدان: 297/3)

4 جُرزان (جارجیا): یہ آرمینیا کا نواحی علاقہ ہے جس کا مرکزی شہر تفلیس ہے۔ الکرج (گرجستانی یا جارجین) کا معرب ''جُرز'' ہے جس سے یہ علاقہ جُرزان مشہور ہوا اور یہ قوم ''جُرزیہ'' کہلاتی ہے۔ (معجم البلدان: 125/2)

5 تفلس یا تبلسی: یہ جمہوریہ جارجیا (گرجستان) کا دارالحکومت ہے اور دریائے کورا پر واقع ہے۔ (المنجد في الأعلام)

6 دریائے اراکس (عربی میں الرّس): یہ دریا ارض روم کے جنوب سے نکلتا ہے اور آرمینیا، آذر بائیجان اور ایران کی سرحد بناتا ہوا مشرقی آذر بائیجان میں سے گزر کر بحیرۂ خزر (قزوین) میں جا گرتا ہے۔ (المنجد في الأعلام)

کے پیچھے دریائے کوراعبور کر کے قبلہ فتح کر لیا۔ اہل شروان [1] نے اور آگے، شہر الباب تک، تمام آذریوں نے مصالحت کر لی۔ اس کے بعد سلمان بن ربیعہ نے دریائے بلنجر پار کیا تو خاقان اور اس کے گھڑ سواروں سے لڑائی ہوئی جس میں سلمان بن ربیعہ شہید ہو گئے۔ ارمنی روایت کے مطابق ان کے ساتھ چار ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ ایک اور ارمنی روایت ہی کے مطابق یہ لشکر کشی آذربائیجان کی طرف سے عثمان اور عقبہ کی قیادت میں کی گئی۔ (شاید ان روایات میں عثمان بن ابی العاص اور عتبہ بن فرقد مراد ہیں، عقبہ نہیں۔)

جب لشکر اسلام آرمینیا کی حدود میں پہنچا تھا تو وہ تین حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا:

① ایک جیش نے واسپراکان کا رُخ کیا اور زرخیز اراضی پر قبضہ کرتے ہوئے نخچیوان پہنچ گیا۔

② دوسرے جیش نے اقلیم طارون فتح کی اور کثیر مالِ غنیمت اور قیدی اس کے ہاتھ لگے۔

③ تیسرا جیش جو اقلیم ''کوجووت'' کی طرف روانہ ہوا تھا، اسے بڑی دشواری پیش آئی۔ وہ قلعہ اردزاب تک پہنچ گئے اور ایک رات قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت ان کی تعداد تین ہزار تھی لیکن رومی سپہ سالار تھیوڈور رشتونی نے ان کا حملہ پسپا کر دیا، جیل سے قیدی رہا کر دیے اور مل کر مسلمانوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ تھوڑے ہی مسلمان بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے اور باقی سب شہادت پا گئے۔ ادھر تھیوڈور کثیر مال
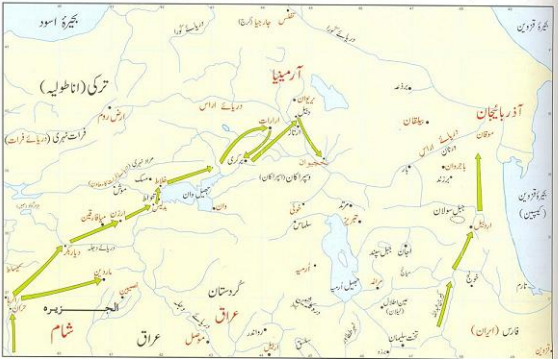
الجزیرہ سے آرمینیا اور فارس سے آذربائیجان کی فتح

[1] شروان: یہ شہر باب الابواب (دربند) کے نواح میں ہے اور اپنے بانی نوشیرواں کے نام سے موسوم ہے۔ صوبہ شروان کا اہم شہر شماخہ ہے۔ کہتے ہیں کہ شروان کے پاس صخرۂ موسیٰ ہے جہاں وہ (موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہم سفر یوشع) اپنے توشے کی مچھلی بھول کر آگے چلے گئے تھے۔ قرآن کی سورۂ کہف کے اس واقعے میں مذکور بحر سے مراد بحیرۂ جیلان (قزوین) ہے اور قریہ، باجروان ہے (معجم البلدان:339/3)۔ یاقوت نے یہ بہت دور از کار روایت بیان کی ہے۔ بیشتر مفسرین مجمع البحرین سے نیل ابیض و نیل ازرق کا سنگم یا بحیرۂ قلزم کی خلیج عقبہ اور خلیج سویز کا سنگم مراد لیتے ہیں۔

غنیمت اور تحائف لیے بازنطینی رومی سلطنت کے حکمران کونسٹنس ثانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

34 ھ/654ء میں قیصر روم کونسٹنس ایک عظیم لشکر کے ساتھ آرمینیا پر حملہ آور ہوا۔ وہ 20 ہزار سپاہیوں کے ساتھ ڈبیل (دوین) میں داخل ہوا اور اس نے ارمنیوں کو دوسری مرتبہ وہ مسیحی عقیدہ قبول کرنے پر مجبور کیا جو کیلسیڈون (خلقیدون) کونسل نے (451ء میں) منظور کیا تھا، یہ کہ مسیح علیہ السلام دوہری (انسانی اور الوہی) حیثیت رکھتے ہیں۔ ارمنیوں نے یہ عقیدہ قبول نہ کیا جیسا کہ قبطی مصریوں نے بھی قبول نہیں کیا تھا۔ کونسٹنس نے تھیوڈور کو کیلسیڈونی مسلک پر ایمان نہ رکھنے کے باعث معزول کر دیا تو اس نے بغاوت کر دی۔ اس پر کونسٹنس نے تین ہزار کا لشکر اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا، نیز جارجیا (الکرج)، البان اور سیونی میں اس کے مددگاروں کی سرکوبی کے لیے فوجیں روانہ کیں مگر ان فوجی مہمات کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

فتوحات آرمینیا و آذربائیجان کی تیسری لہر اس وقت شروع ہوئی جب قیصر روم کونسٹنس نے ارمنی فوج رومی لشکر میں ضم کر دی جس کی قیادت بازنطینی سپہ سالار بروکوب کے ہاتھ میں تھی۔ اس پر تھیوڈور نے مسلمانوں سے مدد طلب کر لی اور بیشتر ارمنی مسلمانوں کے ہمنوا ہو گئے کیونکہ انھوں نے کبھی کسی پر اپنا دین جبراً مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، چنانچہ تھیوڈور کی مدد کے لیے ایک فوجی دستہ بھیجا گیا۔ یہ اسلامی لشکر ''یوفیت'' سے ہو کر

جارجیا: بحیرۂ اسود پر واقع جمہوریہ جارجیا، ترکی، آرمینیا، روس (اور آذربائیجان) کے درمیان واقع ہے۔ اس کا دارالحکومت تبلسی (سابق طفلس یا تفلس) ہے۔ اس میں ابخازیہ اور اجاریہ کی جمہوریتیں بھی شامل ہیں۔ رقبہ 69700 مربع کلومیٹر اور آبادی 54 لاکھ (سے اوپر) ہے۔ اپریل 1991ء میں جارجیا، روس کے قبضے سے آزاد ہو گیا۔ جارجیا میں واقع کوہستان قفقاز کی بلند ترین چوٹی قازبیگ 5047 میٹر اُونچی ہے۔ قدیم عرب اسے الکرج (فارسی میں گرجستان) کہتے تھے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ایک ریاست بھی جارجیا کہلاتی ہے۔ بحر اوقیانوس پر واقع ریاست جارجیا کا دارالحکومت اٹلانٹا ہے (المنجد في الأعلام)۔ شمال میں جارجیا کی سرحد کوہ قاف اکبر اور روسی مقبوضہ چیچنیا سے ملتی ہے۔

آخری اموی خلیفہ مروان ثانی کے موالی میں سے شعیب کے پوتے اسحٰق بن اسمٰعیل نے جرزان (جارجیا) میں ایک علیحدہ ریاست قائم کر لی تھی (215ھ تا 239ھ/830ء تا 853ء) جسے خلیفہ واثق نے تسلیم کر لیا تھا مگر خلیفہ متوکل کے دور میں ترک جرنیل بُغا الکبیر الشرابی کو آرمینیا (بشمول جارجیا) بھیجا گیا جس نے تفلس کا محاصرہ کر لیا۔ اسحٰق نے شہر سے باہر نکل کر حملہ کیا مگر بُغا نے آتش گیر نفط پھینک کر شہر کو آگ لگا دی۔ اسحٰق کی گردن اُڑا دی گئی اور تقریباً 50 ہزار آدمی اس آتش زدگی کی نذر ہو گئے۔ عرب مصنفین اس سانحے کو قفقاز میں عربوں کے اقتدار کے زوال پذیر ہونے کا نقطۂ آغاز سمجھتے ہیں (ورنہ عین ممکن تھا آج جارجیا، عراق اور کردستان وغیرہ کی طرح مسلم اکثریت کا خطہ ہوتا اور وہاں عربی زبان اور عربی ثقافت حاوی ہوتی۔)

مسعودی (متوفی 346ھ) مسجد ذی القرنین (مسخیتا) کو شاہ جُرزان (گرجستان) کا مستقر بتاتا ہے۔ 300ھ/912ء میں تفلس کا امیر جعفر بن علی تھا۔ العینی بنو جعفر کی مُدت حکومت 200 برس بتاتا ہے۔ بنو جعفر کے سکوں پر خلفائے عباسیہ مطیع للّٰہ اور طائع للّٰہ کے نام کندہ ہیں۔ 1220ء میں سوبدائی اور جبی نویان کے منگول (تاتاری) لشکروں نے جارجیا کو روند ڈالا۔ دریں اثناء مارچ 1226ء میں جلال الدین خوارزم شاہ نے تفلس پر قبضہ کر لیا۔ 1236ء میں منگول دوبارہ جارجیا پر حملہ آور ہوئے۔ مسیحی ملکہ رُسدن، تفلس سے کوتاتیس چلی گئی اور شہر کے والی نے شہر جلا دیا۔ امیر تیمور نے تین بار جارجیا پر یلغار کی اور 806ھ/1403ء میں گرجستان کے اطراف کو بلادِ ابخاز کی حدود تک ویران کر دیا۔ 961ھ/1553ء کے عثمانی صفوی معاہدے کے تحت جارجیا، ترکی اور ایران میں تقسیم ہو گیا۔ اس سے پہلے 1540ء میں طہماسپ صفوی تفلس پر قابض ہو چکا تھا۔ معاہدے کی رو سے طرابزون اور طرابلس (Tire-boli) تک کا علاقہ سلطان سلیمان عثمانی کو ملا۔ اس دور کے مقامی حکمرانوں میں سے کلباد گرجی، داؤد خان، بگرات ششم، رستم (کیخسرو)، اریکلہ اول (نظر علی خاں)، وختنگ (24-1711ء) اور محمد قلی خاں (قسطنطین ثالث) مسلمان تھے۔ رستم کا لے پالک بیٹا اور جانشین وختنگ (شاہ نواز اول 76-1658ء) اگرچہ مسلمان تھا مگر اس نے ملک میں اعترافِ معاصی (Confession) اور عشائے ربانی کی رسوم پھر سے جاری کر دیں۔ 1147ھ/1734ء میں نادر شاہ نے تفلس فتح کیا۔ ستمبر 1801ء میں زارِ روس الگزانڈر اول نے آنجہانی حاکم جارجیا پال اول کی درخواست کے مطابق جارجیا کا روس سے الحاق کر لیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 561-541/6)

جھیل وان کا خوبصورت منظر

جھیل وان [1] (ترکی) کے شمال مغرب میں بزنونیک میں خیمہ زن ہوا۔ ادھر رومی سپہ سالار بروکوب نے کشتیوں کے پل کے ذریعے سے دریائے فرات پار کیا اور شام کے علاقے پر حملہ آور ہوا مگر مسلمانوں نے اسے شکست فاش دی۔ رومیوں کی مشکلات میں اس وقت مزید اضافہ ہوگیا جب فاروبن تھیوڈورنے، جو رومی لشکر میں ارمنی دستوں کا سالار تھا، پل توڑ دیے اور اپنی کشتیاں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں جنھیں پانی کا دھارا بہا لے گیا۔ یوں رومیوں کی واپسی کا راستہ مسدود ہو گیا۔ تب مسلمانوں نے عین اس وقت رومیوں پر ہلّہ بول دیا جب وہ دریا عبور کرنے کی کوشش میں تھے، چنانچہ بیشتر رومی غرق ہوگئے۔

35ھ/655ء میں سردیاں ختم ہوتے ہی آرمینیا کی طرف مسلمانوں کی دوسری پیش قدمی تھیوڈور رشتونی کے تعاون سے عمل میں آئی۔ مسلمان رومیوں کو پسپا کرنے میں کامیاب رہے۔ انھوں نے رومی عیسائیوں کو بحیرۂ کریمیا (بحیرۂ اسود) [2] تک پیچھے دھکیل دیا۔ وہ رومی شہر ترابزون پر حملہ آور ہوئے اور کثیر مال غنیمت اور بڑی تعداد میں رومی قیدیوں کے ہمراہ لوٹے۔ اور اس کمر توڑ شکست کے بعد قیصر کونسٹنس نے مسلمانوں سے ٹکرانے کی کبھی کوشش نہ کی۔

بحیرۂ اسود کے کنارے ترابزون شہر کا منظر

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اہل آرمینیا سے مذاکرات اور منصفانہ صلح نامہ طے کرنے کے لیے ایک وفد ان کے پاس بھیجا۔ اس سے پہلے ایرانیوں یا رومیوں نے ان سے کبھی اس طرح کا معاہدہ نہیں کیا تھا۔ اس معاہدے نے انھیں مسلمانوں کے زیر حفاظت ترقی کرنے کے مواقع فراہم کر دیے۔ تھیوڈور رشتونی معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے دمشق آیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو خلعت پہنایا، تحائف دیے اور اسے آرمینیا، جارجیا، الباں، سیونی اور دربند تک کا حکمران مامور کیا، پھر ایک اسلامی لشکر نے آرمینیا کا خیر سگالی دورہ کیا۔ انھوں نے

[1] جھیل وان: نمکین پانی کی یہ جھیل مشرقی ترکی میں واقع ہے اور 3740 مربع کلومیٹر پر محیط ہے (المنجد في الأعلام)۔ اس کے مشرقی ساحل پر "وان" نامی شہر آباد ہے۔

[2] بحیرۂ اسود: اسے بحیرۂ کریمیا اس لیے کہا گیا کہ اس کے شمال میں جزیرہ نما کریمیا ہے جو یوکرین سے ایک خاکنائے کے ذریعے سے متصل ہے۔ کریمیا ماضی میں ایک عظیم الشان مسلم ریاست تھی۔ ان دنوں کریمیا یوکرین میں شامل ہے۔

سردیاں دُبیل میں گزاریں، پھر وہ شام لوٹ آئے۔

اس دور کے ارمنی مؤرخ سبیوس نے اس مسلم ارمنی معاہدے کو امیر معاویہ ﷛ کے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

''میں نے اور تم نے ایک زمانی مُدّت کے لیے، جس کا تعین تم کروگے، یہ طے کیا ہے کہ میں تین سال کے لیے تم پر کوئی جزیہ لاگو نہیں کروں گا۔ لیکن اس معاملے میں مذکورہ مدت کے بعد تم جزیہ ادا کروگے جتنا کہ تم ادا کرنا چاہو۔ اور تمھیں حق حاصل ہوگا کہ اپنے ملک میں 15 ہزار گھڑ سوار رکھو اور ان کی خوراک وغیرہ کا انتظام کرو۔ میں جزیہ کا حساب کرتے وقت ان کا خرچ منہا کردوں گا۔

تمھارے گھڑ سواروں کو میں اپنے پاس شام طلب نہیں کروں گا۔ لیکن یہ ان کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ہمہ وقت کسی بھی جگہ جانے کو تیار رہیں جدھر جانے کا انھیں حکم دیا جائے۔ اور میں تمھارے قلعوں میں کسی کو امیر بنا کر نہیں بھیجوں گا اور نہ کوئی عربی سالار یا گھڑ سوار بھیجوں گا۔

اگر کوئی دشمن آرمینیا کا رُخ کرے گا تو ہم اسے گھات لگا کر نیست ونابود کردیں گے اور اگر رومیوں نے تم سے جنگ کرنے کے لیے پیش قدمی کی تو میں تمھاری امداد کے لیے لشکر بھیجوں گا جس کی تعداد کا تعین تم خود کروگے۔ میں اللہ عزوجل کے حضور یہ عہد کرتا ہوں۔''

6

ماوراء النہر کی فتوحات

دوسری طرف اسلامی عساکر نے ماوراء النہر [1] یا اس سے متصل علاقوں میں حدودِ چین تک جہاد جاری رکھا۔ ہر جہاد کے بعد وہ مرلوٹ آتے تھے، پھر نئے سرے سے ان فتوحات کا آغاز ہوا، چنانچہ 30ھ/ 650ء میں عبداللہ بن عامر بن کُریز رضی اللہ عنہما نے خراسان میں جنگ کی اور کوہستان (قوہستان) [2] کی بغاوت کچل ڈالی۔ انھوں نے یزید الجرشی بن یزید کو نیشاپور کے علاقے رُستاق زام کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا۔ یزید نے رستاق زام کے علاوہ باخرز [3] اور جوین [4] بھی فتح کر لیے۔

خیوا (خوارزم) کی ایک مسجد

نیشاپور کے علاقے میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما نے بُست، اشبند، رُخ، زاوہ، خواف، اسبرائین، ارغیان اور ابرشہر [5] فتح کر لیے۔ انھوں نے عبداللہ بن خازم رضی اللہ عنہ کو سرخس کی طرف بھیجا جو فتح کر لیا گیا۔ ابن عامر نے ایک لشکر ہرات کی طرف روانہ کیا، وہاں کے حاکم نے ہرات، بادغیس اور بوشنج کی طرف سے صلح کر لی۔ عبداللہ بن عامر کے زیر قیادت

---

[1] ماوراء النہر: عربوں نے دریائے جیحون (Oxus) یا آمو دریا کے پار کے علاقے کو یہ نام دیا تھا۔ بخارا، سمرقند، خیوا (خوارزم) اور تاشقند اس علاقے کے مشہور شہر ہیں (المنجد في الأعلام)۔ یونانی ماوراء النہر کو Transoxiana کہتے تھے۔

[2] کوہستان: قوہستان اس کا معرّب ہے۔ اس سے مراد وہ تمام پہاڑی علاقہ ہے جو نواحِ ہرات سے الجبال (مغربی ایران) میں نہاوند، ہمدان اور بروجرد تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا صدر مقام قائن ہے۔ تون، جنابذ اور طبس اس کے شہر ہیں (معجم البلدان: 416/4)۔ آج کل کوہستان ایرانی صوبہ خراسان میں شامل ہے۔

[3] باخرز: یہ نیشاپور اور ہرات کے مابین ایک علاقہ ہے، اس کا صدر مقام مالین ہے۔ (معجم البلدان: 316/1)

[4] جوین: اسے گویان بھی لکھتے ہیں۔ یہ نیشاپور کے علاقے کا ایک ضلع ہے جو بسطام سے جانے والی کاروانی شاہراہ پر جاجرم اور بیہق (سبزوار) کے درمیان واقع ہے۔ وادیٔ جوین میں قدیم دارالسلطنت (جوین) کے کھنڈر ملتے ہیں جن کے جنوب مشرق میں موجودہ شہر ججگتے (یا چغتائی) واقع ہے۔ امام الحرمین ابو المعالی عبدالملک جوینی (متوفی 478ھ/ 1085ء) اور ان کے والد عبداللہ بن یوسف (شافعی عالم) جوین ہی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ جوین یا گوین بجستان (افغانستان) میں فراہ رُود کے کنارے واقع ایک قلعہ بند مقام (شہر) بھی ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 7/535- 542)

[5] رُخ، زاوہ، خواف، اسبرائینَ (اسفرائین)، ارغیان اور ابرشہر: یہ سب علاقے نیشاپور کے نواح میں تھے (دیکھیے معجم البلدان)۔ اسفرائین دراصل سپرائین (عربی میں اسبرائین) تھا جس کے معنی ہیں ''ڈھال (سپر) والے'' اسفرائین نیشاپور اور جرجان کے وسط میں تھا (معجم البلدان: 177/1)۔ ابرشہر یا برشہر نیشاپور کو کہا جاتا تھا (معجم البلدان: 384/1)۔ زاوہ شہر کو آج کل تربتِ حیدری کا نام دیا جاتا ہے (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 443/10)۔ خواف تربت حیدریہ کے جنوب مشرق میں ہے اور تربتِ حیدریہ مشہد کے جنوب میں تربت جام اور کاشمر کے مابین واقع ہے۔ (مڈل ایسٹ ورلڈ ریول میپ)

دریائے جیحون [1] کے ادھر کی فتوحات مکمل ہوگئیں تو جیحون پار کے علاقے (ماوراء النہر) کے لوگوں نے صلح کی درخواست کی جو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے قبول کرکے ان سے صلح کرلی۔

سن 41ھ/661ء میں مسلمانوں نے زرنج [2]، خواس اور بُست [3] کے علاقے، جو سرکش ہوگئے تھے، دوبارہ فتح کرلیے۔ اسی طرح کابل [4] کی فتح عمل میں آئی، نیز ربیع بن زیاد حارثی نے بلخ از سرِ نو فتح کیا اور ان کے بیٹے عبدالفتاح نے دریائے جیحون تک فتوحات کو وسعت دی۔

سن 51ھ/671ء میں زیاد بن ابی سفیان رحمہ اللہ (گورنر عراق) نے ربیع بن زیاد حارثی کو خراسان کی گورنری پر مامور کیا اور ان کے ساتھ کوفہ اور بصرہ سے 50 ہزار سے زیادہ افراد اور ان کے اہل و عیال روانہ کیے جنھیں دریائے جیحون کے آس پاس بسایا گیا۔ سن 54ھ/674ء میں بیکند [5] اور

دریائے جیحون اور پس منظر میں ''افغانستان ازبکستان دوستی پل''

کوہ ہندوکش کے دامن میں کابل اور دریائے کابل
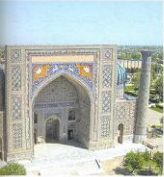
سمرقند کے چوک ریگستان میں ''شیر در مدرسہ''

[1] جیحون: اسے اب آمو دریا کہا جاتا ہے۔ عرب اسے جیحون کہتے تھے۔ 2620 کلومیٹر لمبا دریا کوہستان پامیر سے نکلتا ہے اور افغانستان اور تاجکستان کی سرحد بناتا اور ترکمانستان اور ازبکستان میں سے بہتا ہوا بحیرۂ ارال میں جا گرتا ہے (المنجد في الأعلام)۔ ترمذ اور خوارزم (خیوا) کے شہر آمو دریا ہی پر واقع ہیں۔ یونانی اسے آکسس (Oxus) کہتے تھے۔

[2] زرنج: یہ ایران (کی سرحد پر واقع افغانستان) کا شہر ہے۔ زرنج ماضی میں سجستان کا سب سے بڑا شہر اور پائے تخت تھا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 455/10)۔ جھیل ہلمند پر واقع زرنج افغانی صوبہ نیمروز کا صدر مقام ہے۔ (دیکھیے مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)

[3] بُست: یہ سجستان کا ایک ویران شہر ہے جس کے کھنڈر (قلعہ بُست اور لشکر بازار) قندھار سے ہرات جانے والی شاہراہ کے قریب دریائے ہلمند کے کنارے واقع ہیں۔ غزنوی دور میں بُست اہم چھاؤنی تھا۔ علاء الدین غوری کے دھاوے، مغول (منگولوں) کے حملے (618ھ/1221ء) اور تیمور کی لشکر کشی نے اسے بالکل اجاڑ دیا۔ 1738ء میں نادر شاہ نے قلعہ بُست کے برج و بارہ کو تڑوا دیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 509/4-511)۔ مشہور محدث ابن حبان رحمہ اللہ بُست کے رہنے والے تھے۔ (معجم البلدان: 415/1)

[4] کابل: یعقوبی لکھتا ہے کہ اسے خلافتِ عثمانی میں عبدالرحمٰن بن سمرہ نے فتح کیا تھا۔ مامون کے زمانے میں کابل شاہ نے اطاعت کرلی اور یہاں کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ 910ھ/1504ء میں بابر کے کابل پر قبضے نے اس کی سلطنتِ ہند کے لیے بنیاد کا کام دیا۔ درانی عہد میں کابل نے بطور دارالحکومت قندھار کی جگہ لے لی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 4,3/17)

[5] بیکند: یہ بخارا اور دریائے جیحون کے مابین ایک شہر ہے جو بخارا سے ایک مرحلے پر ہے۔ ان دنوں اجڑا پڑا ہے۔ یہاں ماوراء النہر کے سب شہروں سے زیادہ سرائیں تھیں۔ (معجم البلدان: 533/1)

بخارا کے معرکے سر ہوئے۔ سُغد (صُغد) [1] کے علاقے پر سعید بن عثمان بن عفان کی قیادت میں حملہ کیا گیا اور باب الحدید اور ترمذ [2] فتح ہو گئے، پھر سالم بن زیاد نے بخارا اور سمرقند [3] فتح کیے۔

سن 78ھ/696ء میں مہلب بن ابی صفرہ ازدی والیٔ عراق حجاج بن یوسف ثقفی کی طرف سے خراسان کے گورنر تھے۔ انھوں نے صُغد میں

بخارا: ازبکستان کا یہ شہر دریائے زرافشاں کی زیریں گزرگاہ پر واقع ہے۔ یہ نام بوہر یا وہارا (خانقاہ) کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ اسلامی مآخذ میں مقامی حکمرانوں کو بخارا خداہ لکھا گیا ہے۔ 54ھ میں عربوں نے عبیداللہ بن زیاد کی قیادت میں شدید لڑائی کے بعد بخارا فتح کر لیا۔ 91ھ/710ء میں قتیبہ بن مسلم نے دشمنوں کو شکست دے کر طغشادہ (طوق سیادہ) کو شاہِ بخارا کی حیثیت سے مسند نشین کیا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ یہیں 194ھ/809ء میں پیدا ہوئے۔ 260ھ/874ء میں بخارا سامانی سلطنت میں شامل ہوا اور پھر اس کا دارالحکومت رہا۔ ذی الحجہ 616ھ/فروری 1220ء میں چنگیز خاں کے مغول (تاتاریوں) نے بخارا کی جامع مسجد اور چند محلات کو چھوڑ کر پورا شہر نذرِ آتش کر دیا۔ چنگیز خاں کے جانشین کے عہد میں یہ پھر ایک گنجان آباد شہر بن گیا۔ 671ھ/1273ء میں تاتاری حکمران ایلخان اباقا نے بخارا پر قبضہ کیا تو شہر پھر تباہ و برباد ہو گیا۔ 1500ء کے بعد بخارا پر شیبانی اُزبک قابض رہا۔ 1153ھ/1740ء میں نادر شاہ نے بخارا فتح کر لیا۔ انیسویں صدی عیسوی میں امیر بخارا مظفر الدین (85-1860ء) کو روسیوں کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔ بخارا کی آبادی دو اڑھائی لاکھ ہے (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 4/110-116، تاریخ الطبري: 4/221، المنجد في الأعلام)۔ یاقوت لکھتا ہے: عبیداللہ بن زیاد کی بصرہ واپسی کے بعد 55ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعید بن عثمان بن عفان کو والیٔ خراسان مامور کیا۔ سعید نے لشکر کے ساتھ دریائے جیحون عبور کیا۔ ادھر ایک لاکھ بیس ہزار ترک مقابلے میں نکلے مگر بخارا کی حکمران خاتون (ملکہ) نے صورتِ حال دیکھ کر صلح کی پیشکش کی اور یوں سعید کا بخارا پر قبضہ ہو گیا۔ (معجم البلدان: 1/355)

[1] صُغد یا سُغد: اسے یونانی میں سُگدیانا (Sogdiana) کہتے ہیں۔ یہ علاقہ دریائے جیحون سے دریائے سیحون (سیر دریا) تک پھیلا ہوا تھا۔ البیرونی کے بقول سُغدی زرتشتی تہذیب کے حامل تھے۔ اسلامی دور میں اصطخری کے مطابق سغد خاص بخارا کے مشرقی جانب دبوسیہ سے سمرقند تک پھیلا ہوا تھا۔ یعقوبی سُغد کا دارالحکومت کَش (دوسری جگہ سمرقند) بتاتا ہے۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 11/65,66)

[2] ترمذ: ازبکستان کا یہ شہر افغانستان کی سرحد پر آمو دریا (جیحون) کے (دائیں) کنارے واقع ہے۔ اس کی بنیاد سکندرِ اعظم سے منسوب ہے۔ 70ھ/690ء میں موسیٰ بن عبداللہ بن خازم نے اسے فتح کر کے یہاں حکمرانی کی حتی کہ 85ھ/704ء میں عثمان بن مسعود نے اسے اموی سلطنت میں شامل کر لیا۔ امام محدث ابوعیسیٰ محمد ترمذی رحمہ اللہ یہیں کے رہنے والے تھے۔ 1220ء میں ترمذ کو مغلوں (منگولوں) نے فتح کر کے تباہ و برباد کر دیا۔ ابن بطوطہ کے دور میں شہر ترمذ اپنی اصلی جگہ کے بجائے دریا سے دو میل دور آباد ہو چکا تھا۔ بلخ کی لڑائی (47-1646ء) میں شہزادہ اورنگ زیب کی فتح کے بعد ہندوستانی فوجوں نے ترمذ پر قبضہ کر لیا۔ اٹھارھویں صدی کے فتنہ و فساد میں ترمذ دوبارہ برباد ہوا۔ 1894ء میں ترمذ کے کھنڈروں سے پانچ میل دُور روسی قلعۂ ترمذ تعمیر ہوا جو آہستہ آہستہ ایک شہر بن گیا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 6/376-378، المنجد في الأعلام)

[3] سمرقند: یہ ماوراء النہر کا بڑا شہر ہے۔ زمانۂ حال میں سمرقند اسی نام کے صوبے کا صدر مقام ہے۔ یہ دریائے سغد (زرافشاں) کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ اس کے متعلق مشرقی، نیز روسی اور یورپی سیاحوں کا بیان ہے کہ وہ بلاشبہ جنت الفردوس ہے۔ اس شہر کا نام پہلے پہل سکندر کی مشرقی مہموں کے تذکروں میں "مارا کندا" کی صورت میں ملتا ہے۔ 91ھ میں قتیبہ بن مسلم نے اسے فتح کیا۔ شہر کی خوشحالی کا دورِ جدید اس وقت شروع ہوا جب تیمور کا 771ھ/1369ء میں ماوراء النہر میں بول بالا ہوا۔ اس نے سمرقند کو اپنی روز افزوں مملکت کا صدر مقام بنایا اور اسے پوری شان و شوکت کے ساتھ آراستہ کرنا شروع کیا۔ 14 نومبر 1868ء کو روسی جرنیل کافمان (Kauffmann) قدیم تیموری دارالسلطنت سمرقند میں داخل ہوا اور یہ شہر مظفر الدین امیر بخارا کے قبضے سے نکل گیا۔ 1871ء میں قدیم شہر کے مغرب میں ایک نیا روسی شہر آباد ہوا جسے ٹرانس کیسپین ریلوے سے ملا دیا گیا۔ 1882ء میں قلعے کو از سرِ نو بحال کر دیا گیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 11/289-293)۔ سمرقند کی آبادی سوا پانچ لاکھ ہے۔ یہ اسلامی تہذیب کا مرکز رہا۔ 1220ء میں چنگیز خاں نے اسے تباہ و برباد کیا۔ تیمور لنگ یہیں مدفون ہے۔ یہ ازبکستان کا مشہور شہر ہے۔ (المنجد في الأعلام)

شہر گش [1] پر قبضہ کرلیا۔

86ھ تا 96ھ / 705ء تا 715ء حجاج نے خراسان اور بلاد شرق کی حکومت قُتیبہ بن مسلم کے سپرد کی۔ انھوں نے 86ھ / 705ء میں طخارستان [2] کو ازسرِنو فتح کیا، بڑی مقدار میں مال غنیمت حاصل کیا اور خراسان کے دارالحکومت مرو لوٹ آئے۔

انھی دنوں نیزک طرخان کے پاس کچھ مسلمان قیدی تھے۔ قتیبہ نے اس کو خط لکھا کہ مسلمان قیدی رہا کردو ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔ نیزک نے انھیں رہا کردیا۔ اب قتیبہ نے اسے صلح اور امن کی پیشکش کرتے ہوئے لکھا کہ بصورت دیگر وہ اس سے جنگ کرے گا، اسے چھوڑے گا نہیں اور اسے مغلوب کر کے رہے گا، چنانچہ نیزک، قتیبہ کے پاس چلا آیا اور صلح کرلی، پھر بادغیس [3] والوں نے اس شرط پر قتیبہ سے صلح کرلی کہ وہ شہر میں داخل نہیں ہوگا۔ دریں اثناء جب قتیبہ بیکند سے چلے آئے تو بیکند والوں نے صلح توڑ دی۔ قتیبہ لشکر لے کر واپس گئے تو ترک قلعہ بند ہو چکے تھے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا اور اس دوران میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ایک ماہ بعد اہل بیکند نے صلح کی درخواست کی جو قتیبہ نے مسترد کردی حتی کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور شہر میں لڑنے والے سب مارے گئے۔

بامیان (افغانستان) کی ایک مسجد

اب قتیبہ بن مسلم، آمُل [4] کی مہم پر نکلے اور اس سے فارغ ہو کر زَمّ کے بالمقابل دریائے جیحون عبور کیا اور بخارا پر لشکر کشی کی۔ بخارا کے قریبی شہروں نُومُشکت اور کرمینیا نے ان سے صلح کرلی (88ھ / 706ء)۔ اس مہم کے دوران میں نیزک طرخان بھی ان کے ہمراہ تھا، پھر رامیثنہ نے صلح طلب کی۔ اس مصالحت کے بعد قتیبہ نے ترمذ کے مقام پر جیحون پار کیا اور بلخ سے ہوتے ہوئے مرو پہنچ گئے۔

90ھ / 708ء میں بخارا والوں نے بغاوت کردی تو قتیبہ نے ایک بار پھر چڑھائی کی اور باغیوں کو شکست دی۔ اس کے بعد شاہ صغد طرخون

[1] گش یا کَش: اس کا موجودہ نام شہر سبز ہے اور یہ ازبکستان (سابقہ ریاست بخارا) میں واقع ہے۔ چینی مآخذ میں اس کا نام کیا شہ تھا۔ شہر سبز کا نام پہلی بار سکوں پر آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں سامنے آیا۔ تیمور گش کے علاقے کا رہنے والا تھا۔ اس نے 772ھ/1370ء میں یہاں آق سرائے محل بنوایا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 278/17)

[2] طخارستان (تخارستان): اصطخری کے بقول طخارستان بلخ کے مشرق، بدخشان کے مغربی، آمو دریا کے جنوبی اور کوہستان ہندوکش کے شمالی علاقے پر مشتمل ہے۔ یعقوبی شہر بامیان کو طخارستان اُولی میں شمار کرتا ہے۔ امام طبری نے ترک عرب لڑائیوں میں بخارستان اور طخارستان کے بادشاہ جبغو یہ الطخاری کا ذکر کیا ہے۔ 740ء کے بعد طخارستان، بامیان کے غوریوں کی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ ساتویں صدی (ہجری) سے طخارستان کا نام ایک علاقے کے طور پر ختم ہوگیا (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 429/12)۔ ان دنوں تخار، شمالی افغانستان کا ایک صوبہ ہے جس کا دارالحکومت طالقان ہے۔ تخار صوبہ بدخشاں، بغلان اور کُندز میں گھرا ہوا ہے۔ اس کے شمال میں آمو بہتا ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ)

[3] بادغیس: یہ افغانستان کا شمال مغربی صوبہ ہے جس کا صدر مقام قلعۂ نو ہے۔ یہ ہرات، غور اور فاریاب کے صوبوں میں گھرا ہوا ہے۔ ''بادغیس'' اصل میں بادخیز (آندھی اٹھنے کی جگہ) تھا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 865/3)

[4] آمُل: ترکمانستان کا یہ شہر آمو دریا پر واقع ہے۔ آج کل اس کا نام چارجو ہے (المنجد في الأعلام)۔ فارسی کے مشہور شاعر طالب آملی کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ چارجو دریا کے بائیں کنارے ہے جبکہ دائیں کنارے پر فاراب پرستان اور کچھ دور فاراب واقع ہے (مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)۔ مشہور فلسفی ابونصر فارابی یہیں کے تھے۔

سے جزیے کی ادائیگی پر صلح کی تجدید کی۔ اس دوران میں نیزک طرخان نے غداری کی اور قتیبہ سے جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ اس میں شاہ طالقان [1] نے اس کا ساتھ دیا۔ قتیبہ نے فوراً طالقان پر لشکر کشی کر کے ادھر کی بغاوت کچل دی، پھر انھیں نیزک پر فتح حاصل ہوئی اور اسے 91ھ/709ء میں مرو میں ہلاک کر دیا گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق وہ طخارستان (افغانستان) میں اپنے 700 ساتھیوں اور آل اولاد کے ساتھ مارا گیا۔

اس کے بعد قتیبہ بن مسلم نے 91ھ/710ء میں شومان، کش اور نسف [2] پر دوسری بار یلغار کی اور اگلے سال (92ھ/710ء) سجستان پر ہلّہ بول دیا، پھر رتبیل کے قاصد صلح کی درخواست لے کر قتیبہ کے پاس آئے تو اس نے مصالحت کر کے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

93ھ/711ء میں قتیبہ نے خوارزم پر چڑھائی کی اور واپسی پر سمرقند والوں سے معرکہ پیش آیا۔ ان لوگوں نے پہلے صلح کر لی تھی، پھر بغاوت کر دی۔ انھوں نے مسلمانوں کے پڑاؤ پر شبخون مارنا چاہا مگر قتیبہ کو ان کے ارادے کا علم ہو گیا تو انھوں نے ان پر گھات لگا کر حملہ کیا اور دشمن کی چال ناکام بنادی۔ یہ واقعہ رات کو پیش آیا۔

94ھ/712ء میں قتیبہ نے ایک بار پھر دریائے جیحون پار کیا اور بخارا، کش، نسف اور خوارزم سے شرائط صلح کے مطابق فوج طلب کی تو 20 ہزار

خوارزم (خیوا): یہ ''ملک'' آمو دریا کی زیریں گزرگاہ پر واقع ہے۔ ہکاتایوس (یونانی مؤرخ) کے بقول سرزمین خوارزمیان کے دارالحکومت کا نام خوارزمیا (کاث) تھا۔ خوارزم میں زرتشتیوں (مجوسیوں) کے علاوہ عیسائی بھی تھے۔ 385ھ/995ء میں گرگانج (عربی میں جرجانیہ) کے والی مامون بن محمد نے خوارزم شاہ کا لقب اختیار کیا۔ گیارہویں صدی عیسوی کے آخری برسوں میں قطب الدین محمد نے ایک نئے (خوارزم شاہی) خاندان کی بنیاد رکھی۔ علاء الدین محمد خوارزم شاہ کے عہد (1200ء تا 1220ء) میں خوارزم (گرگانج) عالم مشرق کا شاندار شہر تھا اور اس کی سیادت ایران اور عمان میں بھی تسلیم کی جاتی تھی۔ صفر 618ھ/ اپریل 1221ء میں گرگانج پر تاتاری (مغول) قابض ہو گئے اور یہاں کی پوری آبادی قتل یا آمو دریا میں غرق کر دی گئی۔ تیمور نے 1379ء میں اور پھر 1388ء میں اُرگنج (خوارزم) فتح کیا۔ اس یلغار میں دارالسلطنت اُرگنج بالکل تباہ ہو گیا اور اسے زمین کے برابر کر کے وہاں جو بو دیے گئے۔ سولھویں صدی عیسوی میں دارالسلطنت کو خوارزم یا اُرگنج کے بجائے خیوا کہنے لگے۔ 1645ء میں خیوا سے تقریباً 20 میل شمال مشرق میں نیا اُرگنج بسایا گیا۔ خان انوشہ (81-1663ء) نے کاث (یا کات) کو جدید اُرگنج سے 20 میل جانب جنوب دریا کے بائیں کنارے پر پھر سے تعمیر کرایا۔ پھر ترکمانوں کے حملوں سے خیوہ بالکل تباہ ہو گیا حتیٰ کہ 1770ء میں اِیناق محمد امین نے جدید خیوا کی بنیاد رکھی۔ اللہ قلی (42-1825ء) نے قدیم اُرگنج کو دوبارہ بسایا۔ 1873ء میں خیوا روسیوں نے فتح کر لیا۔ فروری 1920ء میں خان خیوہ کی معزولی کے بعد عوامی سوویت جمہوریہ خوارزم قائم کی گئی۔ اب اُرگنج اور خیوا ازبکستان میں واقع ہیں (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 9/22-30)۔ جدید خیوا، دریا کے بائیں کنارے واقع ارگنج سے تقریباً 20 میل جنوب مغرب میں ہے جبکہ اُرگنج کے بالمقابل دریا پار البیرونی کی جائے پیدائش ''بیرون'' موجود ہے۔ کاث (موجودہ گازا چک) اور اُرگنج کے درمیان ہزار اسپ واقع ہے (مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)۔ اس کا ذکر اسلامی تاریخ میں شہر ہزار اسپ خو مجرد کے نام سے آیا ہے۔ عباسی دور میں خوارزم کی نسبت سے محمد بن موسیٰ خوارزمی مشہور ہوئے جو علم الجبرا کے موجد تھے۔ ان کی تصنیف ''الجبر والمقابلہ'' اس علم کی پہلی کتاب ہے۔

[1] **طالقان:** یہ طخارستان (افغانستان) کا ایک شہر ہے۔ 617ھ/1220ء میں چنگیز خان نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ اس کے کھنڈر چاچکتو کے قریب ہیں۔ طالقان، دیلم (ایران) کا ایک شہر بھی ہے (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 12/309)۔ افغانستان کے صوبہ تخار کا شہر طالقان اب بارونق شہر اور صوبائی صدر مقام ہے۔

[2] **نسف (قَرشی):** یہ بخارا کا ایک شہر ہے جو نخشب بھی کہلاتا ہے۔ منگولوں (تاتاریوں) نے یہاں محلات بنوائے، اس لیے سارے علاقے کو قرشی (منگولی زبان میں ''محل'') کہنے لگے۔ تیمور کے عہد میں کش (شہر سبز) نے قرشی کی اہمیت کو گہنا دیا مگر اٹھارویں صدی میں قرشی پھر ترقی کرنے لگا۔ نخشب کی شہرت اس افسانوی مصنوعی چاند کی وجہ سے ہے جو مبینہ طور پر مقنّع نامی ساحر نے بنایا تھا۔ مشہور ہے کہ وہ رات کو ایک کنویں (چاہِ نخشب) سے نکلتا تھا اور صبح اسی میں ڈوب جاتا تھا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 22/156)

جنگجو جمع ہوئے جو ان کے ہمراہ سغد کے معرکے میں شریک ہوئے، پھر قتیبہ نے انھیں شاش [1] کی مہم پر روانہ کیا اور خود فرغانہ [2] کی بغاوت فرو کرنے پر توجہ مرکوز کی۔ فرغانہ والوں سے خُجند [3] میں کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں مسلمان کامیاب رہے۔ اسی طرح شاش کی طرف روانہ کیے جانے والے لشکر کو بھی فتح حاصل ہوئی (95ھ/713ء)۔ انھوں نے شاش کا بیشتر حصہ جلا ڈالا۔ اس دوران میں قتیبہ نے فرغانہ کے شہر کاشان [4] پہنچ کر انتظامات کیے اور پھر مرو لوٹ آئے۔

دریں اثناء حجاج بن یوسف نے شوال 95ھ/714ء میں وفات پائی، پھر خلیفہ ولید بن عبدالملک نصف جمادی الآخرہ 96ھ/715ء میں انتقال کر گیا اور سلیمان بن عبدالملک مسندِ خلافت پر بیٹھا۔ قتیبہ بوجوہ سلیمان سے خائف تھے، چنانچہ اسی سال انھوں نے بغاوت کر دی اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ سمرقند چلے گئے اور کثیر بن فلان کو کاشغر [5] روانہ کیا، پھر قتیبہ سرحد چین کی طرف چلے گئے۔ وہ چینی سرحد کے قریب پہنچے تو انھیں شاہ چین کا پیغام ملا جس میں جزیہ ادا کرنے کی پیش کش کی گئی تھی۔ آخر کار قتیبہ کا انجام یہ ہوا کہ انھیں اموی فتنے کے دوران میں خراسان میں قتل کر دیا گیا۔ [6] اس وقت ان کی عمر 55 سال تھی۔

[1] **شاش:** اسے ان دنوں ''تاشقند'' کہا جاتا ہے۔ (ترکی زبان میں ''تاش'' کے معنی ہیں ''پتھر'' اور ''کند'' یا ''قند'' بمعنی ''گاؤں'' ہے) چاچ یا شاش کی سرزمین اور اس کے پایۂ تخت کے اولین حالات تیسری صدی مسیحی کے چینی مآخذ میں ملتے ہیں۔ اسلامی دور میں ملک کا نام شاش اور پایۂ تخت کا نام ''بنکث'' یا بقول بلاذری ''طاربند'' تھا۔ شہر تاشکند (تاشقند) نخلستان چرچک میں سیر دریا (سیحون) کے داہنی طرف کی ایک معاون ندی کے کنارے آباد ہے۔ اس کا نام تاشکند اول اول البیرونی کی تاریخ الہند میں ملتا ہے۔ 751ء میں چینی گورنر نے شاش کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے نے عربوں سے امداد مانگی تو ابو مسلم (خراسانی) نے زیاد بن صالح کو بھیجا جس نے ذی الحجہ 133ھ/جولائی 751ء میں چینیوں کو شکست دی۔ اسلامی دور میں خانہ بدوشوں کی یلغار کے خلاف یہاں ایک دیوار بنائی گئی جس کے آثار اب تک باقی ہیں۔ مختلف ادوار میں یہاں سامانیوں، ازبکوں، قازاقوں، قلماقوں اور خوجوں کی حکومت رہی۔ 1865ء میں رُوسیوں نے تاشقند پر قبضہ کر لیا (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 6/79-83)۔ تاشقند (عربی میں طشقند) ازبکستان کا دارالحکومت ہے۔ آبادی 21 لاکھ ہے۔ 1966ء میں یہاں تباہ کن زلزلہ آیا (المنجد في الأعلام)۔ جنوری 1966ء میں پاکستان اور بھارت میں یہیں صلح نامے (اعلانِ تاشقند) پر دستخط ہوئے۔

[2] **فرغانہ:** یہ ازبکستان کی وادئ فرغانہ کا ایک شہر ہے۔ آبادی 2 لاکھ ہے۔ وادئ فرغانہ کے دیگر شہر اندیجان، قوقند، اوش اور مارگیلان ہیں (المنجد في الأعلام)۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین بابر فرغانہ ہی کا رہنے والا تھا۔

[3] **خُجند:** یہ دریائے سیحون (سیر دریا) کے کنارے ماوراء النہر کا مشہور شہر ہے۔ فرغانہ سے اس کی حدود ملتی ہیں۔ علم ہیئت کے ماہر حامد بن خضر الخجندی (متوفی 391ھ/1000ء) یہیں پیدا ہوئے۔ انھوں نے سُدس (مقیاس ارتفاع) نامی آلہ تیار کیا جس سے سورج کا انتہائی ارتفاع دریافت کیا۔ (معجم البلدان: 348/2)

[4] **کاشان:** اس کا نام دراصل کاسان ہے جو وادئ فرغانہ (اُزبکستان) میں شاش (تاشقند) سے پرے دریائے سیحون کے جانبِ شمال واقع ہے۔ حنفی فقیہ ابوبکر بن مسعود بن احمد علاء الدین یہیں کے رہنے والے تھے جنھیں غلطی سے کاشانی بھی لکھا جاتا ہے، حالانکہ ان کی نسبت ''کاسان'' سے ہے جبکہ کاشان ایران کا ایک شہر ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 15/7)

[5] **کاشغر:** یہ عوامی جمہوریہ چین کے صوبہ سنکیانگ (موجودہ شن جیانگ) کا ایک شہر ہے (''کاش'' بمعنی رنگا رنگ اور ''غر'' بمعنی خشتی مکان)۔ پہلی صدی ق م میں چینیوں نے کاشغر (لائی ننگ) پر قبضہ کیا۔ 96ھ میں قتیبہ بن مسلم نے کاشغر فتح کیا۔ کاشغر کے پہلے مسلمان خان کی حیثیت سے سَتُق بُغرا خان (344ھ/955ء) کا نام ملتا ہے۔ 1219ء میں چنگیز خان نے اور پھر امیر تیمور نے اسے تاخت وتاراج کیا۔ 1755ء میں چینیوں نے ایک بار پھر کاشغر فتح کر لیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 18/17)

[6] قتیبہ کے لشکر میں بنو تمیم بڑی تعداد میں تھے جن کا سردار وکیع سلیمان کا حامی تھا، چنانچہ وکیع کی قیادت میں بنو تمیم نے قتیبہ کو گھیر کر قتل کر دیا۔ قتیبہ کے ساتھ ان کے بھائی اور بیٹے بھی مارے گئے جن کی تعداد 11 تھی۔ اس کا صرف ایک بھائی عمر بن مسلم بچا جس کی ماں بنو تمیم سے تھی۔ (تاریخ اسلام، اکبر شاہ خان نجیب آبادی: 757/1)

کوکل داش مدرسہ و مسجد (تاشقند)
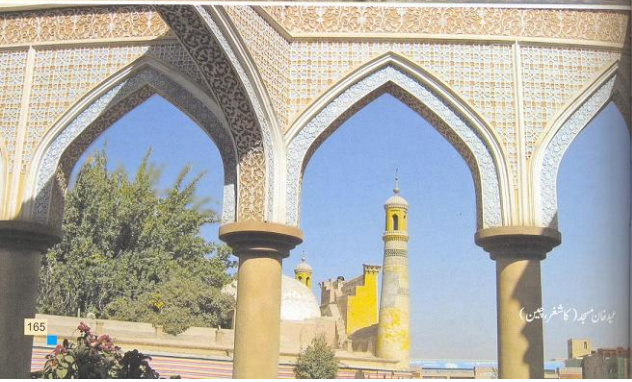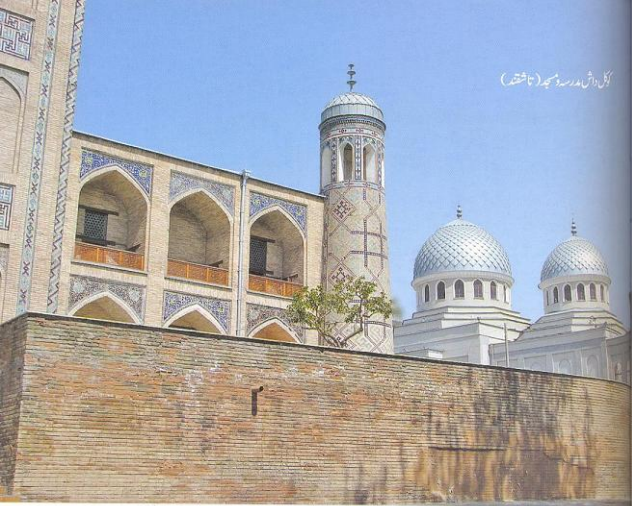
عیدخان مسجد (کاشغر، چین)

1

نبی اکرم ﷺ کا نامہ مبارک ہرقل کے نام

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبد الله ورسوله إلى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى أما بعد:

فإني أدعوك بدعاية الإسلام أسلم تسلم يوتك الله أجرك مرتين فإن توليت فعليك إثم الأريسيين و ﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کے بندے اوراس کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے رومی حکمران ہرقل کے نام

جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو! امابعد:

پس میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کرلو، سلامت رہو گے۔ اللہ تمھیں دوہرا اجر دے گا، پھر اگر تم نے حق سے منہ موڑا تو ان کاشتکاروں (شام ومصر وغیرہ کے عیسائیوں) کی گمراہی کا بوجھ تمھی پر ہوگا۔ اور (قرآن مجید میں ارشاد باری ہے):

''اے اہل کتاب! ایک کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو پروردگار نہ ٹھہرائے، پھر اگر وہ (حق سے) منہ موڑیں تو تم کہہ دو: اس بات کے گواہ رہو کہ بے شک ہم مسلمان ہیں۔'' (ال عمران 64:3)
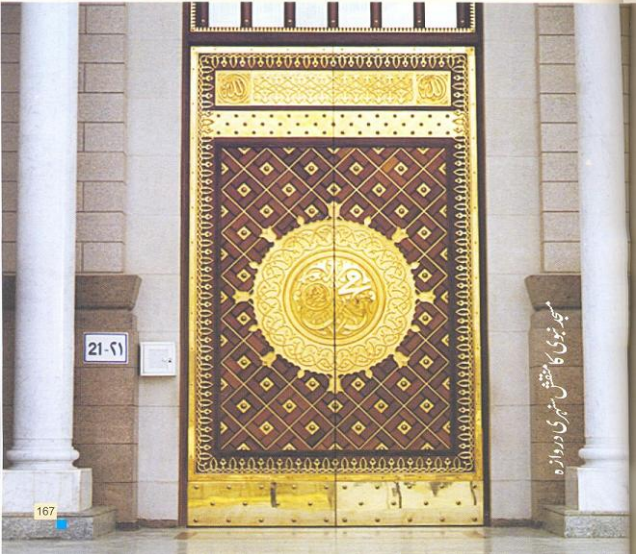
مسجد نبوی کا منقش سنہری دروازہ
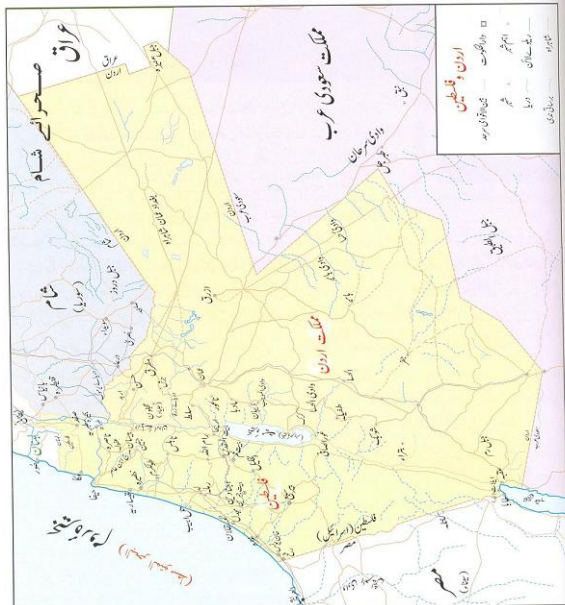
نقشہ 66

اردن و فلسطین

شاہ عبداللہ مسجد (عمان)

2

فتح شام کا آغاز

جیسا کہ ہم نے فتح عراق کے معاملے میں دیکھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہاں دو افواج بھیجی تھیں اور ان کے ذمے الگ الگ مہمات لگائی تھیں۔ دونوں عساکر نے فرات کے مغربی علاقوں پر یلغار کی تھی، پھر متحد ہو کر انھوں نے دریائے فرات کے مختلف دھارے عبور کر کے مدائن پر دھاوا بولا تھا۔ اسی طرح آپ نے شام کی طرف چار جیش روانہ کیے تھے جن کے لیے الگ الگ طے کر دیا تھا کہ وہ کس کس سمت میں حملہ آور ہوں گے اور ان کے الگ الگ قائد بھی مقرر کر دیے تھے، چنانچہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے دمشق پر، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اُردن [1] پر، ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ نے حمص [2] پر اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فلسطین پر لشکر کشی کی۔

جیسے فتح عراق اولین فوج کشی کے مطابق مکمل نہیں ہوئی، جس کا نقشہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ طے کر گئے تھے، اسی طرح فتح شام کی تکمیل بھی مذکورہ بالا اساس پر نہیں ہوئی جس میں ہر علاقے کے لیے الگ الگ جیش مختص کیے گئے تھے کہ ہر جیش اس علاقے کی فتح کی تکمیل کرے۔ فتح شام میں کچھ رکاوٹیں بھی پیش آئیں۔ ابتدا میں خالد بن سعید رضی اللہ عنہ جنوبی شام میں بلقاء [3] کے مقام پر محفوظ فوج کے ساتھ مقیم تھے۔ انھوں نے شام پر دھاوا بولا اور خلیفہ کے حکم کے بغیر مرج الصفر تک بڑھتے چلے گئے۔ لیکن رومیوں کے بھاری لشکر نے ان کا راستہ روکا اور اسلامی فوج کے دستے منتشر کر دیے۔ یہ مسلمانوں کے لیے بڑا صدمہ تھا۔

اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو، جو عراق جانے والے لشکر کے سالار تھے، یہ ہدایت کی تھی کہ وہاں سے آدھا لشکر لے کر شام روانہ ہو جائیں اور اس کے ساتھ فتوحاتِ شام کی کارروائیوں کی قیادت اپنے ہاتھ میں لیں۔

[1] اُردن: مملکت اردن کے شمال میں شام (سُوریا)، مغرب میں فلسطین، مشرق میں عراق اور جنوب میں سعودی عرب واقع ہیں۔ خلیج عقبہ پر اُردن کی بندرگاہ عقبہ واقع ہے۔ شمال مغربی اردن اور فلسطین کے درمیان (بحیرۂ طبریہ سے بحیرۂ میت تک) دریائے اردن حد بناتا ہے۔ اس کا دارالحکومت عمان ہے (المنجد في الأعلام)۔ برطانویوں نے پہلی جنگ عظیم کے دوران میں ترکوں سے فلسطین و اُردن چھین لیے تھے اور 1921ء میں یہاں ہاشمی خاندان کی بادشاہت قائم کر دی تھی جو اب تک چلی آ رہی ہے۔ 1948ء تا 1967ء غرب اردن بشمول بیت المقدس اردن میں شامل رہا۔ جون 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے غرب اردن اور بیت المقدس ہتھیا لیے۔ اردن نے 1946ء میں برطانوی سامراج سے آزادی حاصل کی اور 1948ء سے پہلے یہ ملک شرق اردن کہلاتا تھا۔ (اطلس القرآن، اُردو)

[2] حمص: یہ شام کا تاریخی شہر ہے جو دارالحکومت دمشق سے تقریباً 300 کلومیٹر شمال میں دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام اپنے مولد بابل سے ہجرت کر کے حمص کے راستے فلسطین کے شہر الخلیل پہنچے تھے اور وہاں سے مصر کے دارالحکومت ممفس چلے گئے تھے۔ حمص کو حمص بن مہر عملیکی نے آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ شہر عہد فاروقی میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا (14ھ)۔ یہاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ اور بیٹے عبدالرحمٰن، عیاض بن غنم، عبیداللہ بن عمر، سفینہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابودرداء اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔ (معجم البلدان: 2/302-304)

[3] بلقاء: یہ شمال مغربی اردن میں ایک صوبہ ہے جس کا صدر مقام السلط (جبال بلقاء) ہے۔ السلط عمان اور دریائے اردن کے درمیان واقع ہے (المنجد في الأعلام)۔ ماضی میں بلقاء ملک شام میں شمار ہوتا تھا۔ 1921ء میں مملکت شرق اردن کی تشکیل سے یہ اس نئی مملکت کا حصہ بن گیا۔

دمشق : 4000 سال سے آباد شہر

دمشق شام کا سب سے بڑا شہر ہے جو 36 درجے 18 دقیقے طول بلد مشرقی اور 33 درجے 30 دقیقے عرض بلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً سات سو میٹر بلند ہے اور لبنان شرقیہ کے سلسلۂ کوہ کی مشرقی پہاڑی جبل قاسیون کے دامن میں آباد ہے۔ دمشق کے مشرق اور شمال مشرق میں دریائے فرات تک ایک نیم صحرائی میدان پھیلا ہوا ہے جو جنوب کی جانب صحرائے عرب میں مدغم ہوجاتا ہے۔ اسے صحرائے شام کہتے ہیں۔ 1950ء میں دمشق کے جنوب مشرق میں ''تل الصالحیہ'' کے مقام پر جو کھدائیاں ہوئیں، ان سے یہاں چار ہزار سال قبل مسیح تک ایک شہری مرکز ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔

فرعون تھتموسس سوم نے پندرھویں صدی ق م میں دمشق فتح کیا تھا۔ تل الامرنہ کے کتبوں میں اس کا نام دمشکا (Dimashka) درج ہے۔ رعمسیس ثالث کے کتبوں میں یہ نام درمسک (Darmesek) کی شکل میں ملتا ہے۔ گیارھویں صدی ق م میں دمشق سرزمین آرام کا بارونق صدر مقام تھا جس کا حوالہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ملتا ہے (بائبل، پیدائش، 10: 22 و 15:14) حتی کہ آج بھی دمشق کے شمال میں مقام برزہ کی مسجد ابراہیم (علیہ السلام) کو مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں آرامیوں (حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے سامی النسل ایک قوم) نے اس شہر کا نقشہ تیار کیا جس کے بازار خط مستقیم میں ایک دوسرے کو قطع کرکے چوراہے بناتے تھے۔ یہ نقشہ دو ہزار ق م کے بابل اور اشور کے مشابہ تھا۔ دمشق کا شہر اپنے نہری نظام کی تیاری کے لیے آرامیوں ہی کا مرہون منت تھا۔ (ملخص مقالہ ''دمشق'' اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 398,397/9)

بائبل، کتاب سلاطین 2 کے ابواب 5 اور 8 میں دمشق کا ذکر آتا ہے۔ جب شاہ آرام کے سپہ سالار نعمان ابرص سے الیشع نبی (حضرت الیسع علیہ السلام) نے فرمایا کہ دریائے اردن میں سات بار غوطہ مارتا کہ تیرا جسم کوڑھ سے پاک ہوجائے تو وہ ناراض ہوکر کہنے لگا: ''کیا دمشق کی ندیاں ابانہ اور فرفر اسرائیل کی سب ندیوں سے بڑھ کر نہیں؟ کیا میں ان میں نہا کر پاک صاف نہیں ہوسکتا؟'' بعد میں اس نے اردن میں سات غوطے لگائے تو کوڑھ سے نجات پائی۔

دمشق حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھوں فتح ہوا تھا۔ 732 ق م میں اشوریوں نے شہر پر قبضہ کرکے معبد اور محل لوٹ لیا۔ اشوریوں کے بعد بابلی، ایران کے ہخامنشی، یونانی اور رومی یکے بعد دیگرے دمشق پر قابض رہے۔ یونانی سلیوکیوں نے اسے دارالحکومت بنالیا تھا۔ لیکن جب 64 ق م میں پومپی نے شام کو رومی سلطنت میں شامل کرلیا تو رومیوں نے صوبائی دارالحکومت دمشق کے بجائے انطاکیہ کو مقرر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت 612ء میں ایرانی شہنشاہ خسرو ثانی نے دمشق پر قبضہ کرلیا۔ ایرانیوں نے اسے 627ء میں خالی کیا۔ رجب 14ھ / ستمبر 635ء میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے دمشق فتح کرلیا مگر اگلے سال جنگ یرموک کے دوران میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے شہر خالی کردیا۔ تاہم یرموک کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل دمشق نے ہتھیار ڈال دیے (دسمبر 636ء)۔ 1154ء میں سلطان نورالدین زنگی نے دمشق فتح کرلیا۔ اس کے بعد یہ شہر یکے بعد دیگرے زنگی اور ایوبی سلطنتوں کا دارالحکومت رہا۔ 1260ء میں ہلاکو خان نے دمشق پر قبضہ کرکے ایوبی سلطنت کا خاتمہ کردیا، تاہم اسی سال تاتاری عین جالوت کی جنگ میں مملوک امیر رکن الدین بیبرس کے ہاتھوں شکست کھا کر دمشق خالی کرگئے۔ 1516ء میں دمشق سلطنت عثمانیہ کی عملداری میں آگیا۔ 1915ء میں یہیں شریف مکہ حسین کے بیٹے امیر فیصل اور برطانویوں میں خفیہ ''میثاق دمشق'' طے پایا جس کی رو سے برطانیہ نے عربوں کی ''آزادی'' تسلیم کرنے کا ''وعدہ'' کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عالم عرب خصوصاً فلسطین اسی میثاق دمشق کے منحوس نتائج آج تک بھگت رہا ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی شکست کے ساتھ ہی 30 ستمبر 1918ء کو ترک فوجیں دمشق خالی کرگئیں اور اتحادی دستے اس پر قابض ہوگئے۔ مارچ 1920ء میں فیصل نے دمشق میں اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا مگر اپریل میں نام نہاد جمعیت اقوام کے فیصلے سے فرانس کو شام پر انتداب کا حق مل گیا۔ 25 جولائی 1920ء کو فرانسیسی فوج دمشق پر قابض ہوگئی۔ 1941ء میں فرانسیسی استعمار کا خاتمہ ہوا تو دمشق آزاد جمہوریہ شام (الجمهورية العربية السورية) کا دارالحکومت ٹھہرا۔ (اطلس القرآن (اردو) دارالسلام، ص: 193,192)

بیروت کا فضائی منظر

صیداء کا پرانا قلعہ

بلادشام کی کیفیت

جغرافیائی حوالے سے مسلمانوں اور رومیوں کی جنگوں کے احوال پر ملک شام کے طبعی حالات کا بے حد اثر پڑا، لہٰذا ان کا ذکر ضروری ہے۔

ساحل شام تمام تر بحیرۂ روم (البحر المتوسط) کے مشرقی ساحل پر مشتمل ہے۔ یہ ایک تنگ ساحلی میدان ہے جو لبنان [1] کی بندرگاہوں جونیہ [2] اور بیروت [3] کے پاس چند سو میٹر تک محدود ہے اور جنوب میں فلسطین میں اس میدان کی وسعت کچھ زیادہ ہے۔ مشرق میں اس کی حدود جبال لبنان کا پہاڑی سلسلہ ہے جس کی سطح سمندر سے اوسط بلندی 5 ہزار فٹ ہے مگر کہیں کہیں اس کی بلندی 11 ہزار فٹ تک پہنچتی ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ شمال میں خلیج اسکندرون [4] سے جنوب میں جبال حجاز (سعودی عرب) تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے درمیان چند ہی وادیاں ہیں۔

[1] لبنان: یہ ایشیائی ملک بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کے شمال و مشرق میں شام، مغرب میں بحیرۂ روم اور جنوب میں فلسطین ہے۔ اس کا رقبہ 10450 مربع کلومیٹر اور آبادی 38 لاکھ (سے زائد) ہے۔ دارالحکومت بیروت ہے اور دیگر اہم شہر طرابلس، صیدا، صور، جونیہ، زحلہ، نبطیہ، جُبیل اور بعلبک ہیں۔ اس کی شمالاً جنوباً لمبائی 220 کلومیٹر ہے۔ یہاں ماضی قدیم میں فنقی تہذیب پروان چڑھی۔ اس پر سلیوکی، یونانی، رومی، بازنطینی اور ایرانی قابض رہے حتی کہ مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا۔ پھر یہاں صلیبی، ایوبی، ممالیک اور عثمانی قابض رہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد لبنان پر فرانس نے قبضہ جما لیا۔ 1943ء میں آزادی ملی۔ 1982ء (اور 2006ء) میں لبنان کو اسرائیل کی تباہ کن فوجی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا (المنجد في الأعلام)۔ 1943ء تک لبنان شام ہی میں شمار ہوتا تھا۔

[2] جونیہ: یہ بیروت (سے تقریباً 40 کلومیٹر شمال میں) لبنان کی ایک بندرگاہ ہے اور صوبہ کسروان کا دارالحکومت ہے۔ (المنجد في الأعلام)

[3] بیروت: لبنان کا دارالحکومت بیروت 12 لاکھ (سے زائد) آبادی کا شہر اور بحیرۂ روم کی اہم بندرگاہ ہے۔ یہ رومی دور میں پروان چڑھا اور 555ء میں زلزلے نے اسے تباہ کر دیا۔ یہاں چار مشہور یونیورسٹیاں ہیں: امریکن یونیورسٹی، جامعہ قدیس یوسف، جامعہ لبنانیہ اور جامعہ عربیہ۔ 77-1976ء کے خونریز واقعات اور 1982ء کے اسرائیلی حملے میں بیروت کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ (المنجد في الأعلام)

[4] اسکندرون: (ترکی کا) یہ شہر خلیج اسکندرون کے ساحل پر واقع ہے۔ اسے عربی میں اسکندرونہ یا اسکندریہ کہتے ہیں، نیز چھوٹا اسکندریہ بھی کہا گیا ہے۔ 1939ء میں اسکندرون کی ملکیت پر ترکی اور شام کے مابین جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی آبادی سوا لاکھ (سے زائد) ہے۔ (المنجد في الأعلام، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 651/2)

ۂ روم کے ساحل پر حیفہ کا تاریخی شہر جو اب اسرائیلیوں کے تسلط میں ہے۔

بحیرۂ روم: یہ سمندر براعظم یورپ، افریقہ اور ایشیا میں گھرا ہوا ہے۔ اس کا رقبہ 29 لاکھ 66 ہزار مربع کلومیٹر ہے جس میں بحیرۂ اسود کا رقبہ بھی شامل ہے (جو درہ دانیال اور آبنائے باسفورس کے ذریعے سے بحیرۂ روم سے ملا ہوا ہے)۔ اسے عربی میں البحر الأبیض اور البحر المتوسّط (Mediterranean) کہتے ہیں۔ بحیرۂ روم آبنائے جبل الطارق کے ذریعے سے بحراوقیانوس سے ملا ہوا ہے (یہ آبنائے اسپین اور مراکش کے درمیان حائل ہے)۔ نہر سویز اسے بحیرۂ احمر سے ملاتی ہے۔ تیونس اور صقلیہ (سسلی) کے مابین بحیرۂ روم دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے، یعنی ① مشرقی بحیرۂ روم جس میں بحیرۂ ایڈریاٹک، بحیرۂ آئیونیا (بحیرۂ یونان) اور بحیرۂ ایجین شامل ہیں۔ ② مغربی بحیرۂ روم جس میں بحیرۂ ٹائرینین (Tyrrhenian) بھی شامل ہے (جو اٹلی اور جزائر سارڈینیا و سسلی کے مابین واقع ہے)۔ بحیرۂ روم کے مشہور جزائر قبرص، روڈس، کریٹ، سسلی (صقلیہ)، سارڈینیا، کارسیکا، مالٹا، جزائر بلیارک اور جزائر یونان ہیں۔ (المنجد في الأعلام، ص:520)

شمال میں انطاکیہ [1] کے پاس دریائے عاصی [2] کی وادی ہے، (جنوبی لبنان میں دریائے لیطانی بہتا ہے) اور عکا [3] کے مشرق میں اور حیفا [4] کے سامنے مرج ابن عامر واقع ہے۔

اس پہاڑی سلسلے کے متوازی مشرق میں ایک طویل اور تنگ حوض (میدان) ہے جو شمال میں میدان العمق سے شروع ہوتا ہے، پھر جنوب میں جبال لبنان اور جبال لبنان شرقیہ کے درمیان سہل البقاع (میدان بقاع) واقع ہے جس میں سے دریائے لیطانی بہتا ہے۔ اس نشیب کی

1. **انطاکیہ (Antioch):** یہ شہر دنیا کے قدیم ترین شہروں میں شامل ہے۔ یہ جنوبی ترکی میں دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ ''سکندر اعظم کے بعد تیسرے حکمران انٹیوکس (Antiochus) نے اسے آباد کیا اور اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اسے انطاکیہ بنت روم بن یقن بن سام بن نوح علیہ السلام نے آباد کیا تھا'' (معجم البلدان: 1/ 266)۔ پہلی صدی ق م سے یہاں رومی حکمران رہے۔ 258ء اور 540ء میں اسے ایرانیوں نے برباد کیا، دریں اثناء شدید زلزلے نے آلیا۔ 636ء میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انطاکیہ فتح کیا۔ 1098ء میں اس پر صلیبی قابض ہو گئے۔ 1268ء میں مملوک سلطان رکن الدین بیبرس نے عیسائیوں کو انطاکیہ سے مار بھگایا۔ یہاں حبیب النجار کی درگاہ مشہور ہے جس کا ذکر بغیر نام کے قرآن مجید (سورۃ یٰسٓ) میں آیا ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 435,434/3)۔ انطاکیہ کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ حلب سے تقریباً 100 کلومیٹر مغرب میں واقع ہے۔ (اطلس القرآن (اردو)، ص 237)
2. **دریائے عاصی:** 570 کلومیٹر لمبا یہ دریا ہرمل (لبنان) کے قریب مغارۃ الراہب سے نکلتا ہے۔ بقاع شمالی میں سے گزر کر یہ شام میں داخل ہوتا اور جھیل قطینہ میں گرتا ہے، پھر حمص، حماہ اور انطاکیہ کے پاس سے بہتا ہوا خلیج سویدیہ (بحیرۂ روم) میں جا گرتا ہے۔ انطاکیہ سے پہلے جھیل العمق میں سے گزر کر آنے والا دریائے عفرین بھی عاصی میں آملتا ہے۔ (المنجد في الأعلام)
3. **عکا:** فلسطین کا یہ شہر بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ صلیبی جنگوں کے دوران میں اس پر صلیبی تسلط رہا اور 1191ء میں رچرڈ (شاہ انگلستان) نے یہاں 2600 شہریوں کو امان دینے کے بعد شہید کر دیا، پھر اس پر سینٹ جان کے نائٹس قابض رہے حتی کہ 1291ء میں سلطان اشرف نے اسے فتح کر کے برباد کر دیا تاکہ دوبارہ صلیبی ادھر کا رخ نہ کریں۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط میں عکا پھر آباد ہوا۔ 1799ء میں نپولین بونا پارٹ نے اس کا ناکام محاصرہ کیا۔ 1840ء میں ابراہیم پاشا نے اسے فتح کرنے کے بعد تباہ کر دیا۔ اس کی آبادی 40 ہزار سے زائد ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 428/13، المنجد في الأعلام)۔ 1948ء سے عکا (عکہ) پر اسرائیلی قابض ہیں۔ اسے بائبل میں اکّو یا عکّو (Akko)، یونانی میں ٹالمائس (Ptolemais) اور فرانسیسی میں (Acre) لکھا گیا ہے۔
4. **حیفا:** مقبوضہ فلسطین کا یہ شہر جبل کرمل کے دامن میں خلیج عکہ کے ساحل پر واقع ہے۔ آبادی 2 لاکھ 29 ہزار سے زائد ہے۔ (المنجد في الأعلام)

بحیرۂ مردار کا منظر (اردن)

جھیل طبریہ (بحیرۂ گلیلی)

چوڑائی 8 تا 14 کلومیٹر اور لمبائی 120 کلومیٹر ہے۔ جنوب کی طرف یہ نشیب ڈھلوان ہے اور دریائے اُردن [1] کی وادی کی طرف چلا گیا ہے۔ آگے البحر المیّت (بحیرۂ مردار) [2] ہے اور پھر خلیج عقبہ تک وادیٔ عربہ ہے جسے الغور کہتے ہیں۔ دریائے اُردن، بحیرۂ مردار اور وادیٔ عربہ اُردن اور فلسطین کے درمیان حدِّ فاصل ہیں۔ یہ طویل نشیب طبریہ [3] کے پاس سطحِ سمندر سے 685 فٹ نیچے ہے جہاں بحیرۂ طبریہ (بحیرۂ گلیلی) واقع ہے۔ بحیرۂ مردار پر سطحِ سمندر سے اس نشیب کی گہرائی تقریباً 1300 فٹ ہے اور یہ دنیا میں خشکی پر سب سے گہرا مقام ہے۔ اس میدان میں دریائے عاصی

[1] **دریائے اُردن:** یہ دریا لبنان کے پہاڑوں سے نکل کر جنوب کو بہتا اور بحیرۂ طبریہ (گلیلی) میں سے گزر کر 320 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے بحیرۂ میت میں جا گرتا ہے۔ دریائے اردن جب لبنان سے فلسطین کی حدود میں داخل ہوتا ہے تو وہاں اسے نہر الحاصبانی کا نام دیا جاتا ہے جو جھیل حولہ میں سے گزر کر بحیرۂ طبریہ کی طرف بڑھتا ہے۔ بحیرۂ طبریہ سے آگے مشرق (شام) سے دریائے یرموک دریائے اردن میں آن ملتا ہے۔ مزید جنوب کی طرف دریائے زرقا (اردن کی طرف سے) آ ملتا ہے اور مغرب سے دریائے جالوت بیسان کے پاس اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ بحیرۂ طبریہ اور بحیرۂ میت کے درمیان دریائے اردن فلسطین اور مملکت اردن کی حد بناتا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 327/2)

[2] **بحیرۂ مردار (بحیرۂ میت):** اسے عربی میں البحر المیت اور اردو میں بحیرۂ مردار کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل نمکین پانی کی جھیل ہے۔ اس کے مشرق میں اردن ہے اور مغرب میں غرب اردن اور اسرائیلی مقبوضہ فلسطین ہیں۔ لبنان کے پہاڑوں سے آنے والے دریائے اردن اور اس کے معاونوں دریائے یرموک اور دریائے زرقا کا پانی بحیرۂ مردار میں گرتا ہے۔ وادی العربہ، وادی الحسا، وادی الموجب اور وادی زرقا اور معین نامی ندیاں جنوب اور مشرق سے آ کر اس میں گرتی ہیں۔ اس کا رقبہ 1000 مربع کلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ گہرائی 40 میٹر ہے۔ بحیرۂ میت چونکہ ایک بند جھیل ہے، لہٰذا ان دریاؤں اور ندیوں کے ساتھ آنے والے نمک کے باعث اس کی نمکینی بہت بڑھی ہوئی ہے، چنانچہ کوئی جاندار اس بحیرے کے پانی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ بحیرۂ میت کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ سطحِ ارض پر سب سے زیادہ نشیب میں واقع ہے اور اس کی سطح عالمی سمندر کی سطح سے 400 میٹر نیچے ہے۔ یاد رہے دنیا کے تمام سمندر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور یوں اس عالمی سمندر کی سطح کو سطحِ سمندر کہا جاتا ہے۔ (اطلس القرآن (اردو)، ص: 87)

[3] **طبریہ:** فلسطین کا یہ شہر بحیرۂ طبریہ کے مغربی کنارے واقع ہے۔ اس کی آبادی پچیس تیس ہزار ہے۔ یروشلم کی تباہی (586 ق م) کے بعد طبریہ یہودیوں کا تہذیبی مرکز بن گیا (المنجد في الأعلام)۔ اسے 13ھ میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ 1099ء میں یورپی صلیبیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ صلاح الدین ایوبی نے معرکۂ حطین (583ھ / 1087ء) میں فتح یاب ہو کر طبریہ کو صلیبی قبضے سے چھڑایا۔ بحیرۂ روم کی بندرگاہوں حیفا اور عکا دونوں سے طبریہ کا فاصلہ پچاس پچاس کلومیٹر ہے جبکہ بیت المقدس اور دمشق دونوں میں سے ہر ایک طبریہ سے تقریباً 125 کلومیٹر دور ہے۔ بائبل میں اس کا نام گلیل آیا ہے۔ گرم پانی کا ایک چشمہ جو "حمہ سلیمان بن داود" کہلاتا ہے، طبریہ اور بیسان کے درمیان واقع ہے۔ بحیرۂ طبریہ کے اندر ایک تراشیدہ چٹان ہے جس کے بارے میں مقامی لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر ہے۔ (اطلس القرآن (اردو)، ص: 198,197)

بیت المقدس (یروشلم)

فلسطین: انبیاء کی سرزمین

اس خطۂ زمین کے شمال میں لبنان، شمال مشرق میں شام، مشرق میں اردن اور بحیرۂ مردار، مغرب میں بحیرۂ روم، جنوب میں خلیج عقبہ اور جنوب مغرب میں صحرائے سیناء (مصر) واقع ہیں۔ دریائے اردن فلسطین اور اردن کے مابین حد فاصل ہے۔ ماضی میں فلسطین شام کا ایک حصہ ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔ جبکہ کتاب ابن الفقیہ میں لکھا ہے کہ یہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے (معجم البلدان: 274/4)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فلستی یا فلسطی قوم 13 ویں صدی ق م میں کیلیکیا (اناطولیہ) یا جزیرہ کریٹ سے آ کر بحیرۂ روم کے ساحل پر عسقلان اور غزہ کے درمیان آباد ہوئی۔ انھوں نے کنعانیوں کو نکال باہر کیا جو 3000 ق م سے یہاں آباد تھے (المنجد في الأعلام : 416)۔ فلسطینیوں کے نام پر اس علاقے کو فلسطین کہا جانے لگا جبکہ پہلے یہ کنعان کہلاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام 1800 ق م کے لگ بھگ فلسطین میں وارد ہوئے۔

فلسطین کے ساحلی شہروں میں عکا، حیفا، قیساریہ اور تل ابیب یا فا شامل ہیں۔ ماضی کے فلسطینی شہر یافا کا نام اب تل ابیب یافا ہے۔ بیت المقدس یا القدس فلسطین کے وسط میں واقع ہے جو مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں تینوں کے نزدیک مقدس ہے۔ دیگر مشہور شہر الخلیل، نابلس، جنین، رام اللہ، رملہ، ناصرہ، لدّ، اریحا، بیت لحم، بئر سبع، غزہ، بیت جبرین، خان یونس اور عسقلان ہیں۔ عسقلان حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا شہر ہے۔ بیت لحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ اور اریحا (جریکو) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا قدیم ترین مسلسل آباد شہر ہے جو تقریباً 7000 سال سے آباد ہے۔

فلسطین کا علاقہ زیادہ تر پہاڑی ہے، اس میں جبال الخلیل، جبال کرمل، جبال نابلس اور جبال الجلیل مشہور ہیں۔ یہاں رومی خطے کے پھل بکثرت ہوتے ہیں۔ جنوب کے علاقے میں صحرائے نقب ہے۔ فلسطین کا جنوبی گوشہ خلیج عقبہ سے جا لگتا ہے جہاں اسرائیلی بندرگاہ ایلات اردنی بندرگاہ عقبہ کے بالمقابل واقع ہے۔ بحیرۂ مردار (بحرِ میت) دنیا کا پست ترین مقام ہے جو عالمی سطح سمندر سے 1200 فٹ نیچے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حاران سے حلب کے راستے فلسطین پہنچے تھے۔ یہاں وہ جبل بیت المقدس پر مقیم رہے۔ پھر مصر تشریف لے گئے تھے اور ایک عرصہ بعد فلسطین لوٹ آئے اور بئر سبع میں قیام فرمایا۔ اس ہجرت کے دوران میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ تاریخی طور پر اردن کا دار الحکومت عمان بھی فلسطین میں شمار ہوتا ہے۔

فلسطین میں دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی سلطنت قائم ہوئی تھی جو 930 ق م میں ''اسرائیل'' اور ''یہودیہ'' دو سلطنتوں میں بٹ گئی۔ ''اسرائیل'' کو 721 ق م میں اشوریوں نے اور یہودیہ کو 586 ق م میں بخت نصر نے تباہ کر دیا۔ یوں مختلف زمانوں میں فلسطین پر مصری، اشوری، کلدانی (بابلی)، ایرانی، یونانی اور رومی حکمران رہے حتیٰ کہ 634ء میں خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فلسطین فتح کر لیا۔ 1099ء تا 1187ء کے دوران میں یورپی صلیبی بیت المقدس (فلسطین) پر قابض رہے۔ 1516ء سے 1917ء تک فلسطین عثمانی ترک سلطنت میں شامل رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران میں برطانویوں نے اس پر تسلط جما لیا اور پھر ایک سازش کے تحت یہودیوں کو غاصبانہ طور پر یہاں لا بسایا جن کے آباء واجداد کو 1780 سال پہلے رومی شہنشاہ ہیڈرین نے جلاوطن کر دیا تھا۔ آخر کار مئی 1948ء میں صیہونی یہودی فلسطین میں اسرائیل کے نام سے اپنی مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے، پھر تین چار جنگوں میں اسرائیل کو وسعت دے کر پورے فلسطین پر تسلط جما لیا جبکہ 40 لاکھ سے زائد مسلمان، جنھیں یہودیوں نے دہشت گردی کے ذریعے سے ان کے گھروں سے نکال دیا، کیمپوں میں تکلیف دہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

فلسطین کا رقبہ 27 ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ اقوام متحدہ نے نومبر 1947ء میں فلسطین کا 55 فیصد علاقہ سوا چھ لاکھ یہودیوں کو دے دیا جبکہ 45 فیصد رقبہ ساڑھے بارہ لاکھ فلسطینیوں کے لیے چھوڑا گیا مگر اسرائیل نے 1948ء کی جنگ میں اپنا زیر قبضہ علاقہ 78 فیصد تک بڑھا لیا اور بقیہ 22 فیصد (غرب اردن، مشرقی بیت المقدس اور غزہ کی پٹی) جون 1967ء کی جنگ میں ہتھیا لیا۔ یوں اب پورا فلسطین یہود کے غاصبانہ تسلط میں ہے۔ 1948ء میں اسرائیل نے تل ابیب (یافا) کو دار الحکومت بنایا تھا مگر اب بیت المقدس (یروشلم) کو دار الحکومت بنا رکھا ہے۔ (اطلس القرآن (اردو)، ص: 84,83)
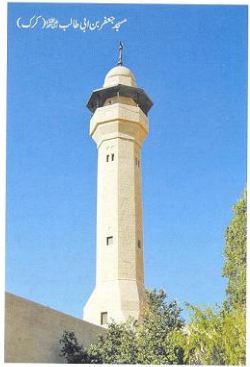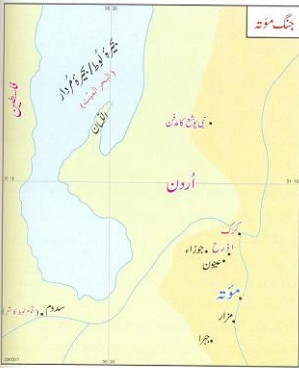
نقشہ 67

غزوۂ مؤتہ: 3ہزار2لاکھ کے مقابلے میں

شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے ان کا قصاص لینے کے لیے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا۔ اس لشکر نے جنوبی اردن پہنچ کر معان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لے کر ''مؤاب'' میں خیمہ زن ہے اور اس کے ساتھ مزید ایک لاکھ نصرانی عرب بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اس اطلاع پر مسلمانوں نے آگے بڑھ کر ''مؤتہ'' میں پڑاؤ ڈال دیا جہاں تاریخ انسانی کا عجیب ترین معرکہ پیش آیا۔ تین ہزار جانباز، دو لاکھ کے لشکر جرار کا مقابلہ کر رہے تھے۔ رُومی لشکر دن بھر حملے کرتا اور اپنے بہت سے بہادر گنوا بیٹھتا تھا، لیکن اس مختصر سی نفری کو پسپا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا۔

مسلمانوں کا ''علم'' پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لیا۔ وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں میں گھ گئے اور خلعت شہادت سے مشرف ہو کر زمین پر آ رہے۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ''علم'' سنبھالا اور خوب جنگ کی۔ وہ اپنے سرخ و سیاہ گھوڑے کی پشت سے کود پڑے، اس کی کونچیں کاٹ دیں اور دشمن پر وار پر وار کیے، یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بلند رکھا، یہاں تک کہ ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ پھر دونوں باقی ماندہ بازوؤں کی مدد سے جھنڈا آغوش میں لے لیا اور وہ آسمانی فضا میں لہراتا رہا، یہاں تک کہ وہ نیزوں اور تیروں کے نوے سے زیادہ زخم کھا کر خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی باری تھی۔ انھوں نے جھنڈا لیا اور آگے بڑھے، پھر اپنے مَعْمَعَہ نامی گھوڑے سے اتر کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم سنبھال لیا اور لڑتے ہوئے اسلامی لشکر کو بحفاظت پیچھے لے آئے۔

(ملخص از صحیح البخاری، فتح الباري، سیرت ابن هشام، زاد المعاد)
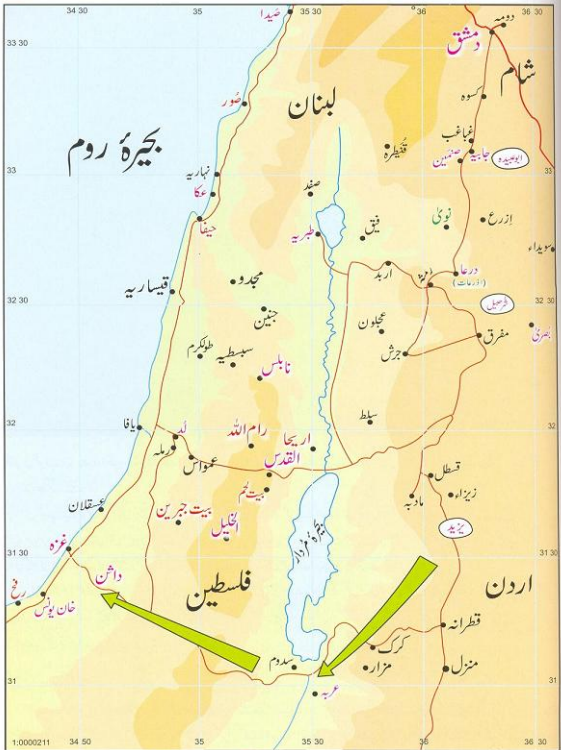
نقشہ 68 عربہ اور داثن کی فتح

شمال کی طرف بہتا ہے اور (دریائے لیطانی اور) دریائے اُردن جنوب کی طرف بہتے ہیں۔ (لیطانی، دیرمیماس کے پاس مغرب کی طرف مُڑ کر بحیرۂ روم میں جا گرتا ہے۔)

اس نشیب کے ساتھ ہی جبال لبنان شرقیہ کا پہاڑی سلسلہ واقع ہے جو حمص کے جنوب سے شروع ہو کر سطح مرتفع حوران، جولان کی پہاڑیوں اور بحیرۂ مردار کے جنوب میں جبل سعیر کی طرف ڈھلوان ہوتا چلا گیا ہے۔ یہ سطوح مرتفع مشرق میں صحرائے ساوہ (صحرائے شام) کی طرف ڈھلوان ہوتی چلی گئی ہیں جو عراق اور شام (سُوریہ) کے مابین حائل ہے اور دراصل صحرائے عرب ہی کی طبعی توسیع ہے۔

سرزمین شام (موجودہ جمہوریۂ سُوریہ یا شام، اُردن، فلسطین اور لبنان) کے یہ علاقے جس طرح لمبائی میں شمال سے جنوب تک اور چوڑائی میں مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے تھے اور ان کے درمیان دشوار گزار پہاڑ اور میدان واقع تھے۔ اس طبعی کیفیت کا اسلامی اور رومی عساکر کی نقل وحرکت یا جنگی تزویرات پر یکساں اثر پڑتا تھا۔

مسلمانوں کی تزویرات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے صحرائے ساوہ (صحرائے شام) کو عراق سے شام کی طرف پار کیا۔ اس میں ہمیں مسلمانوں کی جدید، متعین اور واضح جنگی تزویر (سٹریٹجی) نظر آتی ہے۔ اب شام میں مسلمانوں کے پانچ جیوش ایک قیادت میں اکٹھے ہو گئے اور یوں

شام……اپنی تاریخ کے آئینے میں

عرب جمہوریہ سوریہ (شام) بحیرۂ روم، لبنان، ترکی، فلسطین، اردن اور عراق میں گھرا ہوا ہے۔ اس کا رقبہ 1,85,180 مربع کلومیٹر ہے اور آبادی تقریباً ایک کروڑ ہے۔ اس کا دارالحکومت دمشق ہے۔ 539 ق م میں شام پر ایرانی قابض ہوئے۔ 332 ق م میں سکندر یونانی نے اسے فتح کر لیا اور 64 ق م میں رومیوں نے چھین لیا۔ شام 13 صوبوں میں منقسم ہے: دمشق، حلب، حماۃ، حمص، لاذقیہ، ادلب، حسکہ، دیرالزور، درعا، سُویداء، طرطوس، رقہ اور قُنیطرہ۔ جنوبی سُوریہ میں حوران کی سطح مرتفع ہے (المنجد في الأعلام)۔ اُردو میں ملک شام کو آج بھی "شام" ہی لکھا جاتا ہے، حالانکہ اب شام، سوریہ کے محض اس صوبے کا نام ہے جس کا صدر مقام دمشق ہے۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے: 18ھ میں حاکم دمشق یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا جن کے عہد میں طرابلس الشام اور قبرص فتح ہوئے۔ 41ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دستبردار ہوئے تو امیر معاویہ کے خلیفہ بننے سے دمشق دارالخلافہ قرار پایا جسے 132ھ / 750ء تک یہ حیثیت حاصل رہی۔ 858ء میں خلیفہ متوکل نے پھر دارالخلافہ دمشق منتقل کر لیا لیکن اڑتیس دن بعد شہر کی مرطوب آب و ہوا نے اسے وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اس دور میں شام کی ممتاز دینی شخصیت امام اوزاعی رحمہ اللہ تھے۔ 975ء کے بعد شام پر طولونی، اخشیدی، سلجوقی اور فاطمی قابض رہے حتی کہ 492ھ / 1099ء میں صلیبیوں نے ساحل شام اور بیت المقدس پر آن قبضہ جمایا۔ پھر کم وبیش 1291ء تک ان ساحلی علاقوں پر صلیبیوں کا تسلط رہا۔

دریں اثناء 1148ء میں یروشلم (بیت المقدس) پر قابض مسیحی حکمران بالڈون ثالث نے دمشق کا آن محاصرہ کیا مگر حلب (شام) کے سلطان نور الدین زنگی نے آ کر اس کے عزائم ناکام بنا دیے اور پھر دمشق ہی کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ پھر صلاح الدین ایوبی اور اس کے جانشینوں نے صلیبیوں سے بیت المقدس اور شام کے اکثر شہر خالی کرا لیے۔ ایوبی خاندان کے جانشین ممالیک نے تاتاری حملہ آوروں کو عین جالوت (1260ء)، حمص (1280ء) اور مرج الصفر نزد دمشق (1303ء) کے مقامات پر شکستیں دیں۔ آخر الذکر معرکے میں امام تیمیہ رحمہ اللہ نے بہ نفس نفیس جہاد کیا۔ 1400ء میں تیمور نے حلب اور دمشق میں غارت گری کی۔ 1516ء میں ترکان عثمانی شام پر قابض ہو گئے۔ 40-1832ء میں شام حکمرانِ مصر محمد علی پاشا کے بیٹے ابراہیم پاشا کے زیر اقتدار رہا۔ 1866ء میں عثمانیوں نے یورپ کے دباؤ پر لبنان کو خود مختارانہ نظام دیا۔ 1908ء میں حجاز ریلوے کی تکمیل ہوئی جس سے قسطنطنیہ، دمشق اور مدینہ منورہ باہم منسلک ہو گئے۔ 18-1917ء میں فلسطین وشام پر برطانوی فوجیں قابض ہوئیں اور 1920ء میں فرانس نے شام پر تسلط جما لیا۔ 1939ء میں فرانس نے اسکندرون کا سنجاق (ڈویژن) ترکی کے حوالے کر دیا۔ 17 اپریل 1946ء کو فرانسیسی افواج کے نکل جانے سے شام آزاد ہو گیا۔ دریں اثناء 1963ء (اور 1970ء) میں شام میں فوجی انقلاب رونما ہوا۔ جون 1967ء میں اسرائیل نے شام کا علاقہ (جولان) ہتھیا لیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 604-590/11)۔ 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ میں شام نے اسرائیل سے جولان کا کچھ علاقہ واپس لے لیا۔ یاد رہے موجودہ شام میں الجزیرہ کا مغربی حصہ بھی شامل ہے جو ابو کمال سے لے کر دجلہ کنارے عین دیوار اور جرابلس تک واقع ہے۔

معروف محقق ڈاکٹر سید رضوان علی واسطی لکھتے ہیں: "جنگ عظیم اول کے بعد سے اس کا سرکاری نام سُوریہ ہے۔ قدیم عرب تواریخ اور جاہلی عرب شعراء کے اشعار میں اس کا نام شام ہے۔ یاقوت لکھتا ہے: مؤرخین کے مطابق یہ نام (شام) حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کے نام پر ہے۔ (انگریزی توراۃ میں سام کا نام Shem ہے)۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شمال میں 9 اسرائیلی اسباط کی جو حکومت قائم ہوئی، اس کا نام شامین تھا۔ اسلام سے قبل عرب تجار نے "شامین" کو مختصر کر کے "شام" کر دیا۔

ماضی کے "شام" میں وہ سارا علاقہ شامل تھا جو جنوب ترکی اور دریائے فرات سے لے کر غزہ کے مغرب میں عریش تک اور بحیرۂ روم سے جزیرہ نمائے عرب کے شمال میں جبل طے تک ہے۔ اس میں ترکی کے سرحدی شہر مصیصہ، طرسوس، اضنہ اور انطاکیہ وغیرہ بھی شامل تھے۔ بعض مفسرین نے سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کے الفاظ: ﴿بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾ سے سارا ملک شام بشمول فلسطین مراد لیا ہے۔ سورۂ قریش کی آیت: ﴿رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾ میں رحلتِ صَیف (گرمائی کوچ) کی تفسیر بھی ملک شام سے کی گئی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ: [اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا] میں گویا فتحِ شام کی خوشخبری دی گئی ہے۔

"سُوریہ" شام کا قدیم یونانی نام ہے جس کی تصدیق انجیل لوقا سے بھی ہوتی ہے۔ اس کا ایک اور قدیم نام "ارام" (یا "ارم") تھا جو دراصل سام بن نوح کے ایک بیٹے کا نام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں اردو بائبل کے عہد نامہ قدیم میں لفظ "ارام" آیا ہے، اس کی جگہ انگلش بائبل میں Syria (سیریا) کا لفظ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو مترجمین کے سامنے یونانی بائبل بھی تھی جس سے انگریزی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ اسی لیے انجیل لوقا (اردو بائبل) میں شام کا اصل یونانی نام "سُوریہ" باقی رکھا گیا ہے (روز نامہ "امت" کراچی، 16 جنوری 2007ء)۔ یاقوت حموی نے سُورِیَہ کے زیر عنوان لکھا ہے کہ "یہ خناصرہ (نواح حلب) اور سلَمیہ (نواح حمص) کے مابین ایک علاقہ ہے۔" چنانچہ جب مسلمان دیار شام کو فتح کرتے ہوئے قنسرین پہنچ گئے تو انطاکیہ میں مقیم قیصر ہرقل نے حسرت سے کہا: "اے سُوریہ (شام)! تجھے الوداع کہنے والے کا سلام، جسے اُمید نہیں کہ وہ کبھی لوٹ کر تیرے ہاں آئے گا۔" (معجم البلدان: 280/3)

ہر جیش کے ایک مخصوص محاذ پر لڑنے کا حکم ساقط ہوگیا۔ اب ان سب کی توجہ شہر دمشق کے محاصرے اور اسے فتح کرنے پر مرکوز ہوگئی جو شام کا دارالحکومت تھا اور اس کے اردگرد ایک مضبوط فصیل نے اسے ایک مضبوط قلعے کی شکل دے دی تھی۔ فصیل کے گرد ایک خندق تھی جو پانی سے بھری رہتی تھی۔ نہر بَرَدیٰ اپنی شاخوں سمیت اس خندق کو سیراب کرتی تھی، چنانچہ جب دمشق مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا تو گویا ولایت شام کا دارالحکومت اور مضبوط ترین قلعہ ان کے قبضے میں آ گیا اور بازنطینیوں کی ہیبت جاتی رہی۔

قسطنطنیہ کی قدیم فصیل

رومیوں کی تزویرات

ان معرکوں میں بازنطینی رومیوں کی جنگی تزویر مسلمانوں کے برعکس تھی۔ قیصر ہرقل نے ایرانیوں کے ساتھ اپنی سابقہ جنگوں میں ایک سبق سیکھا تھا جو یہ تھا کہ خسرو پرویز نے اپنی افواج شام، مصر، الجزیرہ، آرمینیا اور اناطولیہ [1] میں بھیج کر یہ تمام علاقے رومیوں سے چھین لیے تھے، پھر اپنا لشکر قسطنطنیہ [2] کی فصیل کے سامنے لے گیا اور اسے فتح کرنے کی تدبیر کی۔ رومیوں کے لیے صورت حال بڑی گمبھیر تھی۔ تب ہرقل نے اپنے آپ کو عاجز اور محصور پا کر ایک عجیب چال چلی جس میں کامیابی نے اُس کے قدم چومے۔ اسے جتنی بھی فوجی قوت میسر آ سکی وہ اس نے تیار کی، ایرانیوں کا عظیم لشکر قسطنطنیہ کی فصیل کے سامنے چھوڑا اور اپنی فوج بحیرۂ اسود کے راستے آرمینیا کے ساحل پر لے جا اُتاری۔ وہاں سے قیصر کی فوج تیزی سے الجزیرہ اور پھر دست جرد (دست گرد) [3] کی طرف بڑھی اور خسرو پرویز کی غیر موجودگی میں اس کے دارالحکومت مدائن پر دھاوا بول دیا۔ اس کے اس اچانک حملے نے ایرانیوں کو پریشان کر دیا اور میدانِ جنگ میں انھیں شکست ہوئی۔ قیصر نے کسریٰ (خسرو) کے محلات پر قبضہ کر کے اس کی عورتوں اور بیٹوں کو گرفتار کر لیا۔ یوں کسریٰ کا جاہ وجلال زمین بوس ہو گیا۔ مدائن والوں نے مجبور ہو کر صلح

[1] اناطولیہ: (عربی میں أناضُول، انگریزی میں Anatolia) یہ کوہستانی جزیرہ نما مغربی ایشیا میں بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ یہ مملکت ترکیہ کے 90 فیصد سے زیادہ علاقے پر مشتمل ہے۔ اسے ایشیائے کوچک (Asia Minor) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو (بحیرۂ روم کے علاوہ) بحیرۂ ایجین، بحیرۂ مرمرہ، بحیرۂ اسود اور درۂ دانیال اور باسفورس کی آبناؤں نے گھیر رکھا ہے (المنجد في الأعلام)۔ اناطولیہ کے مشرق میں آرمینیا، جارجیا اور ایران ہیں اور جنوب مشرق میں شام واقع ہے۔

[2] قسطنطنیہ (استنبول): ترکی کی یہ بندرگاہ (آبنائے باسفورس کے دونوں طرف) یورپ اور ایشیا میں واقع ہے۔ 1990ء میں اس کی آبادی 66 لاکھ سے اوپر تھی۔ قسطنطنیہ 1453ء سے 1923ء تک سلطنت عثمانیہ (ترکی) کا دارالحکومت رہا۔ ترکوں سے پہلے رومیوں کا یہ دارالحکومت Constantinopolis یعنی ''شہر قسطنطین'' کہلاتا تھا کیونکہ قیصر روم قسطنطین اعظم نے 330ء میں اسے یونانی شہر بیزنطیم (Byzantium) کی جگہ آباد کیا تھا جس کی بنیاد ساتویں صدی ق م میں رکھی گئی تھی۔ ترکوں (مسلمانوں) نے یونانی نام eis ten polin (اندرونِ شہر) کو استنبول کہا جو اب تک معروف ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 748)

[3] دست جرد (دسکرہ): یہ نام دست گرد کی معرب شکل ہے جو بغداد کے شمال مشرق میں دیالا ندی پر واقع ایک شہر تھا۔ اس کا دوسرا نام دسکرہ پہلوی لفظ ''دست کرتہ'' سے معرب ہے جو بغداد سے 16 فرسنگ (88 کلومیٹر) دور تھا۔ خسرو پرویز نے اسے اپنی مستقل قیام گاہ بنا لیا تھا، اس لیے اس کا نام دسکرۃ الملک ہو گیا تھا۔ 628ء میں ہرقل نے اسے تباہ کر کے کھنڈر بنا دیا۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں دسکرہ خارجیوں کا مرکز بن گیا۔ تیسری صدی ہجری میں یہ ایک خوشحال شہر تھا مگر ساتویں صدی ہجری میں اس کی رونق کم ہو گئی اور پھر کسی وقت یہ اُجڑ گیا۔ ''دست جرد (دسکرہ)'' کے کھنڈر شہر بان کے جنوب میں 9 میل پر دریائے دیالا کے بائیں طرف دکھائی دیتے ہیں۔ مسلم عہد کے دسکرہ کے کھنڈر ''اسکی بغداد'' کہلاتے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 336,335/9)

کرلی اور اس کے مطابق رومیوں کے تمام علاقے واپس کر دیے، نیز ایرانی لشکر قسطنطنیہ سے بے نیل مرام پلٹ آیا۔

روم و فارس کی اس کشاکش کے دوران میں شروع شروع میں ایرانیوں کو رومیوں پر جو غلبہ حاصل ہوا تھا، اس کے بارے میں سورۂ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں ایرانیوں کی فتح یابی کے ذکر کے ساتھ چند سال کے اندر اندر (غزوۂ بدر کے موقع پر) ان کی ہزیمت کی خبر بھی دی گئی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰہِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۙ وَعْدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝﴾

”اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔“

”الٓمّٓ۔ رومی قریب ترین سرزمین (شام و فلسطین) میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد، چند برسوں میں، جلد ہی غالب ہوں گے۔ اقتدار اللہ ہی کے لیے ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور اس (غلبے والے) دن مومن بھی اللہ کی مدد سے (اپنی فتح پر) خوش ہوں گے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ہے۔ (یہ) اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ [1]

اس جنگی تجربے سے ہرقل کو سبق حاصل ہوا تھا کہ دشمن سے آمنے سامنے ٹکرا جانے کی سٹرٹیجی موزوں نہیں اور یہ کہ دوبدو مقابلے کی سیاست کمزور ترین سیاست ہے اور کامیابی اسی میں ہے کہ دشمن کے عقب پر اور اگر ممکن ہو تو اس کے مرکز پر ضرب لگائی جائے۔

لیکن مسلمانوں کی سرزمین اگرچہ قلعوں اور فصیلوں سے خالی تھی، کیل کانٹے سے لیس کسی بڑے لشکر کے لیے ناممکن تھا کہ وہ عرب کے صحراؤں، پہاڑوں، بے آب و گیاہ وادیوں اور بے نام و نشان زمینوں میں داخل ہونے کی جرأت کرے، چنانچہ ہرقل اور اس کے سپہ سالاروں کے لیے امر محال تھا کہ وہ اس نوع کی مہم جوئی کا خیال دل میں لائیں۔ مزید برآں ان کے لیے بحیرۂ قلزم (بحیرۂ احمر) [2] میں اپنا بحری بیڑا رکھنا بھی ممکن نہیں تھا۔ یوں جزیرہ نمائے عرب کے دشوار گزار ہونے کے باعث یہاں سے لشکروں کا نکلنا اور اردگرد کے ممالک پر یلغار کرنا تو ممکن تھا مگر اس پر کسی بیرونی لشکر کا حملہ آور ہونا آسان نہیں تھا۔

رومی قیصر، ہرقل نے اسی لیے مسلمانوں کے مقابلے میں چھوٹے پیمانے پر ویسی ہی جنگی پالیسی اختیار کی جیسی اس سے پہلے خسرو پرویز کے مقابلے میں بڑے پیمانے پر اختیار کی تھی۔ اس نے اسلامی عساکر کے جنوب میں اپنے جیوش بھیجے تا کہ مسلمانوں کی واپسی کا راستہ مسدود کر کے ان کے عقب سے ان پر دھاوا بولیں۔

[1] الروم 30:1-6.

[2] **بحیرۂ قلزم**: براعظم افریقہ اور جزیرہ نمائے عرب کے مابین اس سمندر کو آج کل بحیرۂ احمر کہتے ہیں۔ اس کے مشرق میں سعودی عرب اور یمن اور مغرب میں مصر، سوڈان، جبوتی اور اریٹیریا واقع ہیں۔ اریٹیریا اور سوڈان سے متصل ایتھوپیا (حبشہ) کا خشکی بند ملک ہے۔ ماضی قدیم اور حال میں 1993ء تک اریٹیریا حبشہ میں شامل رہا۔ (اٹلس سیرت نبوی، (اردو)، ص: 30 مطبوعہ دارالسلام، لاہور)

فتح شام کے واقعات

یافا (تل ابیب) کی ایک مسجد

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شام پہنچتے ہی بُصریٰ کا رُخ کیا اور اسے 25 ربیع الاول 13 ھ / 30 مئی 634ء کو فتح کر لیا۔ اس طرح شام میں برسرِ پیکار اسلامی افواج کے عقب میں دارالخلافہ مدینہ کو جانے والے راستے محفوظ ہوگئے، پھر انھوں نے شُرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بُصریٰ میں چھوڑا اور خود ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دمشق پر لشکر کشی کی۔ اس وقت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ زیریں فلسطین میں تھے اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ان کے اور شرحبیل رضی اللہ عنہ کے درمیان خیمہ زن تھے۔ ان حالات میں رومیوں نے جنگی تزویر اختیار کرتے ہوئے حمص سے ایک بڑی فوج وردان کی قیادت میں میدان بقاع کے راستے بصریٰ کی طرف روانہ کی تاکہ وہ اسے مسلمانوں کے قبضے سے چھڑا لے اور خالد اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی افواج کا محاصرہ کر لے۔ اسی طرح ایک اور رومی لشکر پیش قدمی کرتے ہوئے جنوب میں اجنادین [1] پہنچا اور اس کے لیے بالائی فلسطین کی بندرگاہ یافا [2] سے بحری کمک آن وارد ہوئی۔ (نقشہ 72)

یہ صورت حال دیکھ کر خالد رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دمشق کا محاصرہ ترک کر کے پیچھے آ گئے۔ ادھر شُرحبیل رضی اللہ عنہ نے بُصریٰ سے پسپائی اختیار کی۔ یوں وہ سب اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لشکر اجنادین میں اکٹھے ہوگئے تاکہ وہاں رومی عیسائیوں سے دو دو ہاتھ کریں۔

اس اثناء میں رومی سپہ سالار وردان کا لشکر بھی اجنادین آ پہنچا اور پھر یہیں سرزمین شام کا پہلا بڑا معرکہ پیش آیا (27 جمادی الاولیٰ 13ھ / 29 جولائی 634ء)۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 33 ہزار کے اسلامی لشکر نے ایک لاکھ سے زیادہ رومیوں کو شکست دی۔ ان میں سے 3 ہزار مسیحی مارے گئے اور باقی مختلف سمتوں میں بھاگ نکلے۔

[1] اَجنادین: اس جگہ کا محل وقوع رملہ اور بیت جبرین کے درمیان تھا۔ می ایڈنیکوف نے اس کے محل وقوع کا تعین دو دیہات الجنابہ مشرقی و مغربی کے نواح میں کیا ہے۔ بظاہر اجنادین، الجنابتین اور اجناد (افواج) کے باہم خلط ملط سے بنا ہے۔ جنگ اجنادین میں قیصر کا بھائی تھیوڈورس یونانی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ بعض نے ارطبون (ارطیون) بھی لکھا ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 1012/1)۔ اسے اَجنادَین (تثنیہ) اور اَجنادِین (جمع) دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ اس جنگ میں عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب، عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم نے شہادت پائی (معجم البلدان: 103/1)۔ اجنادین بیت المقدس کے جنوب مغرب میں اور عسقلان کے مشرق میں واقع تھا۔

[2] یافا (تل ابیب): یورپی زبانوں میں اسے Jaffa یا Joppa لکھا جاتا ہے۔ سولھویں صدی ق م میں ''یپو'' پر فرعون تھتموس نے قبضہ کیا تھا۔ یہ بیت المقدس کی بندرگاہ تھا۔ 701 ق م میں سنحارب اشوری نے اسے فتح کیا۔ مکابی دور میں اس پر یہودی قابض ہوئے۔ اسلامی دور میں اس پر طولونی اور فاطمی قابض رہے۔ 1099ء تا 1187ء اس پر صلیبیوں کا قبضہ رہا۔ 587ھ / 1191ء میں شاہ انگلستان رچرڈ ''یافا'' پر قابض ہو گیا، پھر 593ھ / 1197ء میں الملک العادل نے صلیبیوں کو یہاں سے مار بھگایا۔ 1204ء تا 1268ء صلیبی پھر ''یافا'' پر قابض رہے حتی کہ سلطان بیبرس نے اس پر قبضہ کر کے اسے مسمار کر دیا۔ 1336ء میں جب شاہ انگلستان و فرانس نئی صلیبی جنگ کی تیاری کر رہے تھے تو سلطان الناصر نے ''یافا'' کی بندرگاہ بھی مسمار کروا دی تاکہ فرنگیوں کے یہاں اترنے کا امکان نہ رہے۔ سترھویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ''یافا'' پھر آباد ہونے لگا۔ 6 مارچ 1799ء کو نپولین نے شہر پر قبضہ کر کے 4 ہزار قیدیوں کو ساحل پر گولی مروا دی۔ اب یہ اسرائیل کی ناجائز ریاست میں شامل ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 263/23)۔ اب ''یافا'' اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے ساتھ مل کر ''تل ابیب یافو'' کہلاتا ہے۔
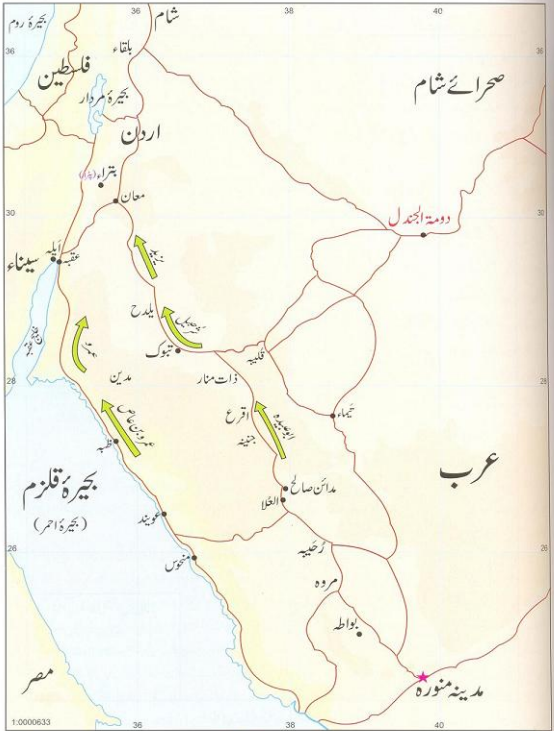
نقشہ 69
مسلمانوں کی شام پر لشکر کشی

نقشہ 70

اسلامی عساکر شام کے علاقوں میں

فتح اجنادین کے بعد مسلمان دمشق واپس آئے اور پھر سے اس کا محاصرہ کر لیا۔ دریں اثناء ہرقل نے دس ہزار کا لشکر دمشق کے جنوب میں مرج الصفر [1] کی جانب روانہ کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً مرج الصفر کی طرف پیش قدمی کی اور عیسائیوں کو شکست فاش دی (17 جمادی الآخرہ 13ھ / 19 اگست 634ء) اور پھر دمشق لوٹ گئے۔ اس اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے 21 جمادی الآخرہ 13ھ کی شام وفات پائی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے اور انھوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جگہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو محاذ شام کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔

ادھر دس ہزار رومیوں کی ایک فوج اس رومی لشکر کی مدد کو آ رہی تھی جو مرج الصفر میں ہزیمت اٹھا چکا تھا۔ جب آنے والی فوج کا شکست خوردہ لشکر سے ملاپ نہ ہوا بلکہ اس کے برے انجام کی خبر ملی تو وہ بعلبک (لبنان) ہی میں رک گئی۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ادھر روانہ کیا۔ وہ بعلبک پہنچے لیکن اس دوران میں رومی بقاع کے راستے بَیسان [2] کی طرف نکل آئے تھے جہاں ہرقل نے اپنی روایت کے مطابق جنوب میں ایک نیا لشکر جمع کر لیا تھا۔ اس درپیش صورت حال میں مسلمانوں نے اپنے تمام لشکر دریائے اُردن کے مشرق میں فِحل کے مقام پر اکٹھے کر لیے جو بیسان کے بالمقابل واقع تھا۔ پھر انھوں نے دریا عبور کر کے 80 ہزار رومیوں پر ہلّہ بول دیا جن کی قیادت سِکلاریوس کر رہا تھا۔ ادھر مسلمانوں کی تعداد صرف 30 ہزار تھی مگر انھوں نے اپنے سے تقریباً تین گنا بڑے لشکر کو شکست فاش دی۔ اس روز تاریخ 28 ذی قعدہ 13ھ / 23 جنوری 635ء تھی۔

بیسان (فلسطین)

اس فتح یابی کے بعد مسلمان دمشق لوٹ آئے اور محاصرہ پھر شروع ہو گیا۔

پھر اتوار (15 رجب 14ھ / 5 ستمبر 635ء) کو دمشق کے دروازے مسلمانوں پر کھل گئے اور شہر فتح ہو گیا۔ اب سردیاں شروع ہو گئی تھیں جو مسلمانوں نے دمشق ہی میں گزاریں حتی کہ موسم سرما اختتام کو پہنچا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول 15ھ / 636ء میں یزید بن

[1] **مَرجُ الصُّفَّر**: اسے مَرج الصُّفَّرَین بھی کہتے ہیں۔ یہ دمشق سے 34.5 کلومیٹر جنوب میں موضع کسوہ کے بعد ایک وسیع مرغزار ہے۔ اس کے مشرق میں عاقلین، مغرب میں شخب، شمال میں زاکیہ اور جنوب میں ارکیس اور زریقیہ نامی بستیاں ہیں۔ اسلام سے قبل یہاں بنوغسان آباد تھے۔ یہاں 64ھ / 683ء میں قیس اور کلب قبیلوں کے مابین معرکہ بپا ہوا (جس میں بنوکلب کی جیت نے مروان اُموی کی خلافت کی بنا ڈالی)، پھر یہیں 702ھ / 1302ء میں غازان خان مغل اور سلطان مصر و شام الناصر محمد بن قلاوون کے لشکروں میں جنگ ہوئی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 411/20)

[2] **بَیسان**: یہ وادئ اردن میں چھوٹا سا فلسطینی قصبہ ہے جو جھیل طبریہ کے جنوب میں 30 کلومیٹر دور ہے۔ تل الحُصن کی کھدائیوں سے پتہ چلا ہے کہ یہ شہر (مسیح علیہ السلام سے) تین ہزار سال پہلے بھی موجود تھا۔ فرعون مصر تھتموسس سوم کی فتح کے بعد تین صدیوں تک بیسان (Bethsan) مصریوں کے قبضے میں رہا۔ یہ سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں شامل تھا۔ یونانی اور رومی ادوار میں یہ سکاتھو پولس (Scythopolis) کے نام سے اہم شہر تھا۔ 492ھ / 1099ء میں اس پر صلیبی قابض ہوئے۔ 583ھ / 1187ء میں صلاح الدین نے اسے دوبارہ فتح کیا مگر 614ھ / 1217ء میں صلیبیوں نے اسے تاخت و تاراج کر دیا۔ منگولوں کے حملے سے بھی اسے کاری ضرب لگی، تاہم مملوک عہد میں یہ ایک ولایت کا صدر مقام بن گیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 281/5)۔ ان دنوں یہ شہر غاصب یہودیوں کی ریاست ''اسرائیل'' میں شامل ہے اور Beit Shean کہلاتا ہے۔ حدیث جساسہ (دابۃ الأرض) میں بَیسان کا ذکر آیا ہے۔ بیسان کو لسان الارض کہا جاتا ہے۔ غزوہ ذی قرد میں نبی ﷺ بیسان نامی چشمہ پر پہنچے، جس کا پانی کڑوا تھا۔ آپ نے اس کا نام نُعمان رکھتے ہوئے فرمایا: ''یہ میٹھا ہے۔'' پھر اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔ بیسان نامی بستیاں ارض یمامہ میں، عراق کی طرف، موصل کے پاس اور مرو شاہجان کے نزدیک بھی واقع ہیں (معجم البلدان: 527/1)۔ بیسان جنین اور دریائے اردن کے درمیان جالوت ندی کے جنوب میں واقع ہے۔
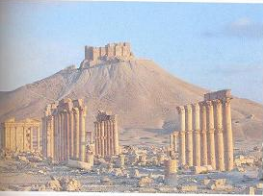
تدمر میں قلعہ عرب اور رومی کھنڈر

ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو دمشق میں، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اُردن میں اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین میں مامور کیا اور خود لشکر کے ہمراہ وادیٔ بقاع میں سے گزر کر حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے مقدمۃ الجیش کی قیادت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ یہ لشکر بعلبک پہنچا تو وہاں کے رومیوں نے کوئی زیادہ مزاحمت نہ کی اور 25 ربیع الاول 15ھ / 7 مئی 636ء کے لگ بھگ ان شرائط پر صلح کر لی کہ شہریوں کے لیے امان ہے اور جو لوگ شہر چھوڑ کر جانا چاہیں وہ جمادی الاولیٰ / جولائی تک جا سکتے ہیں، پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شمال میں حمص کی طرف بڑھتے گئے۔ اس دوران میں انھوں نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو پیش قدمی کا حکم دیا جنھوں نے تدمر [1] اور حوران [2] صلح کے ساتھ فتح کر لیے۔

دریں اثناء رومیوں کا ایک بڑا لشکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تعاقب میں حمص سے 30 کلومیٹر جنوب میں جوسیہ [3] کے مقام پر جمع ہو گیا۔ لیکن وہ مسلمانوں کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکے اور فرار ہو کر حمص چلے گئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس کا محاصرہ کر لیا جو اٹھارہ دن جاری رہا، پھر رومیوں نے حمص اسی طرح خالی کر دیا جیسے بعلبک خالی کیا تھا۔ 21 ربیع الآخر 15ھ / 2 جون 636ء کے لگ بھگ اہل حمص نے جزیے اور امان کی شرائط پر شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا، پھر مسلمانوں کے چھاپہ مار دستے دریائے فرات پر عانات [4] تک پہنچ گئے۔ دریں اثناء ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے میسرہ بن مسروق

1 **تدمُر (پالمیرا)**: یہ شہر حمص کے مشرق میں صحرائے شام کے اندر (دیرالزور دمشق شاہراہ پر وسط میں) واقع ہے۔ اسے عروس الصّحراء بھی کہا جاتا تھا۔ اس کی آبادی 5 ہزار ہے۔ اردگرد کھریا مٹی کے ٹیلے ہیں۔ یہ ایک عرب مملکت کا دارالحکومت تھا جسے شاہ اذینہ اور اس کی بیوہ ملکہ زنوبیا (زینب) کے عہد میں عروج حاصل ہوا۔ 272ء میں رومی حکمران ''اورلیان'' نے حملہ کیا اور ملکہ زنوبیا کو گرفتار کر کے شہر تباہ کر دیا۔ اس کے آثار میں بعل دیوتا کا مندر مشہور ہے۔ اب تدمر صوبہ حمص میں ضلعی صدر مقام ہے (المنجد في الأعلام)۔ عربوں میں مشہور تھا کہ تدمُر کی تعمیر میں جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدد کی تھی۔ رومی اقتدار کی ساڑھے تین صدیوں میں تدمر میں عیسائیت کو فروغ ملا۔ عہد اسلام میں 1157ء کے ہولناک زلزلے نے تدمر کو کھنڈر بنا دیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 5/571-574)۔ حدیثہ (عراق) سے آنے والی آئل پائپ لائن تدمر کے جنوب سے گزرتی ہے۔

2 **حوران**: یہ دمشق کے جنوب میں آتش فشانی سطح مرتفع ہے جو عہد قدیم سے گندم کی کاشت کے لیے مشہور رہی ہے۔ اسلام سے قبل یہاں غسانی حکمران تھے۔ صوبہ حوران میں ازرع اور فیق نامی اضلاع ہیں (المنجد في الأعلام)۔ حوران کا مرکز بُصریٰ ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن علاثہ کو حوران کا والی بنایا تھا۔ (معجم البلدان: 2/317)

3 **جوسیہ**: یہ آج کل جوسیۃ الخراب کہلاتا ہے جہاں قدیم دیر (مسیحی خانقاہ) کا کھنڈر ہے۔ (المنجد في الأعلام)

4 **عنۃ (عانہ یا عانات)**: قرونِ وسطیٰ میں اس کا نام ''عانات'' تھا جبکہ ترکی دور میں ''عنۃ'' لکھا جاتا تھا۔ عانہ عراق جدید کا ایک قصبہ ہے جو دریائے فرات کے کنارے ہیت (ہیث) کے شمال مغرب میں 148 کلومیٹر پر واقع ہے۔ قدیم کاروانی شاہراہ عانہ میں سے گزرتی تھی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 12/707)۔ عنۃ صوبہ انبار میں ایک ضلعی مرکز ہے (المنجد في الأعلام)۔ عانہ، حدیثۃ النورۃ کے قریب ہے۔ ترک سپہ سالار بَساسیری نے بغداد پر حملہ کیا (450ھ) تو عباسی خلیفہ القائم بامراللہ کو عانہ میں قریش (بن بدران) کے پاس پناہ لینی پڑی۔ خلیفہ پورا ایک سال بغداد سے غائب رہا۔ اس دوران میں وہاں مصریوں کے لیے (فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ کے نام کا) خطبہ پڑھا گیا حتی کہ طغرل بیگ (سلجوقی سلطان) بساسیری کو قتل کر کے خلیفہ القائم کو بغداد واپس لے آیا (معجم البلدان: 4/72)۔ عنۃ، قادسیہ ڈیم سے بننے والی جھیل کے مغرب میں واقع ہے۔ اس کے بالمقابل دریا پار ''راوہ'' نامی شہر آباد ہے۔

عبسی کو حلب کی طرف روانہ کیا، پھر انھیں واپس بُلا بھیجا تا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنی تمام افواج ایک جگہ اکٹھی کر لیں، لہٰذا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حمص میں ٹھہر گئے اور خالد رضی اللہ عنہ جمادی الاولیٰ 15ھ / جولائی 636ء میں دمشق لوٹ آئے۔

رومیوں کی سب سے بڑی یلغار

دوسری طرف ہرقل نے اپنے عہد کا سب سے بڑا لشکر جمع کر لیا تھا۔ وہ مختلف اقوام پر مشتمل اس جم غفیر سے مسلمانوں پر دھاوا بولنا چاہتا تھا۔ اس صورت حال میں مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ پسپا ہو کر کسی بہتر مقام پر دشمن سے پنجہ آزمائی کریں۔ ادھر رومی لشکر حمص کو پیچھے چھوڑ کر بعلبک آ پہنچا۔ اس کے بعد رومیوں نے دمشق کی طرف مسلمانوں کا تعاقب نہیں کیا بلکہ وہ میدان بقاع سے گزر کر خولہ [1] کی طرف چلے آئے۔

مسلمانوں نے محسوس کیا کہ رومی آگے بڑھ کر ان کو محاصرے میں لینا اور ان کی واپسی کا راستہ قطع کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ انھوں نے فلسطین کے اسلامی لشکر کا راستہ مسلمانوں کے دیگر عساکر سے کاٹ دیا تھا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے دمشق سے جنوب کو پیش قدمی کی اور جابیہ کے مقام پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر سمیت ان سے آن ملے۔ اس دوران میں رومی فوج بقاع سے جابیہ کی طرف بڑھی تو مسلمان پیچھے ہٹ کر دریائے یرموک کے کنارے اذرعات [2] کی طرف چلے

حلب: شمالی شام کا یہ تاریخی شہر یورپی زبانوں میں الیپو (Aleppo) کہلاتا ہے۔ یہ حران سے تقریباً 300 کلومیٹر کے فاصلے پر دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ اس کی آبادی 13 لاکھ سے زائد ہے۔ معجم البلدان کے مطابق اس کا نام حلب (دودھ) اس لیے رکھا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں قیام کے دوران میں بھیڑ بکریاں دوہا کرتے اور دودھ فقیروں میں بانٹ دیتے تھے، تب فقراء ''حلب، حلب'' پکارتے جمع ہو جاتے تھے۔ حلب کے قلعے میں آج بھی دو مقامات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہیں جن کی زیارت کی جاتی ہے۔ قلعہ حلب میں ایک صندوق میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سر کا ایک حصہ دفن ہے۔ حلب حضرت عیاض بن غنم فہری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ (معجم البلدان: 2/282-284)

[1] **خولہ:** شام (اور فلسطین) کے دو علاقے حولہ کہلاتے ہیں۔ ایک حولہ حمص اور طرابلس کے مابین ہے اور دوسرا حولہ (جو یہاں مذکور ہے) بانیاس (شام) اور صور (لبنان) کے درمیان واقع ایک (فلسطینی) علاقہ ہے جہاں حارث کذاب نے عبدالملک بن مروان کے عہد میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسے باندھ کر دمشق لایا گیا جہاں عبدالملک کے حکم سے اسے سُولی دے دی گئی (معجم البلدان: 2/324,323)۔ ضلع حولہ (اسرائیلی مقبوضہ فلسطین) کے جنوب میں جھیل حولہ (جغرافیہ نگاروں کے مطابق قدس کی جھیل) واقع ہے جو دریائے اردن کے پانی سے بنی ہے اور جس کے چاروں طرف چشموں سے بھری دلدلی زمینیں ہیں (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 8/730)۔ شمالی وادئ اردن کی ان دلدلی زمینوں (مستنقعات) کو 1985ء میں (اسرائیلیوں نے) قابلِ کاشت بنالیا۔ (المنجد في الأعلام)

[2] **درعا (اَذرِعات):** یہ شام کے صوبہ حوران یا درعا کا صدر مقام ہے۔ اس میں اِزرع اور فیق کے اضلاع ہیں۔ یہاں یونانی اور رومی دور کے آثار ملتے ہیں (المنجد في الأعلام، ص:273)۔ بائبل کا ''ادری'' جو آج کل درعہ (درعا) کے نام سے مشہور ہے، دمشق سے 106 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ عہد قدیم میں یہ اشوریوں، یونانیوں، نبطیوں اور رومیوں کے زیرِ نگیں رہا۔ 613ء یا 614ء میں ایرانیوں نے اسے تاراج کیا۔ 2ھ میں یہودی قبیلہ بنوقینقاع کو مدینہ سے نکالا گیا تو انھوں نے یہیں اپنے ہم مذہبوں کے ہاں پناہ لی۔ صلیبی وقائع نگار اسے ''شہر برنارڈ ڈی ایٹامپ'' لکھتے ہیں۔ مملوکوں اور عثمانیوں کے زمانے میں اَذرعات ضلع بثنیہ کا صدر مقام اور ولایت دمشق کا ایک حصہ تھا۔ ان دنوں درعہ، دمشق عمان ریلوے لائن پر اہم جنکشن ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 2/277)

ملحوظہ: اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) کے نقشہ 63 میں اَذرعات کو غلط جگہ اِزرع کے مقام پر دکھایا گیا ہے جو غالباً اَذرعات اور اِزرع میں لفظی مشابہت کے باعث ہوا ہے۔ اِزرع جو دمشق درعا شاہراہ کے بائیں طرف اذرعات سے تقریباً 35 کلومیٹر شمال میں واقع ہے، اس کے تعین کے لیے دیکھیے أطلس العالم، مكتبة لبنان، بيروت۔

آ ئے۔ اب رومی صنمین [1] کے مغرب سے گزر کر دیر ایوب [2] تک آن پہنچے۔ اس روز تاریخ 21 جمادی الآخرہ 15ھ/30 جولائی 636ء تھی۔ درپیش حالات میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ لشکر کی کمان ان کے سپرد کر دی جائے تو انھوں نے قیادت خالد رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔ اب رومی اپنے لشکر کو دریائے رقاد، دریائے علان اور دریائے یرموک کے درمیان لے آئے۔ مسلمانوں نے ان کا چیلنج قبول کیا اور اپنا لشکر ان کے مقابل لے گئے اور اُن کے نکلنے کا راستہ بند کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 33 ہزار مسلمان 2 لاکھ رومیوں اور ان کے مددگاروں کے خلاف معرکہ آرا ہوئے جن کا سپہ سالار باہان تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے لشکر عظیم کے چھکے چُھڑا دیے (5 رجب 15ھ/ 13 اگست 636ء)۔ اس کے بعد رومیوں کے قدم شام میں نہ جم سکے اور وہ مسلمانوں سے شکست پر شکست کھاتے چلے گئے۔

ان دنوں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عراق میں معرکۂ قادسیہ لڑنے کی تیاری کر رہے تھے، لہٰذا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جیشِ عراق واپس بھیج دیا جائے، چنانچہ مرج الصفر کے مقام سے 6 ہزار مجاہد عراق روانہ ہوگئے۔ اس دوران میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ حمص اور ارض شام کے دیگر علاقے دوبارہ فتح کرنے میں مصروف ہوگئے۔

دمشق میں امیرِ عساکر ابوعبیدہ نے شام کے مختلف علاقوں پر امراء مقرر کر دیے۔ یزید بن ابی سفیان اور ان کے ہمراہ معاویہ رضی اللہ عنہما ساحلی علاقوں صیداء [3]،

نابلس: اس کا قدیم نام فلاویہ نیپولس (Flavia Neapolis) سے ماخوذ ہے۔ عہد نامہ قدیم کے مطابق اس شہر کا پیشرو سکم (Shechem) تھا جو مشرق کی طرف بلاطہ نامی موجودہ گاؤں کے محل وقوع پر آباد تھا۔ نابلس ایک لمبی شرقاً غرباً وادی میں واقع ہے۔ یہاں ایک عمارت میں یوسف علیہ السلام کا مدفن بتایا جاتا ہے۔ نابلس یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد مخلوط نسل کے سامری (Samaritan) لوگوں کے علاقے میں واقع تھا جو بعد میں (قدیم اسرائیل کا) پایۂ تخت بن گیا اور انھوں نے گرزم نامی پہاڑی پر بیت المقدس (ہیکل سلیمانی) کے مقابلے میں اپنا ایک معبد تعمیر کر لیا۔ ویسپانین (Vespanian) رومی کے حملے میں یہ شورہ پشت لوگ بڑی تعداد میں قتل ہوئے۔ پھر مسیحیت کے فروغ سے نیپولس میں ایک اُسقفی قائم ہوگئی۔ بازنطینی حکمران زینو (474ء-491ء) نے یہودیوں کو گرزم سے نکال کر وہاں ایک گرجا تعمیر کرا دیا۔ پھر جسٹینین نے انھیں شدید سزائیں دیں اور ان کے ہیکل مسمار کرا دیے۔ بہت سے یہودی ایران بھاگ گئے اور باقی ماندہ نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ صلیبی دور میں 1202ء کے زلزلے نے بہت تباہی مچائی، پھر بیبرس کے عہد میں یہ شہر مستقل طور پر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ عثمانی اقتدار (کے بعد برطانی مینڈیٹ) کے خاتمے پر نابلس مملکت اردن کا حصہ قرار پایا مگر جون 1967ء کی جنگ سے یہ شہر اسرائیل کے قبضے میں ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 7/22)

نابلس کے باہر ایک پہاڑ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں آدم علیہ السلام نے (اللہ کے حضور میں) سجدہ کیا تھا۔ ایک اور پہاڑ کے متعلق یہود کا عقیدہ ہے کہ اس جگہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا تھا اور وہ (غلط طور پر) اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیتے ہیں (حالانکہ ذبیح اللہ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں)۔ سامری یہودی اس پہاڑ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ نابلس کی نسبت سے امام دارقطنی رحمہ اللہ کے استاد ابوبکر محمد بن احمد رملی المعروف ابن نابلسی مشہور ہوئے جنھیں 363ھ میں مصر کے عُبیدی حکمران ابوتمیم المعز لدین اللہ نے اس طرح شہید کیا کہ ان کی کھال اُتار کر اس میں بھُس بھرا اور اُسے سُولی پر لٹکا دیا۔ (معجم البلدان: 248/5)

1 صَنَمَین یا صَنَمَان: یہ دمشق کے تحت حوران کے ابتدائی علاقے میں ہے اور دمشق سے دو مرحلوں پر واقع ہے (معجم البلدان: 431/3)۔ صَنَمَین، دمشق درعا شاہراہ پر تقریباً وسط میں واقع ہے۔

2 دیر ایّوب: یہ حوران کی ایک بستی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ نے یہاں ابتلا میں ڈالا، پھر ان کے پاؤں کی ٹھوکر سے چشمہ جاری ہوا اور یہیں ان کی قبر ہے۔ (معجم البلدان: 499/2)

3 صَیداء: یہ لبنان کی بندرگاہ اور صوبہ جنوبی لبنان کا صدر مقام ہے۔ قدیم زمانے میں اسے صیدون (Sidon) کہتے تھے۔ یہ فنیقیوں کا مشہور شہر تھا جنھوں نے پندرھویں اور تیرھویں صدی ق م کے مابین ساحل بحیرۂ روم پر ایک تجارتی سلطنت قائم کی تھی، پھر اشوری، بابلی اور ایرانی فاتحین اس پر قابض رہے۔ 333 ق م میں اسکندر اعظم نے اسے فتح کیا۔ 1111ء تا 1291ء یہ صلیبیوں اور مسلمانوں کے مابین متنازع رہا۔ عثمانیوں کے ماتحت امیر فخر الدین ثانی کے دور میں صیداء نے بڑی ترقی کی۔ 1737ء کے زلزلے نے اسے تباہ کر دیا۔ ان دنوں صیداء کی آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہے (المنجد في الأعلام)۔ صیداء بیروت کے جنوب میں تقریباً 100 کلومیٹر دور ہے۔

عرقہ [1]، جُبیل [2] اور بیروت کی فتح پر مامور ہوئے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فلسطین میں داخل ہو کر سَبَسْطِیہ [3]، نابلس، لُدّ [4]، یبنی [5]، عمواس [6]، بیت جبرین [7] اور رفح (غزہ کی پٹی) [8] یکے بعد دیگرے فتح کر لیے، تاہم القدس اور قیساریہ کی فتح میں بوجوہ تاخیر ہوئی۔ شُرحبیل رضی اللہ عنہ اُردن لوٹ آئے اور اسے آسانی سے فتح کر لیا۔ خود ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حمص کا رخ کیا۔ ان کے مقدمۃ الجیش کے سالار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ فتح حمص کے بعد

[1] عَرقہ: یہ شمالی لبنان کے ضلع عکار میں ایک بستی ہے۔ عرقہ رومی حکمران اسکندر سَویرس (208ء-235ء) کی جائے پیدائش ہے۔ (المنجد في الأعلام)

[2] جُبَیل: شمالی لبنان کا یہ شہر پانچویں ہزاری قبل مسیح میں فنیقیوں نے ببلوس (Byblos) کے نام سے آباد کیا تھا۔ یہاں بعل دیوتا کا مندر تھا۔ یونانی اور رومی ادوار میں یہاں اڈونیس دیوتا کی پوجا ہوتی رہی۔ رومی عہد کا ایمفی تھیٹر اور صلیبی دور کا مسیحی گرجا مشہور ہیں۔ آبادی 15 ہزار سے زیادہ ہے۔ (المنجد في الأعلام)

[3] سَبَسْطِیہ (سامرہ): فلسطین کا قدیم شہر سامرہ 880 ق م کے لگ بھگ آباد ہوا۔ یہ اُس دور کی مملکت اسرائیل (شمالی فلسطین) کا دارالحکومت تھا۔ ہیرودس (ہیروڈ Herod) نے اسے از سر نو تعمیر کرایا اور اس کا نام سَبَسطیہ رکھا۔ اب اس کے کھنڈر ہی ملتے ہیں (المنجد في الأعلام: 288)۔ قدیم سامریہ یا سماریہ کا نام ہیروڈ (یہودی بادشاہ) نے رومی حکمران آگسٹس کے اعزاز میں تبدیل کر دیا تھا اور اس کا عربی نام سبسطیہ ہے۔ رومی دور کے اختتام پر یہ قریبی شہر نابلس کے آگے ماند پڑ گیا۔ یہاں صلیبی دور کے یوحنا حواری کے گرجے کے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ صلاح الدین ایوبی نے 1184ء میں سبسطیہ پر حملہ کیا لیکن شہر کے بشپ نے 80 مسلم قیدی دے کر شہر بچا لیا۔ آخر کار 1187ء میں ایوبی سپہ سالار حسام الدین عمر بن لاجین نے اسے فتح کر لیا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 703/10)

[4] لُدّ: یہ بیت المقدس کے پاس ایک قصبہ ہے جس کے دروازے پر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے (معجم البلدان: 15/5)۔ لُدّ فلسطین میں یافا (تل ابیب) کے جنوب مشرق میں ایک شہر ہے۔ عہد نامہ عتیق میں اسے ''لود'' اور عہد نامہ جدید میں ''لِدّہ'' (Lydda) کہا گیا ہے۔ مسیحی دور میں یہ ایک اسقف کا مرکز اور سینٹ جارج کی مزعومہ قبر کے لیے مشہور تھا۔ کچھ عرصہ ''لُدّ'' عاملِ فلسطین سلیمان بن عبدالملک کا دارالحکومت بھی رہا۔ صلیبی جنگوں میں اس پر سخت زد پڑی اور 1271ء میں مغلوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 93,92/18)۔ ان دنوں لُد اسرائیلی فضائیہ کا اہم مرکز ہے۔

[5] یُبْنیٰ: یہ رملہ کے پاس ایک قصبہ ہے۔ یہاں ایک قبر ہے جس کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اور بعض کے خیال میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا مدفن ہے (معجم البلدان: 428/5)۔ ابن کثیر نے نابلس، لُد، عمواس وغیرہ کی فتح کے ساتھ یُبنیٰ کے بجائے ثُبنیٰ کی فتح کا ذکر کیا ہے جو کہ ''حوران کے علاقے میں دمشق کے ماتحت ایک قصبہ ہے۔'' (الكامل في التاريخ: 347/2، حاشیہ: 2)

[6] عمواس: یہ بیت المقدس کے پاس ایک قصبہ ہے۔ یہاں مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں (حواریوں) سے ملاقات کی تھی۔ 639ء میں طاعونِ عمواس کی وبا پھیلی جس نے فلسطین میں 25 ہزار انسانوں کی جان لی جن میں ابوعبیدہ بن جراح اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بھی تھے (المنجد في الأعلام)۔ زمانۂ قدیم کا عمّاوس (Emmaus) بیت المقدس سے کوئی 19 میل کے فاصلے پر تھا۔ رومی عہد میں یہ ایک مقامی سلطنت کا صدر مقام بنا لیکن 4 ق م میں قیصر نے اسے آگ لگوا دی۔ اسلامی دور میں انتظامی مرکز کے طور پر اس کی جگہ پہلے ''لُدّ'' نے اور بعد ازاں ''رملہ'' نے لے لی۔ صلیبی جنگوں کے دوران میں معاہدہ ''یافہ'' کی رو سے، جو الملک الکامل ایوبی اور فریڈرک دوم کے درمیان طے ہوا، عمواس فرنگیوں کے عارضی قبضے میں چلا گیا تھا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 14-293/2) (نقشہ 74)

[7] بیت جبرین: یہ قصبہ بیت المقدس اور غزہ کے درمیان واقع ہے۔ جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فرنگیوں کے قبضے سے چھڑایا تو بیت جبرین کا قلعہ مسمار کرا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ بیت جبرین اور عسقلان کے درمیان وادیٔ نملہ ہے جہاں ایک چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مخاطب کیا تھا۔ اسے فقط جبرین بھی کہتے ہیں (معجم البلدان: 519/1)۔ بیت جبرین کو بعض اوقات بیت جبریل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بیت المقدس کے جنوب مغرب میں ہے۔ تالمود میں اس کا نام بیت جُبرِن ہے۔ 1134ء میں صلیبی مبارزوں نے اسے بالکل تباہ کر دیا اور پھر یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ صلاح الدین ایوبی نے 853ھ / 1187ء میں اسے دوبارہ فتح کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے اس قصے کی جائے وقوع اسی مقام کو بتایا گیا ہے جو سورۂ مائدہ (5:21-26) میں بیان ہوا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 193,192/5)

[8] رَفح: بقول یاقوت حموی ''یہ غزہ سے 18 میل دُور ہے۔ یہاں سے ریگستان (صحرائے سینا) شروع ہو جاتا ہے۔ ان دنوں یہ (صلیبی حملے کے باعث) برباد پڑا ہے جبکہ مہلّبی اس کا ذکر بازار، جامع مسجد اور سراؤں والے شہر کی حیثیت سے کرتا ہے'' (معجم البلدان: 55,54/3)۔ فلسطین کا یہ شہر غزّہ کی پٹی (قطاع غزہ) کے جنوب میں، سیناء (مصر) کی حدود پر، بحیرۂ روم کے نزدیک واقع ہے۔ آبادی 50 ہزار (سے زائد) ہے۔ یہاں قدیم تاریخ کی کئی جنگیں لڑی گئیں۔ (المنجد في الأعلام)

خالد رضی اللہ عنہ نے قنسرین [1] کا رخ کیا اور ابوعبیدہ نے حلب پر لشکرکشی کی۔ اس کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انطاکیہ کی طرف پیش قدمی کی جو شام کی جنگوں کے طویل سلسلے کے دوران میں ہرقل کا مستقر رہا تھا اور جنگ یرموک کے بعد وہ اسے چھوڑ کر قسطنطنیہ بھاگ گیا تھا۔ فتح انطاکیہ کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام شمالی شام اور اس کے ساحلی علاقے فتح کر لیے۔

القدس (بیت المقدس) کی فتح ربیع الآخر 16ھ / مئی 637ء میں صلح کے ساتھ مکمل ہوگئی اور صلح نامہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اسقف بیت المقدس صُفرُونیوس [2] کے مابین طے پایا۔ اس کے بعد قیساریہ کی فتح شوال 16ھ / اکتوبر 637ء میں عمل میں آئی۔

بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے عیسائیوں سے صلح کی شرائط طے کیں، پھر بیت المقدس (شہر) میں داخل ہوئے اور مسجد (اقصیٰ) کی جگہ محراب داود میں تحیۃ المسجد ادا کی۔ اگلے دن فجر کی نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورۂ صٓ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا اور دوسری رکعت میں سورۂ بنی اسرائیل کی تلاوت کی، پھر آپ صخرہ کے پاس آئے جس کی جگہ کی رہنمائی کعب احبار رحمہ اللہ نے کی۔ کعب احبار نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ اس صخرہ کے پیچھے ایک مسجد بنا دیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات تو نے یہودیوں جیسی کی ہے! البتہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے قبلے والی طرف ایک مسجد بنا دی جو کہ آج کل آباد ہے۔ پھر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر اور قبا کے دامن سے صخرہ کی صفائی کی۔ آپ کی اتباع میں باقی مسلمانوں نے بھی صخرہ کو صاف کیا اور باقی ماندہ کوڑا اہل اردن کے ذمہ لگایا کہ وہ اسے صاف کریں۔ رومیوں (عیسائیوں) نے یہودیوں کی دشمنی میں اس صخرہ پر کوڑا کرکٹ کے ڈھیر لگا دیے تھے کیونکہ یہ ان کا قبلہ تھا۔ عیسائیوں کی یہودیوں سے دشمنی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ان کی عورتیں ناپاک چیتھڑے بھی اس پر پھینک جاتی تھیں۔ عیسائیوں کی یہ حرکت یہودیوں کے جواب میں تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبینہ طور پر سُولی چڑھانے کے بعد ان کی مزعومہ قبر پر گندگی پھینکتے تھے۔ اسی لیے اس جگہ کو قمامہ (گندگی) کہا جانے گا۔ بعد میں عیسائیوں نے اسی جگہ پر کنیسہ (گرجا) بنالیا جو "قمامہ" کے نام سے معروف ہوا (البداية والنهاية: 57/7)۔ قبر مسیح پر کنیسۃ القیامہ قیصر قسطنطین نے 326ء کے لگ بھگ تعمیر کرایا۔ یورپی صلیبیوں نے 1131-1144ء کے دوران میں اسے از سر نو تعمیر کیا (المنجد في الأعلام: 444)۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس سے روانگی کے وقت صخرہ اور براق باندھنے کی جگہ کے قریب جہاں انھوں نے اپنے ہمراہیوں سمیت نماز ادا کی تھی، ایک مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ یہی مسجد بعد میں مسجد اقصیٰ کہلائی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-1/298)۔ قرآن میں اسے پہلے ہی مسجد اقصیٰ قرار دیا گیا تھا۔

[1] قِنَّسرین: شام کا یہ قصبہ حلب کے جنوب میں قُوَیق ندی پر واقع ہے۔ یہاں قدیم قلعہ بند شہر کے کھنڈر ہیں۔ اس کی بنیاد یونانی حکمران سلیوکس نکیٹر نے رکھی تھی۔ بازنطینی رومیوں نے 963ء میں اسے (مسلمانوں سے) چھین لیا اور پھر حمدانیوں کے عہد میں حلب کی ترقی سے قنسرین پس منظر میں چلا گیا (المنجد في الأعلام)۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے میسرہ بن مسروق عبسی کو ایک ہزار گھڑ سواروں کے ہمراہ دشمن کے تعاقب میں روانہ کیا۔ وہ قنسرین پہنچے تو انھوں نے اس کا نام پوچھا، رومی (یونانی) زبان میں اس کا نام بتایا گیا تو انھوں نے کہا: واللہ! گویا یہ قِنَّسرون ہے (قِن بمعنی غلام، نَسر بمعنی گدھ) اس سے شہر کا نام قنسرین پڑ گیا۔ 351ھ میں رومیوں نے حلب پر قبضہ کر کے اس کے نواح میں قتل عام کیا تو قنسرین کے باشندے ادھر اُدھر بھاگ نکلے۔ کہا جاتا ہے کہ قیصر روم کے مقابلے کی تاب نہ لا کر سیف الدولہ حمدانی نے خود قنسرین کو تباہ کر دیا اور اس کی مساجد جلا دیں (تاکہ عیسائی انھیں گرجوں میں تبدیل نہ کر سکیں) اور وہ بعد میں تعمیر نہ ہو سکیں۔ (معجم البلدان: 4/403)

[2] بیت المقدس کے چار ماہ کے محاصرے کے بعد اہل شہر نے مطالبہ کیا کہ اگر امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بنفس نفیس یہاں آئیں تو وہ ان کے ساتھ صلح نامہ طے کرنے کو تیار ہیں، پھر اُن کے بطریق سُفرُونیوس (Sophronius) نے فصیل پر نمودار ہو کر اس شرط پر صلح قبول کی کہ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ خود صلح نامے کے نگران ہوں، چنانچہ اُمرائے اسلام نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور وہ منزلیں طے کرتے جابیہ پہنچ گئے، چنانچہ آپ نے ایلیا (بیت المقدس) والوں کو امان نامہ لکھ دیا جس پر عساکر اسلام کے سالار بھی گواہ بنے، نیز فلسطین کے تمام علاقوں کے لیے بھی ایسا ہی امان نامہ لکھا گیا۔ (تاریخ اسلام، دکتور حسن ابراہیم: 1/189 دار الجیل، بیروت)

اس نادر تصویر میں مسجد اقصیٰ اور اس کا اصل سرمئی گنبد نمایاں ہے اور اس کے عقب میں سنہری قبۃ الصخرہ نظر آرہا ہے جسے عام طور پر مسجد اقصیٰ سمجھا جاتا ہے۔ اس سے وہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے جو اخبارات و جرائد کی اس روش کے باعث عام ہے کہ مضمون مسجد اقصیٰ پر ہوتا ہے اور ساتھ تصویر سنہری گنبدِ صخرہ کی لگا دی جاتی ہے جبکہ ہر مسلمان کے لیے مسجد اقصیٰ کی صحیح پہچان ضروری ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ کا میڈیا یہ چاہتا ہے کہ مسلمان مسجد اقصیٰ کو بھول ہی جائیں۔

نقشہ 71

شام کی جنگوں سے پہلے مسلمانوں کی فوجی کارروائیاں (صفر 13ھ / اپریل 634ء)

3
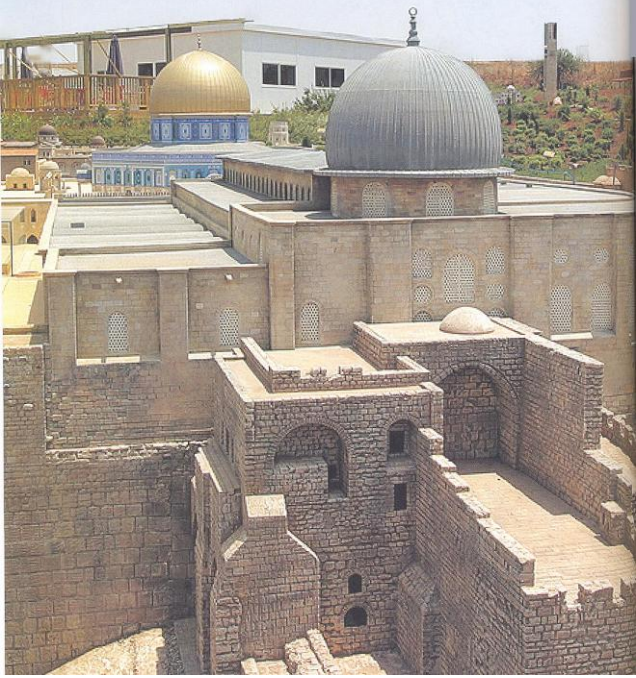
معرکۂ اجنادین

(ہفتہ 27 جمادی الاولیٰ 13ھ/ 29 جولائی 634ء)

فتح بُصریٰ (25 ربیع الاول 13ھ/30 مئی 634ء) کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کرلیا تھا جس میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی افواج شامل تھیں جبکہ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بُصریٰ میں ڈیرے ڈالے رہے اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بلقاء میں اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فلسطین میں تھے۔ اس دوران میں خبریں ملیں کہ رومی سپہ سالار وردان ایک لشکرِ عظیم کے ساتھ شرحبیل رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھ رہا ہے جن کے پاس بُصریٰ میں صرف 7 ہزار مجاہدین ہیں جبکہ 70 ہزار کا ایک اور رومی لشکر بالائی فلسطین میں پیش قدمی کرتے ہوئے اجنادین آن پہنچا ہے۔ اس رومی فوج کی قیادت تذارق کر رہا ہے اور رومیوں کے ماتحت عرب قبائل بڑی تعداد میں ان سے آن ملے ہیں۔ ادھر وردان حمص سے روانہ ہو کر بعلبک، صفد[1] اور طبریہ ہوتے ہوئے دریائے اُردن عبور کرکے شرحبیل رضی اللہ عنہ کی فوج پر حملہ کرنے والا ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شرحبیل رضی اللہ عنہ، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ اجنادین (فلسطین) میں ان سے آملیں، چنانچہ شرحبیل رضی اللہ عنہ وردان کے بُصریٰ پہنچنے سے پہلے وہاں سے چلے آئے۔ یوں اب تمام اسلامی عساکر اور رومی لشکر اجنادین کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اجنادین کوئی شہر یا قصبہ نہیں تھا۔ یہ صرف راستوں کا سنگم تھا جس کی طرف رومی چلے آ رہے تھے۔ ان کی نفری ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ ادھر مسلمانوں کے لشکر جن کی مجموعی تعداد 33 ہزار تھی، ان سے پہلے اجنادین پہنچ گئے۔

رومیوں نے مسلمانوں کے میمنہ پر دھاوا بول کر لڑائی کا آغاز کیا۔ مسلمان ثابت قدم رہے تو مسیحی پلٹ گئے، پھر انھوں نے اسلامی میسرہ پر دباؤ ڈالا تو وہ بھی ڈٹے رہے اور رومیوں کو پھر ناکام ہو کر پیچھے ہٹنا پڑا، پھر انھوں نے مسلمانوں پر شدید تیر اندازی شروع کر دی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے دشمن کے تمام لشکر پر ہلہ بول دیا۔ رومی اس حملے کی تاب نہ لا کر شکست کھا گئے اور کئی گروہوں میں بٹ کر بیت المقدس، قیساریہ، دمشق اور حمص کی طرف بھاگ نکلے۔

مقبوضہ فلسطین کا قصبہ صفد

اس لڑائی میں مسلمانوں نے 3 ہزار رومی قتل کیے اور ان کے کیمپ کا تمام مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن حنبل جُمَحی کے ہاتھ فتح کی خبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی۔ پھر مسلمانوں نے لوٹ کر دمشق کا نئے سرے سے محاصرہ کرلیا جسے وہ پہلے فتح نہیں کر سکے تھے۔

[1] **صفد:** یہ عکا کے مشرق میں بالائی گلیل کے علاقے میں ایک قصبہ ہے۔ یہاں ایک صلیبی قلعے کے آثار ہیں۔ آبادی 15 ہزار ہے (المنجد في الأعلام)۔ صفد (Zefat) قنیطرہ (شام) کو عکا سے ملانے والی سڑک پر تقریباً وسط میں اور جھیل طبریہ کے شمال میں واقع ہے۔ (أطلس المملكة العربية السعودية والعالم، ص: 43)

نقشہ 72

معرکۂ اجنادین (1)

نقشہ 73

معرکۂ اجنادین (2)
اسلامی اور رومی عساکر کی پیش قدمی

معرکۂ اجنادین (3)

نقشہ 74

نقشہ 75 معرکۂ اجنادین کے بعد محاصرۂ دمشق

نقشہ 76

فحل کی طرف پیش قدمی (1)

4
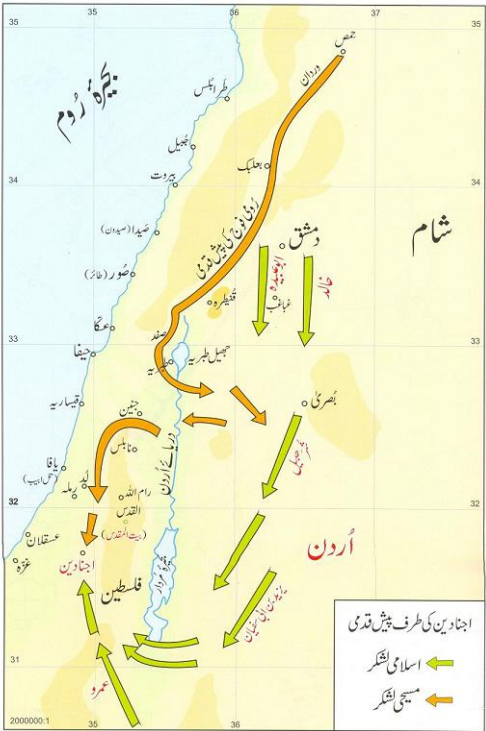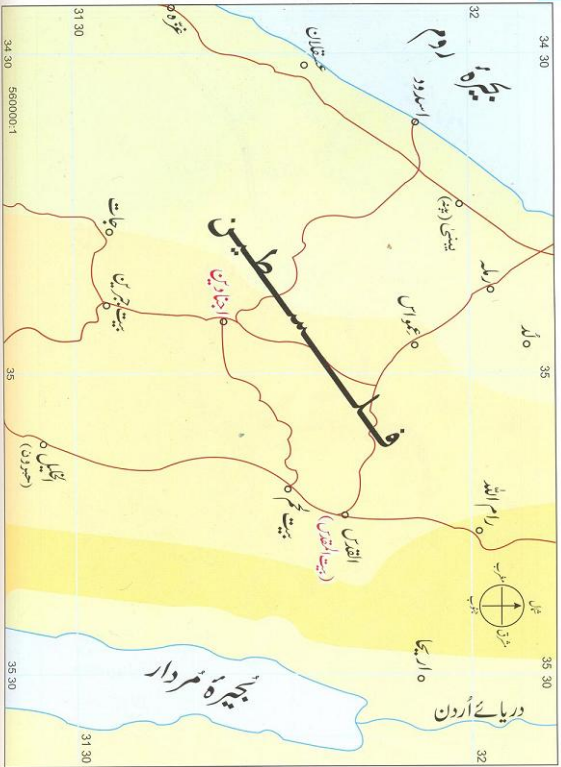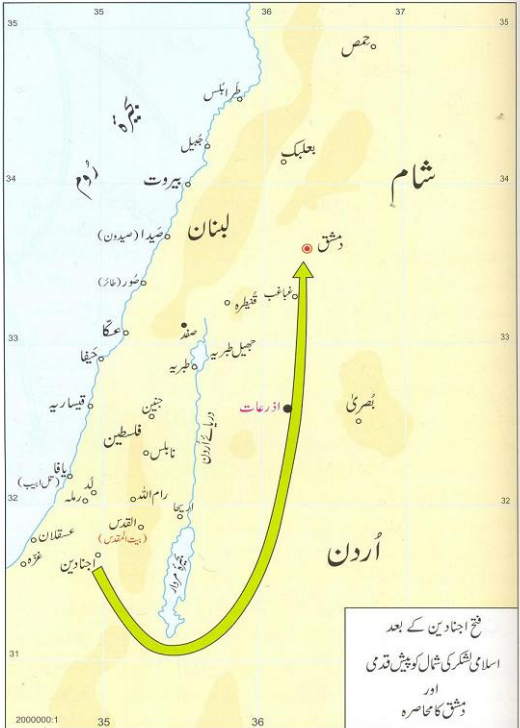
معرکۂ فحل بَیسان

(بروز پیر 28 ذی قعدہ 13ھ/23 جنوری 635ء)

جنگ اجنادین کے بعد شام میں مجاہدین کی تعداد 32 ہزار تھی۔ ان میں سے 5300 فلسطین میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور شرحبیل رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھے۔ باقی 26700 سرفروش ابوعبیدہ، خالد بن ولید اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ دمشق چلے آئے تھے اور دوبارہ اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔

ادھر انطاکیہ سے قیصر ہرقل نے 10 ہزار فوج روانہ کی۔ حمص اور بعلبک سے مزید عیسائی اس میں شامل ہوتے گئے حتیٰ کہ رومی لشکر کی تعداد 20 ہزار ہو گئی۔ علاوہ ازیں بیزنطیم (قسطنطنیہ) سے آنے والی فوج نے ساحل شام پر اُتر کر مرج ابنِ عامر کے راستے بیسان کا رُخ کیا۔ اس دوران میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو 5 ہزار مجاہدین کے ساتھ بعلبک کی طرف بھیجا۔ جب انھیں علم ہوا کہ مسیحی بیسان کی طرف نکل گئے ہیں تو وہ دمشق لوٹ آئے۔

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقدمۃ الجیش کے ہمراہ عمرو اور شرحبیل رضی اللہ عنہما کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اُن سے آن ملے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے چلے آئے۔ باقی مجاہدین نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دمشق کا محاصرہ جاری رکھا۔ اس اثناء میں رومی بیسان میں جمع ہو چکے تھے اور مسلمانوں نے فحل میں آن اجتماع کیا۔ رومیوں نے جالوت ندی [1] کے کنارے توڑ دیے جس سے ان کے اور مسلمانوں کے مابین زمین پانی میں ڈوب کر رومی لشکر کے لیے دفاعی آڑ بن گئی، نیز رومیوں کی اس سے غرض یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو انتظار کرنا پڑے اور اس دوران میں رومیوں کو وہ کمک پہنچ جائے جو ہرقل نے پیچھے سے روانہ کی تھی۔ رومی لشکر کا سپہ سالار سکلاریوس تھا جسے عرب مؤرخین ''سقلار'' کہتے ہیں۔

سکلاریوس نے ایک رات مسلمانوں پر چھاپہ مارنے کا ارادہ کیا جبکہ وہ فحل میں اپنے پڑاؤ میں سوئے ہوئے ہوں، چنانچہ وہ اپنا جیش لیے نکلا حتیٰ کہ وہ دلدلی علاقے میں پہنچ گیا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ مسلمان صف بند ہو کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کا مقدمۃ الجیش خالد رضی اللہ عنہ کے ماتحت تھا، اس میں تمام تر گھڑ سوار تھے۔ میمنہ پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور میسرہ پر ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ پیادہ فوج کے سالار سعید بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔ گھڑ سوار تین گروہوں میں آگے بڑھے جن کی قیادت خالد بن ولید، قیس بن ہبیرہ اور میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہم کر رہے تھے اور اُن کے پیچھے سعید بن زید رضی اللہ عنہ، پھر معاذ رضی اللہ عنہ اور پھر ہاشم رضی اللہ عنہ تھے۔

مسلمانوں نے دریائے اُردن عبور کیا۔ ادھر رومی بڑھے چلے آ رہے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان سوئے ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ اچانک انھوں نے مسلمانوں کو اپنے سامنے چوکس پایا۔ رومیوں نے گھڑ سواری میں مسلمانوں کی برتری ملحوظ خاطر رکھی تھی کیونکہ رومیوں کے گھوڑے مسلمان

[1] **جالوت ندی:** اسے ان دنوں ''نہر جالود'' کہتے ہیں۔ دریائے اردن کی یہ معاون ندی میدانِ بیسان میں واقع ہے (المنجد في الأعلام)۔ وادیٔ جالوت کے سرے پر عین جالوت نامی گاؤں آباد تھا جس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اس کے قریب حضرت داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تھا۔ صلیبی وقائع نگار اس علاقے کو تُبَنیا (Tubania) لکھتے ہیں۔ عین جالوت 25 رمضان 658ھ/3 ستمبر 1260ء کی اس جنگ کے لیے مشہور ہے جس میں کِتْبُغا نوئین کی زیرِ قیادت منگول لشکر کو افواج مصر نے سلطان الملک المظفر قطز کی سپہ سالاری میں شکست دی جبکہ ہراول فوج کا سرعسکر بیبرس تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 14-2/397,396)
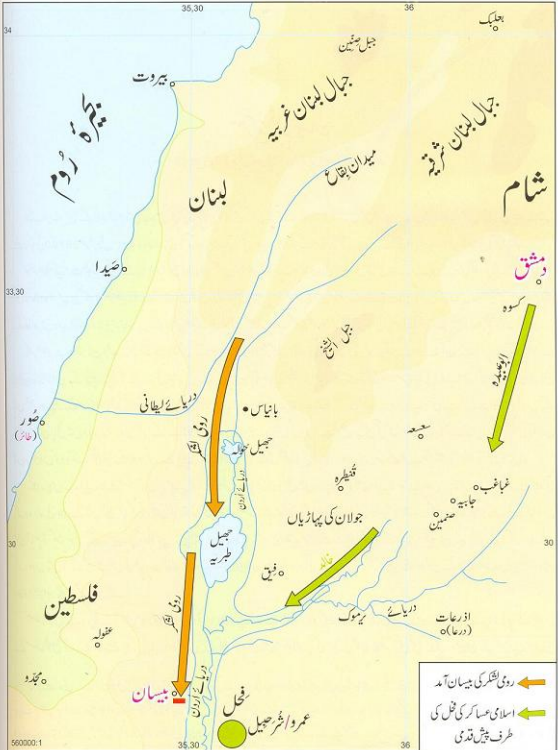
نقشہ 77

رومیوں کی بیسان آمد
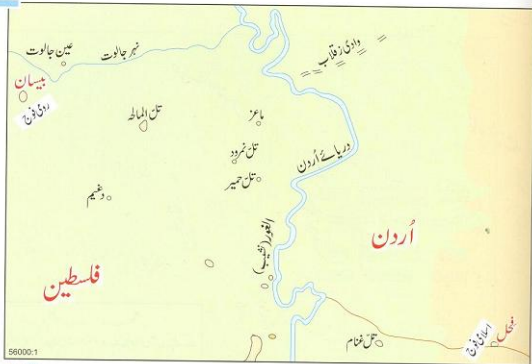
نقشہ 80
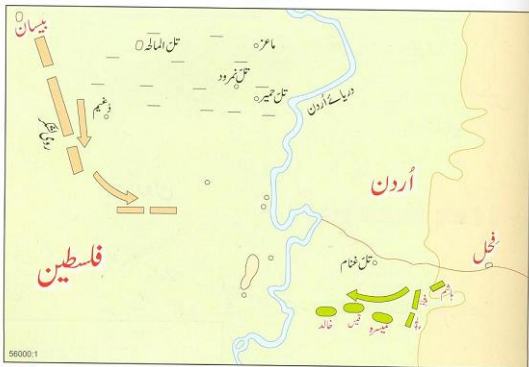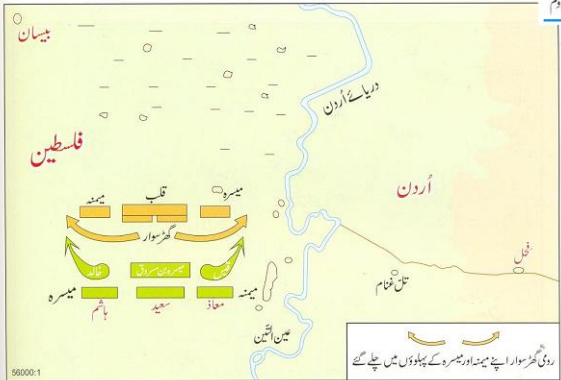
معرکہ فحل بیسان (3) میدانِ جنگ میں صف بندی
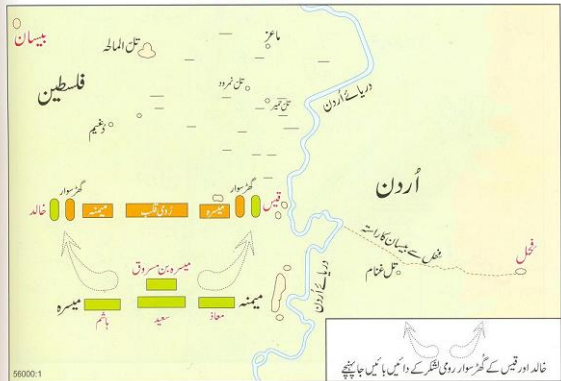
نقشہ 81

معرکہ فحل بیسان (4)
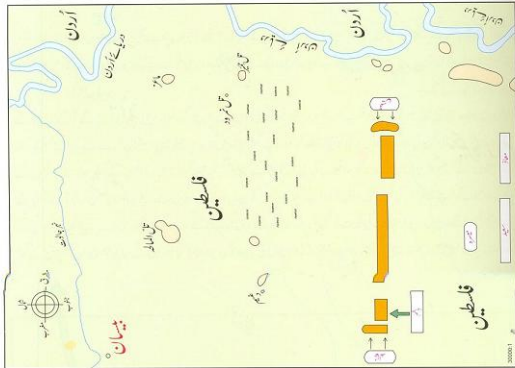
نقشہ 82

معرکۂ فحل بیسان (5)

رومی میمنہ اور میسرہ پر مسلمان جھپٹ پڑے

نقشہ 83

معرکۂ فحل بیسان (6)

اسلامی دستوں نے رومی عیسائیوں کو تین اطراف سے پیس ڈالا

نقشہ 84

معرکۂ فحل بیسان (7)

گھڑسواروں کے آگے نہیں ٹھہرتے تھے، چنانچہ ان کے گھڑسوار دستے نکلے تو ان کے ہمراہ 50 تا 80 ہزار پیادے بھی تھے۔ انھوں نے اپنا رسالہ، یعنی گھڑسوار اپنے قلب کی صف اول میں رکھے تھے۔ ہر گھڑسوار کے ایک طرف ایک تیرانداز اور دوسری طرف ایک نیزہ بردار بطور مددگار موجود تھا اور ان کے پیچھے پیدل فوج کی صفیں تھیں۔

گویا رومیوں کی صف بندی میں صرف میمنہ، قلب او رمیسرہ تھے جبکہ مسلمانوں نے اپنے گھڑسوار اپنی پیدل فوج کے آگے رکھے تھے (نقشہ 80)۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دشمن کی صورت حال دیکھ کر سمجھ گئے کہ وہ اپنے گھڑسواروں کو عام حملے میں استعمال کرنے کے بجائے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، لہٰذا انھوں نے مسلم گھڑسواروں کے ساتھ رومیوں کی پیدل فوج کے پہلوؤں پر حملہ کر دیا جہاں دشمن کے گھڑسوار موجود نہیں تھے (نقشہ 81)۔ اب رومیوں کو اپنے پہلوؤں کی فکر لاحق ہوئی تو وہ اپنے گھڑسواروں کو پیدل فوج کے دفاع کے لیے پہلوؤں میں لے آئے جن کے ساتھ اب پیادہ مددگار نہیں تھے۔ یوں دوبدو مقابلے کی نوبت آگئی جس سے رومی پہلوتہی کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے گھڑسواروں کے ساتھ دشمن کے رسالہ پر ہلہ بول دیا (نقشہ 82)۔ ادھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی پیادہ فوج پر دھاوا کیا اور ان کے ساتھ میسرہ بن مسروق کے گھڑسوار بھی تھے۔ (نقشہ 83)
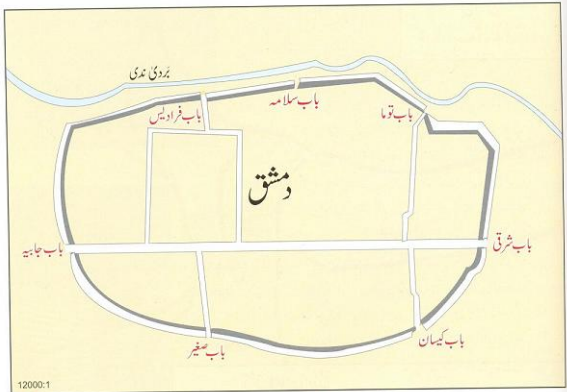
نقشہ 85
فتح اسلامی کے وقت دمشق اور اس کے دروازے

مسلمان رومیوں کے جانبی دستوں کا صفایا کرنے سے فارغ ہوئے تو انھوں نے دشمن کے قلب پر یلغار کر دی حتیٰ کہ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ اس دوران میں رات چھا گئی۔ رومی فوج سمٹتی سمٹتی اپنے پیچھے واقع دلدل میں جا پھنسی۔ مسلمان انھیں اس افتاد میں پڑتے دیکھ کر خوش ہوئے اور ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ سپہ سالار سکلاریوس اور اس کے ساتھ 10 ہزار رومی مارے گئے اور باقی شام کے مختلف علاقوں کی طرف بھاگ نکلے۔ یوں وادیٔ اُردن کے سرسبز علاقوں پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ وہاں کے رومیوں نے قلعوں کے دروازے مسلمانوں پر کھول دیے اور امان حاصل کر لی۔

بیسان کی فتح کے بعد مسلمانوں نے ایک بار پھر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار ساڑھے سات ماہ کے محاصرے کے بعد 15 رجب 14 ھ کو دمشق فتح ہو گیا۔
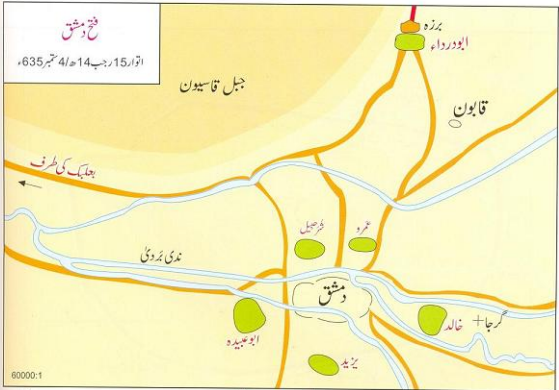
نقشہ 86
دمشق کا محاصرہ اور فتح

5

معرکۂ یرموک

رومیوں کی جوابی تیاریاں

سقوطِ دمشق کے بعد مسلمانوں نے توقف کیا حتیٰ کہ سردی کی شدت ختم ہوگئی جو ملک شام پر مسلط تھی، پھر وہ بعلبک اور حمص پر قابض ہوگئے۔ اس کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فلسطین لوٹ آئے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ دمشق ہی میں مقیم رہے۔ رومی نہ بعلبک میں ٹھہر سکے اور نہ حمص میں زیادہ مزاحمت کر سکے لیکن اُن کی فوجی قوت میں کمی نہیں آئی تھی۔ پھر ہرقل نے قسطنطنیہ، آرمینیا اور الجزیرہ سے فوجیں اکٹھی کیں حتیٰ کہ اس نے مغربی رومن سلطنت سے بھی مدد طلب کی۔ اس طرح اس نے 2 لاکھ کی نفری جمع کر لی جو خشکی اور سمندر کے راستے آئے تھے۔ ان کی قیادت باہان (Baanes) کر رہا تھا جبکہ مسلمانوں کی تعداد 33 ہزار تھی۔

وادیٔ بقاع

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خبریں ملیں تو انھوں نے اہلِ حمص سے جمع کردہ جزیہ واپس کر دیا اور دمشق لوٹ آئے۔ رومیوں نے مسلمانوں کے پیچھے چلے آنے پر حمص اور بعلبک پر دوبارہ قبضہ کر لیا، پھر وادیٔ بقاع سے گزر کر دمشق کا رُخ کرنے کے بجائے حُولہ کے نواح میں آن پہنچے۔ مسلمان جان گئے کہ رومی انھیں بڑے گھیرے میں لینا چاہتے ہیں۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے مزید کسی بھی قسم کی پسپائی اختیار کرنے پر اعتراض کیا کہ کسی بھی شہر سے انخلا کے بعد دوبارہ اسے اپنے قبضے میں کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور یہ کہ شہر کے باشندوں سے جزیہ کی وصولی اس امر سے مشروط تھی کہ اُن کے تحفظ اور دفاع کی ذمہ داری اٹھائی جائے گی (لہٰذا ان کے دفاع سے منہ موڑ کر پسپائی اختیار کرنا قرین صواب نہیں۔) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ کی تائید کی۔ لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فلسطین سے خط بھیجا کہ فلسطینیوں اور اہلِ اُردن نے بغاوت کر دی ہے اور انھوں نے عہد شکنی کی ہے، چنانچہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے طے کیا کہ جنوب کی طرف پسپا ہو کر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے جیش سے جا ملیں۔ یوں مسلمانوں کے تمام لشکر جابیہ میں اکٹھے ہوگئے اور خالد رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی رضامندی سے خود اسلامی عساکر کی قیادت سنبھال لی۔ ادھر رومیوں کی کوشش یہ تھی کہ وہ وادیٔ بقاع اور وادیٔ اُردن کے راستے مسلمانوں کے زیر قبضہ علاقوں کے جنوب میں پہنچ کر ان کی پسپائی کا راستہ کاٹ دیں۔

جابیہ شہر کا پرانا مغربی دروازہ

دشمن کے ارادے بھانپ کر مسلمانوں نے بہتر جانا کہ وہ اپنی فرودگاہ (معسکر) جابیہ سے اذرعات لے جائیں۔ ادھر رومیوں کا رُخ جابیہ کی طرف تھا جبکہ مسلمان جابیہ سے نکل آئے تھے۔ ان کے

نقشہ 87

معرکۂ یرموک (1) مسلمانوں کو گھیرنے کی رومی کوشش

نقشہ 88

معرکۂ یرموک (2) رومیوں اور مسلمانوں کی جنگی پوزیشنوں میں تبدیلی
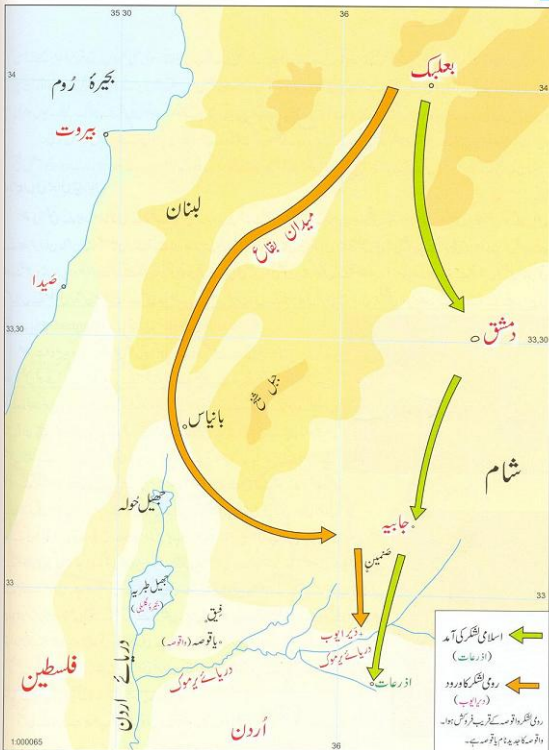
گھڑسوار اور تیر انداز دستے ان کے عقب کی حفاظت کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ اذرعات پہنچ گئے۔ اس دوران میں رومی دیرایوب آن پہنچے۔ اس روز تاریخ 21 جمادی الآخرہ 15ھ/31 جولائی 636ء تھی اور منگل کا دن تھا۔ (نقشہ 87 یرموک 1)

اس دوران میں باہان کو ہرقل کا خط پہنچا کہ رومی لشکر کسی ایسی کھلی جگہ قیام کرے جو بھاگنے کے لیے تنگ ہوتا کہ ان کی عددی اکثریت ان کے لیے مفید ثابت ہو اور اُن کے فوجی فرار نہ ہونے پائیں، چنانچہ انھوں نے اپنی چھاؤنی دریائے یرموک کے کنارے رقاد اور علان نامی ندیوں کے درمیان منتقل کر لی۔ بہت گہری رقاد ندی رومیوں کے پیچھے بہتی تھی، اسی طرح دریائے یرموک کا پاٹ بھی گہرا تھا۔ یہ رومیوں کی کم فہمی تھی کہ انھوں نے گہری ندیوں سے گھرے اس میدان کو قدرتی دفاع خیال کیا جو کہ پیچھے سے ان کی حفاظت کرے گا۔ ادھر خالد رضی اللہ عنہ نے دیرایوب پہنچ کر اسلامی لشکر کو رومیوں کے راستے پر ڈالا اور علان ندی پار کر کے ایسی جگہ پڑاؤ کیا کہ دشمن کے فرار کا عقبی راستہ بند ہو گیا۔ یہ ہفتے کا دن تھا (25 جمادی الآخرہ 15ھ/ 4 اگست 636ء)۔ (نقشہ 88 یرموک 2)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو دوبارہ ترتیب دیا اور اسے میمنہ، قلب اور میسرہ میں تقسیم کیا۔ فوج کے یہ تینوں اہم حصے گھڑ سوار دستوں پر مشتمل تھے۔ رومیوں نے صف بندی بھی اسی طرح کی تھی۔ ان کے میمنہ کا سالار ابن قناطر (Baccinatar) تھا اور اس کے ہمراہ جُرجیر ارمنی بھی تھا۔ ان کے میسرہ کی قیادت درنجار کر رہا تھا۔ غسانی عربی قبائل کے 12 ہزار جنگجو ان کے مقدمۃ الجیش میں تھے جن کا سالار جبلہ بن ایہم تھا۔ اس اثناء میں مسلمانوں کو خبر ملی کہ مسیحی صبح دم جنگ چھیڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں، چنانچہ انھوں نے رات اپنی صفیں درست کرنے میں گزاری۔

باہان نے پیر (5 رجب 15ھ/ 13 اگست 636ء) کو اپنا لشکر آگے بڑھایا۔ رومی لشکر میں 20 صفیں تھیں، 80 ہزار گھڑ سوار تھے اور ایک لاکھ 20 ہزار پیادے تھے۔ سات کلومیٹر سے زیادہ لمبائی میں پھیلا یہ لشکر سیلاب کی طرح امنڈتا آگے بڑھا۔ ان کی اس پیش رفت میں رعد کی سی گرج تھی۔ انھوں نے صلیبیں اٹھا رکھی تھیں۔ لشکر کے ہمراہ اسقف اور پادری بھی تھے جو انھیں جوش دلا رہے تھے۔ 30 ہزار عیسائیوں میں سے ہر دس دس کی ٹولی نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ وہ فرار نہ ہو سکیں اور آخر تک ثابت قدم رہیں۔

لشکر اسلام کی خواتین صفوں کے پیچھے اونچی جگہ پر تھیں۔ مسلمان گھڑ سوار لشکر کے آگے تین صفوں میں ایستادہ تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے گھڑ سوار اپنی عددی اقلیت کے باعث شاید رومیوں کے شدید حملے کے آگے ٹھہر نہ سکیں، لہٰذا انھیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ نصف اپنی قیادت میں لشکر اسلام کے میمنہ کے پیچھے رکھے اور نصف قیس بن ہبیرہ کی قیادت میں میسرہ کے پیچھے تعینات کیے، نیز ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو مجاہدین قلب کے پیچھے بھیج دیے تاکہ لشکرِ اسلام کا عقب محفوظ اور قوی ہو اور ان کے بدلے میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو قلب میں تعینات کیا۔

خالد رضی اللہ عنہ کی حربی حکمت عملی

مجاہدین اسلام کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنگی حکمت عملی کے اہم پہلو یہ تھے:

① رومیوں کے حملے کے سامنے مسلمانوں کی طاقت کے مطابق انھیں ثابت قدم رکھا جائے۔

② جنگ شروع ہوتے ہی ایسا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی صفیں رومیوں کی بڑھتی ہوئی فوج کو روکنے سے عاجز آ جائیں اور ثابت قدم نہ رہ سکیں، لہٰذا دشمن کی صفوں کو منتشر اور تتر بتر کرنے کی سعی کی جائے، خواہ اس میں مسلمانوں کا کچھ جانی نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

③ چنانچہ مسلمان گھڑ سوار ربط و ضبط کے ساتھ اپنے میمنہ اور میسرہ کے پیچھے سے نکل کر رومیوں کے میسرہ اور میمنہ پر پہلوؤں سے حملہ آور ہوں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تین جنگیں بڑی مشکل تھیں، یعنی جنگ اُحد، جنگ عقرباء (معرکہ یمامہ) اور جنگِ یرموک ۔ ان تینوں جنگوں میں خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے سے برتر دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرنے کے لمحے کا انتظار کیا تا کہ ان پر اچانک چھاپہ مار کر ان کے قدم اکھیڑ دیں۔

یرموک میں رومی میسرہ نے جس کی قیادت درنجار کر رہا تھا، اسلامی میمنہ پر شدید دباؤ ڈالا جس کی قیادت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور اس میں قبائل اَزْد، مذحِج، حضر موت، حِمیَر اور خولان کے مجاہدین برسرِ پیکار تھے۔ مسلمان ثابت قدم رہے اور انھوں نے تلواروں کے خوب جوہر دکھائے حتیٰ کہ رومیوں کا جم غفیر ان پر حملہ آور ہوا جبکہ باہان ان کے ایک حصے کو پیچھے سے تحفظ فراہم کر رہا تھا۔ رومیوں کے دباؤ سے میمنہ کے مجاہدین قلب کی طرف ہٹنے لگے حتیٰ کہ بعض پڑاؤ (معسکر) کی طرف پلٹ گئے ۔ پھر جب کفار کے مقابلے میں جمے رہنے کی پکار بلند ہوئی تو وہ لوٹ آئے اور اپنی اُن جگہوں پر، جن سے وہ پسپا ہوئے تھے، دوبارہ ڈٹ گئے ۔ ادھر حملہ آور رومیوں کی تعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ 20 ہزار رومی گھڑ سوار اسلامی میمنہ کے پیچھے جا کر ان کے پڑاؤ میں گھس گئے۔

اسی طرح رومی میمنہ ابن قناطر کی قیادت میں اسلامی میسرہ پر حملہ آور ہوا تھا جس میں کنانہ، قیس، لَخْم، جذام، خَثْعم، غسان، قُضاعہ اور عامِلہ کے مجاہدین شامل تھے۔ اسلامی میسرہ قلب کی طرف سمٹ گیا۔ اسی دوران میں رومی میمنہ کے گھڑ سوار نہایت تیزی سے اپنے میسرہ کی طرح اسلامی لشکر گاہ (معسکر) پر حملہ آور ہوئے تو مسلم خواتین نے خیموں کی چوبیں مار مار کر انھیں پیچھے دھکیل دیا۔

اسلامی جیش کا قلب صحیح سالم رہا تھا جس کے قائد سعید بن زید رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پیچھے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے 300 مجاہدین شریک جنگ تھے۔

اب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور قیس بن ہبیرہ کے گھڑ سوار حرکت میں آئے اور ان رومیوں پر ٹوٹ پڑے جو اسلامی لشکر گاہ پر حملہ آور ہوئے تھے (نقشہ 92 یرموک 6)۔ مسلمانوں نے انھیں لشکر گاہ کے باہر گھیر لیا اور ان کا یہ حملہ اس قدر اچانک اور زوردار تھا کہ دس ہزار رومی آناً فاناً موت کے گھاٹ اُتر گئے اور باقی فرار ہو کر مسلمانوں کے خیموں کی آڑ لیتے ہوئے میدانِ جنگ سے باہر چلے گئے ۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ وہ دُور نکل گئے۔ اسی طرح رومی گھڑ سوار مسلمانوں کے حملے کی تاب نہ لا کر اچانک میدانِ جنگ سے بھاگ نکلنے لگے اور وہ مجاہدین کے ہاتھوں مارے یا فرار ہو جاتے رہے۔ اس دوران میں خالد رضی اللہ عنہ اور قیس رحمہ اللہ مسلم گھڑ سواروں کے ساتھ میدانِ جنگ میں لوٹ آئے اور آتے ہی دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ رومی فوج نے دیکھا کہ اُن کے گھڑ سواروں کی ٹولیاں یکے بعد دیگرے مارچ کرتے ہوئے میدانِ جنگ سے نکل جاتی ہیں اور پھر ان کے بجائے مسلم گھڑ سوار لوٹ کر آتے ہیں جو اُن پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور انھیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس تحیر خیز چال کو جنگی نفسیات کی اصطلاح میں صدمۂ قتال کہتے ہیں۔ اس صورت حال میں رومیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور مسلمانوں نے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے ان پر اجتماعی دھاوا بولا تو رومی دم دبا کر بھاگ اٹھے۔ راویوں کا کہنا ہے:

”وہ یوں بھاگے جیسے ان پر کوئی دیوار ٹوٹ پڑی ہو جبکہ مسلمان انھیں رقاد ندی اور دریائے یرموک کے سنگم کی طرف دھکیلتے اور گراتے چلے گئے جو انتہائی گہرائی میں تھا۔ زنجیروں میں بندھے ہوئے سپاہیوں کی وجہ سے رومیوں کی مشکلات بڑھ گئیں، چنانچہ مسلمان اونچائی سے ان پر ٹوٹ پڑے اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔“

راویوں کے اندازے کے مطابق رومی مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جبکہ دو بدو لڑائی میں مرنے والے عیسائی ان کے علاوہ تھے۔ یہ قتال رات بھر جاری رہا حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور میدان جنگ میں رومیوں کی لاشوں کے سوا کچھ نہ رہا، تب مسلمان مفرور رومیوں کے تعاقب میں نکل گئے۔
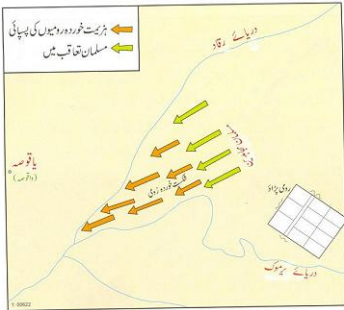
معرکۂ یرموک (7) رومی دستوں کی ہزیمت، پسپائی اور تباہی نقشہ 93

جنگِ یرموک کی خصوصیات

اس معرکۂ حق و باطل کے درج ذیل پہلو سامنے آتے ہیں:

① حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے عساکر سے صبر اور ثابت قدمی کا تقاضا کیا تھا جس پر انھوں نے لبیک کہا۔

② خالد رضی اللہ عنہ نے بظاہر اپنی یقینی شکست کو ایک شاندار اور ہمہ گیر فتح میں بدلنے اور دشمن کو دندان شکن اور مکمل شکست سے دوچار کرنے کے لیے محفوظ فوج (ریزرو دستوں) پر انحصار کیا اور اس مقصد کے لیے اپنے تمام گھڑ سوار دستے ریزرو رکھے۔

③ ایک تیز اور بڑے حملے میں عموماً خامی رہ جاتی ہے، لہٰذا خالد رضی اللہ عنہ نے انتظار کیا کہ ایسا حملہ رومیوں کی طرف سے ہو تاکہ وہ اپنے گھڑ سوار دستے (کیولری) جنگ میں حسبِ خواہش استعمال کر سکیں، چنانچہ آغاز میں انھوں نے دفاعی جنگ لڑی، پھر مناسب وقت پر جارحانہ جنگ کی طرف آ گئے۔

(یہ جنگی نظریہ تیرھویں صدی ہجری / انیسویں صدی عیسوی میں کلاسوٹز [1] کا نظریہ کہلایا۔)

④ خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ کا پانسا پلٹنے کے لیے رومی فوج کو تحیر خیز صدمے سے دوچار کیا۔

(یہ نظریہ چودھویں صدی ہجری / بیسویں صدی عیسوی میں لڈل ہارٹ [2] کا نظریہ کہلایا۔)

[1] کارل فون کلاسوٹز (1780ء - 1831ء) پرشیا (Prussia جرمنی) کا فوجی نظریہ ساز، جرمن فوج کا چیف آف سٹاف اور مشہور جنرل تھا۔ اس نے جنگی مطالعے کی کتاب "آن وار" لکھ کر شہرت پائی۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

[2] سر باسل ہنری لڈل ہارٹ (1895ء - 1970ء) برطانوی فوجی مؤرخ تھا جس نے دشمن کے کمانڈ سنٹروں کو ٹینکوں اور طیاروں سے تباہ کرنے کا تزویراتی فارمولا پیش کیا جس پر نازی جرمنی نے دوسری جنگ عظیم میں عمل کیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

جب قیصر ہرقل کو، جو انطاکیہ میں مقیم تھا، اپنے لشکر کی ہزیمت کا علم ہوا تو اس نے بے اختیار کہا:

"اے شام! تجھے جدائی پانے والے کا سلام
تجھے الوداع کہنے والے کا سلام کیونکہ دکھائی نہیں دیتا کہ وہ کبھی لوٹ کر تیری طرف آئے گا۔
کوئی رومی کبھی تیری طرف نہیں لوٹے گا مگر ڈرتے ہوئے۔
اے شام! تجھ پر سلام
کتنا اچھا ہے یہ ملک جو دشمن کے ہاتھ لگا ہے!"

نقشہ 94 فلسطین سے رومیوں کا صفایا

نقشہ 95 دمشق سے ساحل شام (لبنان) کی فتوحات

1

نبی ﷺ کا نامۂ مبارک بنام مقوقس (شاہِ مصر)

بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد عبد الله ورسوله إلى المقوقس عظيم القبط سلام على من اتبع الهدى، أما بعد: فإني أدعوك دعاية الإسلام أسلم تسلم يؤتك الله أجرك مرتين فإن توليت فعليك إثم القبط ويا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا ألا تعبدوا إلا الله ولا تشركوا به ولا يتخذ بعضنا بعضًا أربابًا من دون الله فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون.

''اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔
اللہ کے بندے اور اُس کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے مقوقس شاہِ قبط کے نام
جس نے ہدایت کی پیروی کی اُس پر سلام ہو! اما بعد:
پس میں تمھیں دعوتِ اسلام دیتا ہوں۔تم اسلام لے آؤ تو سلامتی میں رہو گے، اللہ تمھیں دوگنا اجر دے گا۔لیکن اگر تم نے حق سے منہ موڑا تو قبطیوں کے اسلام نہ لانے کا گناہ تم پر ہوگا۔ اور اے اہلِ کتاب! اللہ کی اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے (اور تمھارے) درمیان یکساں (مسلمہ) ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ہم (اور تم) میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔ پھر اگر اہلِ کتاب نہ مانیں تو (اے مسلمانو!) تم اعلان کردو کہ سب لوگ گواہ ہو جائیں کہ ہم بہرحال مسلمان ہیں۔''

مسجد نبوی میں ریاض الجنۃ کا مقامِ عالی

بحیرۂ روم
فلسطین
اردن
سعودی عرب
سُودان
مغربی صحرا
(صحرائے اعظم)
وادی جدید
جزیرہ نمائے سیناء
میدان تیہ
بحیرۂ احمر
بیت المقدس
عمان
غزہ
العریش
بورسعید
دمیاط
رشید
اسکندریہ
مطروح
سیدی برانی
سلوم
العالمین
دمنہور
منصورہ
زقازیق
بنہا
قاہرہ
جیزہ
حلوان
اسماعیلیہ
قنطرہ
نقب
طابا
عقبہ
الفیوم
بنی سویف
مغاغہ
منیا
ملوی
اسیوط
سوہاج
قنا
قوص
الاقصر
اسنا
ادفو
کوم امبو
اسوان
خارجہ
نخلستان خارجہ
باریس
نخلستان داخلہ
موط
القصر
نخلستان فرافرہ
قصر فرافرہ
نخلستان بحریہ
بویطی
نخلستان سیوہ
سیوہ
قطارہ
طور
جبل ثور
جبل کترینہ
ابوزنیمہ
غردقہ
سفاجہ
قصیر
مرسیٰ علم
راس بناس
جبل علبہ
جبل حماطہ
جبل شایب
جبل غارب
جبل جلالہ قبلیہ
جبل جلالہ بحریہ
بحیرات مرہ
نہر سویز
وادی نطرون
برکہ قارون
جھیل ناصر
سد العالی اسوان
خط سرطان
سطح مرتفع جلف کبیر
مصر
اور
دریائے نیل
دارالحکومت
اہم شہر
ریلوے لائن
شاہراہ
بین الاقوامی سرحد
دریا
نہر
پہاڑی چوٹی
کلومیٹر 200 160 120 80 40 0

نقشہ 96

2

مصر پر بیرونی حملے

جیزہ (مصر) میں فرعون خوفو کا ہرم

تاریخ کے مختلف ادوار میں مصر میں تیس کے قریب جنگیں لڑی گئیں جن میں پہلی جنگِ ہکسوس [1] تھی، پھر لیبیا والوں کا حملہ، سارگون ثانی کا حملہ، سنحارب، اَئسرحدّون [2] اور اشوربنی پال [3] کے حملے، بخت نصر [4] کا حملہ، کمبوچہ (Cambyses) بن کوروش کا حملہ [5]، ایرانیوں کا دوسرا حملہ، سکندر مقدونی (سکندرِاعظم) [6] کا حملہ، رومیوں کا تسلط، پھر ایرانی حملہ اور پھر رومی قبضہ [7]، مسلمانوں کے ہاتھوں فتح مصر،

[1] ہکسوس (چرواہے بادشاہ) سامی نسل سے تھے اور چودھویں مصری شاہی خاندان کے زمانے میں فلسطین وشام سے مصر پہنچے تھے۔ یہی لوگ سب سے پہلے گھوڑے مصر لے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنی اسرائیل ہکسوس دور ہی میں مصر پہنچے۔ 1580 ق م میں ہکسوس کو مصر سے نکال دیا گیا۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 40,39/2)

[2] اَئسرحدّون شاہ اشور سنحارب کا بیٹا اور جانشین (680-669 ق م) تھا جس نے بابل کی نئے سرے سے تعمیر کی۔ اس نے مصر پر حملہ کیا اور 677 ق م میں ممفس پر قبضہ کرلیا۔ (المنجد في الأعلام)

[3] سارگون (یا "سرجون") دوم، سنحارب اور اشور بنی پال سلطنت اشوریہ (Assyria) کے دوسرے دورِ عروج کے حکمران تھے جو نینوئی (عراق) میں دوسری ہزاری ق م کے اوائل میں قائم ہوئی۔ اشوریہ کی عظمت کا پہلا دور 933 ق م میں اور دوسرا دورِ عروج 745 ق م میں شروع ہوا تھا۔ اشور بنی پال نے عربوں، عیلامیوں اور کلدانیوں کے خلاف کامیاب لڑائیاں لڑیں۔ 625 ق م میں اشوری سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 48,47/2)

[4] بخت نصر (Nebuchadnezzar) بابل (عراق) کا بادشاہ (605 ق م - 561 ق م) تھا۔ اس نے مصر پر حملہ کیا اور 586 ق م میں یہودیہ فتح کیا، بیت المقدس کو تباہ کیا اور (تقریباً ایک لاکھ) یہودیوں کو گرفتار کر کے بابل لے آیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 47/2)

[5] ایران کی ہخامنشی سلطنت کے بانی سائرس (کوروش) کے بیٹے کمبوچہ (Cambyses) نے 525 ق م میں مصر فتح کیا اور اس کے معبد اور مندر مسمار کر دیے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 186/2، انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 73/2)

[6] شاہ مقدونیہ فیلقوس (Philip) دوم 336 ق م میں مارا گیا تو اس کا بیٹا سکندر سوم تخت نشین ہوا۔ 334 ق م میں وہ یونان سے نکلا اور ایرانیوں کو گرینی کس (اناطولیہ) اور اسوس کی جنگوں میں شکست دے کر شام فتح کرتا ہوا مصر پر حملہ آور ہوا۔ 332 ق م میں اس نے مصر فتح کیا، پھر ایران پر چڑھائی کی اور جنگ ارمیلا میں شاہِ ایران دارا سوم کو آخری شکست دی۔ فتح ایران کے بعد سکندر نے باختر (افغانستان) اور ترکستان فتح کیے، پھر دریائے بیاس تک ہندوستان کا علاقہ فتح کرنے کے بعد واپسی پر اس نے 323 ق م میں بابل میں وفات پائی۔ اس نے مشرقی دنیا میں اپنے نام سے 25 نئے شہر آباد کیے۔

[7] رومی حملہ آور جولیس سیزر کے ہاتھوں 48 ق م میں اسکندریہ کا کتب خانہ تباہ ہوا۔ مصر کی حکمران ملکہ قلوپطرہ کے مرنے پر جولیس سیزر کے جانشین آگسٹس آکٹیوین نے مصر پر قبضہ کر کے اسے رومی سلطنت کا حصہ بنا دیا۔ چوتھی صدی عیسوی کے وسط میں رومیوں کے ساتھ مصر بھی عیسائیت کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ 616ء میں ایرانیوں نے مصر فتح کر لیا اور 628ء تک اس پر قابض رہے اور کسریٰ (خسرو پرویز) کی شکست پر مصر دوبارہ بازنطینی (رومی) سلطنت کا حصہ بن گیا۔

صلیبی حکمران اموری کا حملہ، اس کا دوسرا صلیبی حملہ، جان ڈی برین کا حملہ، لوئی نہم کا صلیبی حملہ، تاتاریوں کی مصر پر ناکام یلغار [1]، عثمانیوں کی فتح مصر [2]، فرانسیسی حملہ [3]، فریزر (برطانوی) کا حملہ [4]، پہلی عالمی جنگ میں ترکی کا حملہ، اطالوی جرنیل گریزیانی کا حملہ، دوسری عالمی جنگ میں رومیل کا حملہ [5]، 1956ء میں اسرائیلی جارحیت اور پھر 1967ء میں اسرائیلی جارحیت۔ [6]

ان میں سے بعض حملے عارضی اثرات کے حامل تھے اور بعض ناکام رہے جبکہ بعض حملوں کے نتیجے میں غیر اقوام مصر پر غالب آئیں اور وہاں صدیوں اُن کا تسلّط رہا۔

حقیقت یہ ہے کہ مصر پر ہونے والے بیرونی حملوں اور جنگوں میں سے فتح اسلامی منفرد اور بے مثال ہے۔ یہ فتح مصری عوام کے لیے ہدایت اور امن وامان کی فتح ثابت ہوئی اور اس نے کبھی استعمار یا جبر واستبداد کا روپ نہیں دھارا۔ مصر کے فاتح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہاں جو حکمرانی کی، اس کی مثال نہ ان سے پہلے اور نہ بعد کے فاتحین میں ملتی ہے۔

[1] ہلاکو نے دمشق اور سواحل شام فتح کر کے مصر پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو مملوک سلطانِ مصر مظفر سیف الدین قُطز مقابلے میں نکلا۔ عین جالوت (فلسطین) کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی (658ھ/1260ء) جس میں تاتاریوں کو پہلی بار شکست فاش ہوئی اور ان کا سپہ سالار کتبغا مارا گیا۔ اس جنگ میں سلطان مظفر کے سپہ سالار بیبرس بُندق داری نے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اسی برس سلطان مظفر کے قتل کے بعد بیبرس ملک الظاہر رکن الدین کے نام سے مصر کا حکمران بنا۔
(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 197/21)

[2] شام کی تسخیر (922ھ/1516ء) کے بعد عثمانی سلطان سلیم اول نے مصر کا رُخ کیا۔ 22 جنوری 1517ء کو مصری اور عثمانی فوجوں میں قاہرہ کے باہر شدید جنگ ہوئی۔ عثمانی افواج کے برتر سامان حرب (توپوں) کی وجہ سے مصری فوج کو شکست ہوئی۔ مملوک سلطان اشرف طومان بائی پکڑا گیا اور اسے سزائے موت دی گئی اور یوں ربیع الاول 923ھ/اپریل 1517ء میں مملوک حکومت اور عباسی خلافتِ مصر دونوں ختم ہونے کے ساتھ ہی مصر سلطنت عثمانیہ کا صوبہ بن گیا۔
(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 204,203/21)

[3] فرانسیسی افواج نپولین بوناپارٹ کی سرکردگی میں محرم 1213ھ/2 جولائی 1798ء کو اسکندریہ پر قابض ہوگئیں۔ نپولین 25 جولائی کو قاہرہ میں داخل ہوا۔ 1801ء میں انگریزی اور ترک افواج نے حملہ کیا تو فرانسیسیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور وہ مصر چھوڑ کر چلے گئے۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 207/21)

[4] 11 تموز (جولائی) 1882ء کو برطانوی امیر البحر سیمور نے اسکندریہ پر بمباری کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ برطانوی 2 آب (اگست) کو سویس (سویز) اور 20 اگست کو پورٹ سعید اور اسماعیلیہ پر قابض ہو گئے۔ 13 ایلول (ستمبر) کو تل الکبیر کے مقام پر مصری سپہ سالار احمد عرابی پاشا کو شکست ہوئی اور 14 ستمبر کو انگریزی فوج قاہرہ میں داخل ہوگئی۔ عرابی پاشا اور ان کے ساتھیوں کو پہلے سزائے موت سنائی گئی، پھر انھیں سیلون (سری لنکا) جلاوطن کر دیا گیا۔ (أطلس التاريخ العربي الإسلامي، ص: 127، طبع دار الفكر دمشق)

[5] جرمنی کے فیلڈ مارشل رومیل نے دوسری جنگ عظیم کے دوران میں لیبیا سے مصر پر دھاوا بول دیا اور 21 جون 1942ء کو العالمین تک پہنچ گیا جو اسکندریہ سے صرف ستر میل کے فاصلے پر ہے۔ 23 اکتوبر 1942ء سے برطانوی جنرل منٹگمری نے جوابی حملے کا آغاز کیا، رومیل نے شکست کھائی اور 12 نومبر تک جرمنی اور اٹلی کی فوجیں مصر سے باہر نکل گئیں۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 414/3)

[6] 1956ء میں برطانیہ، فرانس اور اسرائیل نے مصر پر حملہ کیا اور جزیرہ نمائے سیناء پر اسرائیلی قابض ہوگئے مگر عالمی دباؤ پر جنگ بندی اور انخلا عمل میں آیا۔ جون 1967ء کی جنگ میں سیناء پر اسرائیلی قبضہ صہیونی ریاست کا وجود تسلیم کرنے پر 1981ء میں ختم ہوا۔

مصر پر صلیبی حملے

شام کے ساحلی شہروں پر قبضہ اور، بیت المقدس کی فتح (492 ھ / 1099 ء) کے بعد صلیبی مصر کی طرف بڑھے لیکن فاطمی امیر الجیوش نے انھیں شکست دے کر ان کا رُخ مصر کی جانب سے پھیر دیا، پھر 511 ھ میں شاہ بالڈون بیت المقدس (یروشلم) سے بڑی جمعیت لے کر فتح مصر کے لیے روانہ ہوا اور فرما پہنچ کر بڑی تباہی مچائی، تاہم جلد ہی بالڈون بیمار ہو کر واپس چلا گیا۔ فاطمی خلیفہ عاضد کے عہد میں صلیبیوں نے مصر پر چڑھائی کی اور قلعہ بلبیس پر قابض ہو گئے مگر 559 ھ میں سلطان نور الدین زنگی کے فرستادہ اسد الدین شیر کوہ اور اس کے بھتیجے صلاح الدین یوسف نے صلیبیوں کو شکست فاش دی اور پھر دونوں مسلم سالار دمشق لوٹ گئے۔ اس کے بعد یروشلم کے صلیبی حکمران اموری نے مصر پر حملہ کیا تو شیر کوہ دوبارہ مصر پہنچا اور اس کے پہنچتے ہی صلیبی پھر نامراد لوٹ گئے لیکن صلیبیوں کے اس ہنگامے میں فسطاط جیسا عظیم الشان شہر بالکل ویران ہو گیا جس میں تین سو مسجدیں تھیں۔ ملک العادل ایوبی کے عہد میں 613 ھ / 1216 ء میں صلیبیوں نے برائے نام شاہِ یروشلم اور شاہِ قسطنطنیہ جان برین کی قیادت میں مصر کا شہر دمیاط فتح کر لیا جسے 618 ھ / 1221 ء میں ملک الکامل نے آزاد کرایا، پھر ملک الصالح نجم الدین ایوب کے عہد (637 ھ - 647 ھ) میں فرانسیسی بادشاہ لوئی نہم نے دمیاط پر قبضہ کر کے قاہرہ کی طرف پیش قدمی شروع کی مگر دریائے نیل کی طغیانی اور رسد کی کمی کے باعث ناکام رہا اور لوئی نہم اپنے بہت سے امراء سمیت گرفتار ہوا۔ اسی دوران میں ملک الصالح نے انتقال کیا تو ملکہ شجرۃ الدّر نے اس کی موت کو مخفی رکھا یہاں تک کہ مرحوم کا بیٹا معظم توران شاہ عراق سے آ کر تخت نشین ہوا۔ شاہ لوئی کو زرِ فدیہ کی ادائی پر رہا کیا گیا اور دمیاط پھر مصریوں کے قبضے میں آ گیا۔

(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 21/192-196، حروبِ صلیبیہ (مترجم) از عبدالحلیم شرر)
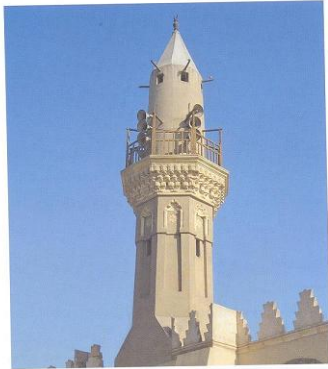
جامع مسجد عمرو بن عاص (قاہرہ) کا مینار

نقشہ 97

فلسطین سے مصر پر یلغار

3

غازیانِ اسلام کی مصر روانگی

جنگ یرموک جو 5 رجب 15ھ / 13 اگست 636ء کولڑی گئی، اُس کے نتیجے میں مسلمان سارے شام پر چھا گئے۔ بعدازاں جب امیر المومنین عمر بن خطاب ؓ جابیہ (شام) آئے تو وہاں عمرو بن عاص ؓ نے اُن سے تخلیے میں ملاقات کی اور ان سے فتحِ مصر کی اجازت حاصل کرلی تاکہ یہ سرزمین مسلمانوں کے خلاف مسیحی قوتوں کا مرکز بنی رہنے کے بجائے مسلمانوں کے لیے قوت کا باعث ہو۔ مصر بازنطینیوں (رومیوں) کے لیے زرخیز زرعی علاقہ بھی تھا جہاں سے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح شام کے بعد وہ شراب اور وافر اناج حاصل کرسکتے تھے۔

العریش (مصر) کا باغِ نخیل

مصر کے عوام قبطی فلاّحین تھے جو زمین کی کاشت کرتے تھے، اس پر وہ رومیوں کو ٹیکس ادا کرتے۔ رومیوں نے مصر پر تسلط اور غلبہ ہی حاصل نہیں کیا تھا بلکہ وہ ان پر اپنے مذہبی عقائد بھی مسلط کرتے تھے اور جو بھی مذہب وہ پسند کرتے وہی مصری عوام پر تھوپ دیتے تھے، حالانکہ مصری اسے ناپسند کرتے۔ [1] مصری ایک صلح کیش بلکہ نہایت اطاعت گزار قوم تھے حتی کہ الفریڈ بٹلر نے لکھا ہے:

''مصریوں نے کبھی خواہش ظاہر نہیں کی تھی کہ وہ آزادی حاصل کریں یا کسی طرح خود مختار ہو جائیں یا اپنے ذرائع پیداوار کے خود مالک ہوں مگر یہ بات ضرور ہے کہ وہ اپنے عقائد میں بہت پختہ تھے۔ اگرچہ وہ حکمرانوں کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاتے تھے اور نہ بغاوت کرتے تھے مگر یہ بات ریکارڈ میں ہے کہ اپنے مذہب کے معاملے میں وہ مرنے مارنے پر اُتر آتے تھے۔''

حضرت عمرو بن عاص ؓ ایک مختصر جمعیت کے ساتھ فلسطین سے روانہ ہوئے جس میں ساڑھے تین ہزار گھڑسوار تھے۔ وہ تمام یمنی قبائل عک اور غافق سے تعلق رکھتے تھے جبکہ غافقی ان میں ایک تہائی تھے۔ اس جیش نے عمرو بن عاص ؓ کے ہمراہ فتوح شام میں حصہ لیا تھا۔ عمرو بن عاص ؓ رات کے وقت روانہ ہوئے۔ ان کے عریش [2] پہنچنے سے پہلے جبل حلال کی بلندیوں سے پانچ سو جوان اتر کر ان کے ساتھ آن

[1] رومی جب بت پرست تھے تو انھوں نے مصر میں رومی دیوی دیوتاؤں کی عبادت کو فروغ دیا اور جب چوتھی صدی عیسوی میں رومی حکمرانوں نے مسیحیت قبول کرلی تو وہ مصری عوام کو بھی مسیحیت قبول کرنے پر مجبور کرنے لگے۔

[2] العریش یا عریش المصر: قدیم رائنوکورورا (Rhinokorura) اور موجودہ العریش ایک سرسبز و شاداب نخلستان میں ساحل بحیرۂ روم پر واقع ہے۔ یہ صوبہ سیناء کا صدر مقام اور حربی مرکز ہے۔ فتح اسلامی کے وقت یہ لارِس (Laris) کہلاتا تھا۔ العریش ہی میں 1118ء میں یروشلم کے صلیبی حکمران شاہ بالڈون اول کا انتقال ہوا۔ 1799ء میں اس پر نپولین نے قبضہ کرلیا اور اگلے ہی سال فرانسیسیوں کو العریش خالی کرنا پڑا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 308/13، المنجد في الأعلام)۔ العریش، غزہ سے تقریباً 80 کلومیٹر جنوب مغرب میں ہے۔

ملے۔ یوں لشکر کی مجموعی تعداد چار ہزار ہوگئی۔ جب وہ عریش پہنچے تو عید الاضحیٰ آ گئی۔ اس روز تاریخ 10 ذی الحجہ 19ھ/29 نومبر 640ء تھی۔ نماز عید پڑھ کر انھوں نے مغرب (مصر) کی طرف پیش قدمی کی۔ قلعہ فرما [1] پر پہلا معرکہ برپا ہوا۔ مسلمانوں نے ایک ماہ کے محاصرے کے بعد قلعہ فتح کر لیا اور اس کی فصیل مسمار کر دی۔ یوں مصر کے مشرقی دروازے پر عمرو رضی اللہ عنہ کا قبضہ ہوگیا کیونکہ فرما کے بعد بلبیس تک رومیوں کا نہ کوئی قلعہ تھا اور نہ کہیں ان کی فوج تعینات تھی۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نصفِ ثانی صفر 20ھ/نصفِ ثانی فروری 641ء میں فرما سے مجدول ہوتے ہوئے قنطرہ [2] پہنچے، پھر انھوں نے وادی طُمَیْلات میں سے گزر کر صالحیہ کا رخ کیا۔ اسے فتح کر کے بلبیس کا جا محاصرہ کیا۔ ایک ماہ کے محاصرے کے بعد شہر فتح ہوگیا۔ اس کے بعد وہ

مصر کی طرف اسلامی لشکر کی پیش قدمی کا حیرت انگیز واقعہ

یاقوت حموی (متوفی 626ھ/1229ء) نے مصر میں غازیانِ اسلام کے داخلے کے سلسلے میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''تم لشکر لے کر جاؤ اور میں تمھاری اس پیش قدمی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ میرا خط جلد تمھارے پاس پہنچے گا۔ جب میرا خط تمھارے پاس پہنچے، اگر اس وقت تم دیکھو کہ سرزمینِ مصر میں داخل نہیں ہوئے ہو یا تھوڑی دور اس میں گئے ہو، تو میرا حکم یہ ہے کہ تم وہیں سے لوٹ آنا۔ لیکن اگر میرا خط پہنچنے سے پہلے تم دیکھو کہ مصر میں داخل ہو چکے ہو تو اللہ کا نام لے کر اور اس کی مدد طلب کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جانا۔'' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر لے کر چلے۔ ادھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور انھیں ان مجاہدین کی سلامتی کے بارے میں کچھ خدشہ لاحق ہوا تو انھوں نے عمرو رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ واپس چلے آؤ۔ پھر جب وہ خط عمرو رضی اللہ عنہ کو ملا، اُس وقت وہ رفح (فلسطین کی آخری بستی) میں تھے تو انھوں نے قاصد سے وہ خط وصول کرنے سے احتراز کیا اور باتوں باتوں میں اسے آگے لے چلے حتی کہ وہ عریش پہنچ گئے۔ وہاں انھیں بتایا گیا کہ وہ اب مصر میں ہیں، تب انھوں نے قاصد سے خط لیا اور پڑھ کر مسلمانوں کو سنایا، پھر اپنے ساتھیوں سے پوچھا: ''تم جانتے ہو یہ مصر کی بستی ہے؟'' انھوں نے کہا: ہاں! عمرو بولے: ''امیر المومنین نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ ان کا خط مجھے ملے گا اور اگر میں اس وقت تک مصر میں داخل نہ ہوا تو لوٹ چلوں گا لیکن میں تو مصر میں داخل ہو چکا ہوں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حمایت سے آگے بڑھتے چلو۔'' (معجم البلدان: 262/4)

[1] فرما: یہ سمندر (بحیرۂ روم) کے کنارے عریش اور فسطاط (قاہرہ) کے مابین ایک قلعہ ہے۔ یہاں کھیتی اور پانی عنقا ہیں۔ نیل کا پانی تنیس (موجودہ تانیس) سے لاد کر لایا جاتا ہے۔ ابنِ قدید کہتے ہیں کہ احمد بن مدبر نے فرما کے دروازے منہدم کرنے چاہے جو قلعے کے مشرق میں پتھر سے بنے ہوئے تھے تو اہلِ فرما نے اسے منع کیا اور کہا: ان دروازوں کا ذکر تو اللہ کی کتاب میں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا: ﴿ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ﴾ ''اے میرے بیٹو! تم مصر میں ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا'' (یوسف 12:67)، (معجم البلدان: 256,255/4)۔ ''فرما'' کا یونانی نام Pelusium تھا۔ عربوں میں یہ ''فرما'' یا ''تل الفرما'' کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ پورٹ سعید کے مشرق میں بحیرۂ روم کے کنارے واقع ہے۔ مولانا شبلی رحمہ اللہ نے ''الفاروق'' میں لکھا ہے کہ یہاں جالینوس کی زیارت گاہ تھی۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 6/1)

[2] قنطرہ: یہ نہر سویز کی ایشیائی جانب پورٹ سعید اور اسماعیلیہ کے عین درمیان ریلوے لائن پر واقع ہے۔ یہ شمال میں منزلہ کی بڑی اور جنوب میں بلاح کی چھوٹی جھیل کو ملانے والی نہر پر بنا ہوا قنطرہ (پُل) تھا جس سے یہ شہر موسوم ہوا۔ آج کل کا قنطرہ نہر سویز بننے کے بعد آباد ہوا جبکہ قدیم آبادی مشرق میں آدھ گھنٹے کی مسافت پر واقع تھی اور اس کے نشانات تل ابوسیفہ یا تل الاحمر کے کھنڈروں کی صورت میں موجود ہیں۔ تل ابوسیفہ (مصری نام زرو) میں فرعون رعمسیس ثانی کے ایک مندر کے کھنڈر بھی ہیں۔ ازمنۂ وسطیٰ میں یہ العقولہ کے نام سے مشہور تھا۔ قنطرہ بذریعہ ریل العریش سے ملا ہوا ہے۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-2/419)

دریائے نیل کی طرف بڑھے اور اُم دنین [1] پر ان کا قبضہ ہوگیا۔ اُم دنین اس جگہ تھا جہاں آج کل قاہرہ شہر کے محلّہ ازبکیہ کی طرف کھلنے والے باب الحدید کے پاس مسجد اولادِ عنان واقع ہے۔ ام دنین دریائے نیل کے کنارے تھا۔ یہاں مسلمانوں کو کچھ دریائی کشتیاں مل گئیں۔ رومیوں نے مصر میں چند قلعے قائم کر رکھے تھے جن کے نام یہ تھے: فرما، بلبیس [2]، بابلیون [3]، نقیوس [4]، منوف میں حصن تراجان، حصن اثریب، دمیاط [5]،

دمیاط کی ایک خوبصورت مسجد

[1] اُم دُنَین: یہ قاہرہ (Cairo) اور دریائے نیل کے درمیان ایک بستی تھی جو بعدازاں قاہرہ میں مل گئی۔ جہاں آج قاہرہ ہے وہاں عہد اسلام سے پہلے دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر اُمّ دُنین نامی قلعہ اور شہر تھا جو بعد میں مقس کہلایا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قلعے کے باہر، جہاں اپنا خیمہ (فسطاط) نصب کیا تھا، وہیں فسطاط نامی شہر آباد کر کے اسے خلافت اسلامیہ کے صوبہ مصر کا دارالحکومت بنایا۔ فسطاط ان دنوں قاہرہ کے اندر واقع ہے جہاں مسجد عمرو موجود ہے۔ یاد رہے مقس، بابلیون، فسطاط اور قاہرہ نیل کے دائیں، یعنی مشرقی کنارے پر آباد ہوئے جبکہ جیزہ دریا کے بائیں، یعنی مغربی کنارے پر آباد تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مصر گئے، ان دنوں بابلیون ہی مصر کا دارالحکومت تھا۔ (معجم البلدان: 251/1)

[2] بلبیس: یہ فسطاط مصر سے 10 فرسخ دور شاہراہ شام پر واقع ایک شہر ہے۔ (معجم البلدان: 479/1)

[3] بابلیون: یہ قدیم لغت میں دیارِ مصر کے لیے مستعمل عام نام ہے، بالخصوص جہاں فسطاط آباد ہوا، اسے پہلے بابلیون کہا جاتا تھا۔ اہلِ تورات کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام بابل میں رہتے تھے۔ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو آدم علیہ السلام قابیل سے ناراض ہوئے۔ قابیل اپنے اہل وعیال کے ساتھ بھاگ کر ارضِ بابل کے پہاڑوں میں چلا گیا، چنانچہ اس جگہ کا نام ''بابل'' پڑ گیا جس کے معنی ہیں فرقت یا جدائی۔ پھر جب ادریس علیہ السلام نبی مبعوث ہوئے اور وہاں قابیل کی اولاد بڑھ گئی تو انھوں نے فساد برپا کیا اور پہاڑوں سے نیچے اُتر آئے اور نیک لوگ بھی ان میں گھل مل کر مائل بہ فساد ہوئے تو حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ انھیں ایسی سرزمین عطا کر جہاں ارض بابل کی طرح دریا بہتا ہو۔ تب انھیں ارضِ مصر میں منتقل ہونے کا اشارہ ہوا۔ وہ مصر پہنچے اور وہاں رہ کر اسے خوشگوار پایا تو اس کا نام ''بابل'' سے مشتق ''بابلیون'' رکھ دیا جس کے معنی ہیں ''اچھی فرقت۔'' اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ بابلیون سبا (یمن) والوں میں سے ایک شخص تھا جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں مصر پر حکومت کرتا تھا۔ (معجم البلدان: 311/1)

[4] نقیوس: یہ فُسطاط اور اسکندریہ کے درمیان ایک بستی ہے جہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی (معجم البلدان: 303/5)۔ نقیوس دریائے نیل کی شاخ فرع رشید کے دائیں (مشرقی) کنارے واقع ہے۔ (نقشہ 103)

[5] دمیاط: مصر زیریں کا یہ شہر دریائے نیل کی مشرقی شاخ پر دہانے کے قریب واقع ہے۔ اسے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک فوج نے تسخیر کیا جسے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ 238ھ کے بازنطینیوں (رومیوں) کے حملے کے بعد خلیفہ متوکل نے دمیاط میں ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ 565ھ / 1169ء میں بیت المقدس پر قابض صلیبیوں نے دمیاط کا آن محاصرہ کیا جسے وزیر مصر صلاح الدین ایوبی نے پسپا کر دیا۔ 615ھ / 1218ء تا 618ھ / 1221ء کی صلیبی مہم کے دوران میں صلیبیوں نے دمیاط پر قبضہ کرلیا۔ بالآخر ملک الکامل نے انھیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ صفر 647ھ / جون 1249ء میں ملک الصالح کی وفات سے کچھ پہلے لوئی نہم نے دمیاط فتح کرلیا لیکن پھر لوئی کے سپر انداز ہونے (اور مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہونے) پر یہاں مسلمانوں کا قبضہ بحال ہوگیا۔ بحری ممالیک نے دمیاط کی عسکری اہمیت ختم کرنے کے لیے 648ھ / 51-1250ء میں مسجد کے سوا فصیل اور سارا شہر منہدم کر دیا۔ دمیاط کی بربادی وہاں کپڑے کی صنعت کے برباد ہونے کا سبب بنی، تاہم بہت جلد پرانے قصبے کے جنوب میں ایک نیا شہر وجود میں آ گیا۔ 1218ھ / 1803ء میں عثمانی گورنر محمد خسرو پاشا البانوی فوج کی بغاوت کے سبب سے قاہرہ سے نکل کر دمیاط میں محصور ہوگیا اور پھر اسے محمد علی پاشا اور مملوک امیر الامراء عثمان بیگ بردیسی کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 432,431/9)

الفیوم کے رومی مندر کی باقیات

بندرگاہ اسکندریہ کی جامع مسجد ابوعباس

کریون، اسکندریہ، الفیوم [1] اور کلابشہ۔ انگور اور کھجور کے باغات حصن بابلیون تک پھیلے ہوئے تھے جو بلند مقام پر واقع تھا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے صورتِ احوال کا جائزہ لیا تو اس نتیجے تک پہنچے کہ ان کا چار ہزار کا لشکر ان تمام قلعوں کو فتح نہیں کر سکے گا، لہٰذا انھوں نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ بارہ ہزار کی کمک بھیجی جائے۔

بہنسا کی لڑائی اور دربارِ خلافت سے کمک

مدد کے انتظار کے دوران میں عمرو رضی اللہ عنہ نے طے کیا کہ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حصن بابلیون کے آگے واقع شہروں پر چھاپے مار کر رومیوں کو مرعوب کرنے کی کارروائیاں کی جائیں، چنانچہ انھوں نے 5 جمادی الاولیٰ 19ھ / اوائلِ مئی 640ء کے لگ بھگ ام دنین سے دریائے نیل پار کیا اور مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ جنوب کو بڑھتے چلے گئے۔ حنا نقیوسی ان کی اس پیش قدمی کو ''جنگ الفیُّوم'' قرار دیتا ہے جبکہ ابن عبدالحکیم نے بعد کی تاریخوں میں ''فتح الفیوم'' کا ذکر کیا ہے اگرچہ وہ سب مقامات جن کا ذکر نقیوسی نے کیا ہے، اس علاقے میں واقع تھے جو آج کل صوبہ بنی سویف میں شامل ہے مگر ان دنوں وہ صوبہ الفیوم کی عملداری میں تھا۔ یہیں سے مؤرخین میں ایک غلط فہمی پھیلی، حالانکہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس فوجی یلغار کے دوران میں الفیوم فتح نہیں کیا تھا اگرچہ مسلمانوں کی الفیوم کے رومی دستوں سے جھڑپیں ہوتی رہی تھیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دریائے نیل پار کر کے جنوب کی طرف بڑھے، اس طرح کہ اہرام [2] ان کے دائیں ہاتھ تھے اور دریائے نیل

[1] الفیُّوم: یہ ماضی کی طرح حال میں بھی مصر کا ایک انتظامی صوبہ ہے جو مصر کے وسط میں دریائے نیل کے ساتھ ساتھ صحرائے لیبیا کے مشرق میں واقع ہے۔ صوبائی دارالحکومت مدینۃ الفیُّوم ہے۔ اسیوط کے نزدیک دریائے نیل سے ایک نہر المنہی جدا ہوتی ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے تعمیر کرائی تھی۔ اس نہر سے ہونے والی آبپاشی سے وافر پانی ایک جھیل میں جمع ہوتا ہے جو برکۂ قارون کہلاتی ہے۔ الفیُّوم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مصر کے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے کارہائے نمایاں دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ہزار دنوں (الف یوم) کا کام ہے۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 1100,1099/15)

[2] اہرام: مخصوص شکل کے مخروطی مقابر یا ''اہرام'' (واحد ''ہرم'' بمعنی پرانی عمارت) مصری فرعونوں کے تیسرے خانوادے (لگ بھگ 2649 ق م) سے لے کر 1640 ق م تک تعمیر کیے گئے تھے۔ جیزہ کے اہرام قدیم دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا طریق تعمیر اور حسابی پیمائشیں ہنوز راز میں ہیں۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 1175)

بائیں ہاتھ تھا جس کے دوسرے کنارے بابلیون نظر آتا تھا۔ عمرو رضی اللہ عنہ دور تک پیش قدمی کرتے چلے گئے۔ ادھر رومی فوج بحیرۂ یوسف نامی جھیل پر واقع قصبے لاہون میں تعینات تھی۔ یہ جھیل الفیوم سے 18 کلومیٹر دور نخلستان کے شروع میں واقع تھی۔ ان کی دوسری فوج دریائے نیل کی طرف اور کچھ ابویط[1] میں تھی۔ یہ اس فوج کے علاوہ تھیں جو صوبہ الفیوم کے اندر موجود تھی۔ اسلامی فوج نے بہنسا[2] اور ابویط فتح کر لیے اور رومی فوجوں کو شدید نقصان پہنچایا جنھیں اس کمک سے مدد حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکا جو بابلیون سے ان کے لیے بھیجی گئی تھی۔

اس کے بعد مسلمان پیچھے لوٹ آئے کیونکہ ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اس لشکر کشی کے دوران میں ایک بڑا رومی سپہ سالار ''حنا'' مارا گیا۔ رومیوں نے اس کی لاش ہرقل کے پاس قسطنطنیہ بھیج دی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے مجاہدین اس لشکر کشی سے فارغ ہو کر چند ہفتوں کے لئے پیچھے چلے آئے تھے، پھر جب دوبارہ پیش قدمی کی تو انھوں نے مسلّہ عین شمس اور تل الحصین کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ادھر 29 ربیع الآخر 20ھ / 15 اپریل 641ء کو 8 ہزار مجاہدین کی مدد پہنچ گئی۔ اس آنے والے لشکر کی قیادت چار سالار کر رہے تھے: زبیر بن عوّام، مقداد بن عمرو، عبادہ بن صامت، مسلمہ بن مخلد (یا خارجہ بن حذافہ) رضی اللہ عنہم جن کے متعلق امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ ''ان میں سے ہر ایک، ایک ہزار بہادروں کے برابر ہے۔ یوں آپ کی مطلوبہ تعداد 12 ہزار پوری ہو گئی ہے۔'' اس پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں تو چاہتا تھا کہ وہ 12 آدمی بھیجتے جن میں سے ہر مجاہد ایک ہزار بہادروں کے برابر ہوتا۔''

اور بٹلر کہتا ہے کہ کمک ملنے سے مسلمانوں کی تعداد 15 ہزار ہو گئی جبکہ حصن بابلیون میں تعینات رومی لشکر کی تعداد 20 ہزار سے کم نہ تھی۔

قلعہ بابلیون (مصر)
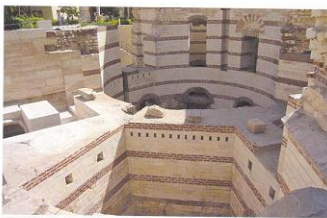
1 اَبوَیط: یہ دریائے نیل کے مشرقی جانب صوبہ اُسیوطیہ میں واقع بَرْدَنیس کے قریب ہے۔ (معجم البلدان: 1/ 82)

2 بَهْنَسا: یہ صعیدِ ادنیٰ (قریبی بالائی مصر) میں نیل کے مغربی کنارے پر واقع ایک شہر ہے۔ اس سے ایک بڑا صوبہ منسوب ہے۔ (معجم البلدان: 1/517,516)
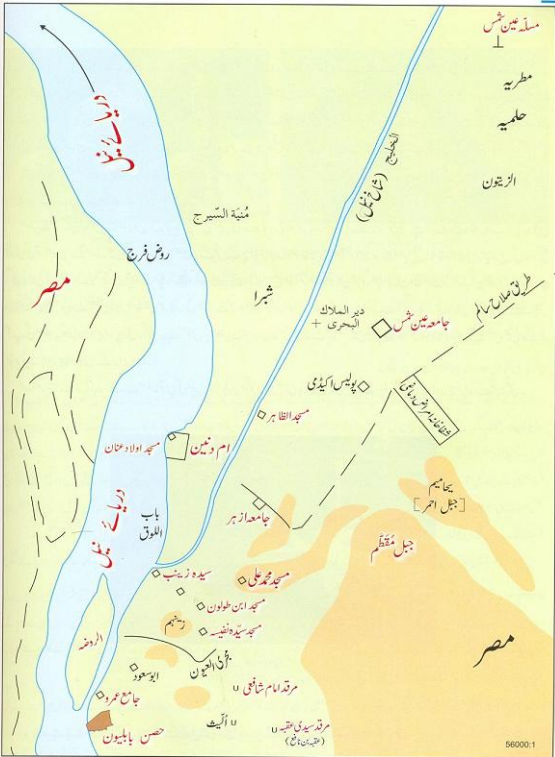
نقشہ 98

فتح مصر کے وقت بابلیون سے عین شمس تک کا علاقہ (عہد وسطیٰ اور عہد جدید کے قاہرہ کی بعض معلومات بھی شامل ہیں)

4

جنگ عین شمس (ہیلیو پولس)

مسلمانوں کو کمک پہنچنے سے رومیوں (عیسائیوں) نے جان لیا کہ فیصلہ کن جنگ کا وقت آ گیا ہے، لہٰذا وہ اس کی تیاریوں میں لگ گئے، پھر ان کا لشکر حصن بابلیون سے روانہ ہوا جس کی نفری 20 ہزار کے لگ بھگ تھی۔ انھوں نے شہر کے باہر صف بندی کر لی۔
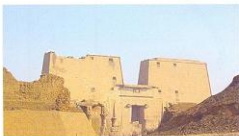
عین شمس (ہیلیو پولس) کا صدر دروازہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دشمن پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے، چنانچہ انھوں نے بھی عین شمس [1] میں صف بندی کر لی۔ رومی فوج نے حصن بابلیون سے نکل کر مشرق میں جبل مقطم کا رُخ کیا، پھر وہ اس کے ساتھ ساتھ شمال کو مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف بڑھے۔ عمرو رضی اللہ عنہ کو ان کی اس پیش قدمی کا علم ہوا تو انھوں نے عین شمس سے جنوب کو نکل کر بابلیون سے آنے والے رومی لشکر کا رُخ کیا۔ اس دوران میں انھوں نے اُم دنین کی طرف ایک چھاپہ مار دستہ روانہ کیا جس نے قریبی نخلستان میں چھپ کر کامیاب کارروائی کی۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک اور چھاپہ مار دستہ یحموم (جبل احمر) کی طرف بھیجا جس نے اسلامی معسکر (فوجی کیمپ) سے دس کلومیٹر دور جا کر یحموم اور جبل مقطم کے درمیان عیسائیوں پر چھاپہ مارا۔ آخر کار حصن بابلیون سے 15 کلومیٹر کے فاصلے پر ریدانیہ کے مشرق میں ایک مقام پر دونوں فوجوں کا ٹکراؤ ہوا۔ وہ مقام ہمارے اندازے کے مطابق قاہرہ کی جامعہ عین شمس، شفاخانۂ امراضِ عصبی اور پولیس اکادمی کے درمیان واقع ہے۔

فریقین میں لڑائی کا بازار گرم ہوا حتی کہ گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔ اس دوران میں رومی صفوں کے پیچھے سے مسلمانوں کے دو چھاپہ مار دستے آناً فاناً اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے اس اچانک حملے کی تاب نہ لا کر رومیوں نے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کی۔ مسلمان گھڑ سواروں نے ان کا تعاقب کر کے کشتوں کے پشتے لگا دیے حتی کہ صرف تین سو عیسائی براہِ راست یا اُم دنین سے کشتیوں کے ذریعے سے بچ کر بابلیون پہنچ سکے۔

[1] عین شمس: یہ مصر الجدیدہ ہے جو قاہرہ سے آٹھ دس کلومیٹر شمال مشرق میں ہے جہاں سے نیل کا ڈیلٹا شروع ہوتا ہے۔ ماضی قدیم میں اسے ہیلیو پولس (Heliopolis) کہا جاتا تھا۔ یہ یونانی نام ہے جس کے معنی ہیں ''سورج کا شہر'' کیونکہ یہاں مشرکوں کے سورج دیوتا کا مندر تھا۔ ہیلیو پولس یا عین شمس اب قاہرہ کی آبادی مصر الجدیدہ کا ایک حصہ ہے۔ یہاں قدیم دور کے ستون ہیں جنھیں قلوپطرہ کی سوئیاں کہا جاتا ہے۔ مصر الجدیدہ کی آبادی پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔
(اطلس القرآن (اردو)، ص: 86 بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)
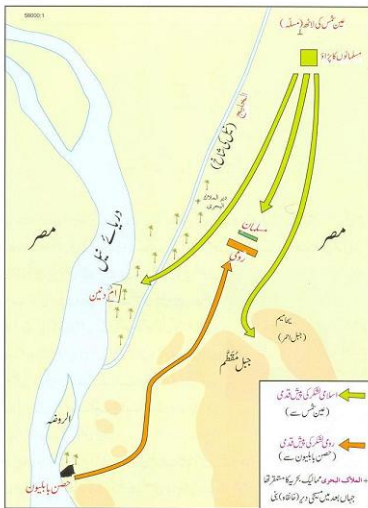
نقشہ 99

معرکۂ عین شمس (ہیلیو پولس) (1)

معرکۂ عین شمس 15 جمادی الاولیٰ 20ھ / 30 اپریل 641ء کو پیش آیا۔ اس جنگ سے فارغ ہوکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اُم دنین پر قبضہ مستحکم کیا اور وہاں سے مزید دریائی کشتیاں مالِ غنیمت میں حاصل ہوئیں۔

اب حصن بابلیون میں اتنی مسیحی فوج نہیں تھی جو اس کے دفاع کے لیے کافی ہوتی، تاہم بلند زمین پر واقع یہ قلعہ بہت مضبوط اور مستحکم تھا جس کے گردا گرد ایک خندق تھی۔ حصن بابلیون عقب میں دریائے نیل کے اندر واقع ایک جزیرہ روضہ [1] سے پانی پر تیرتے ہوئے پل کے ذریعے سے ملا ہوا تھا۔

[1] روضہ: فسطاط (موجودہ قاہرہ) کے پاس دریائے نیل کے اندر ایک جزیرہ تھا جسے ''جزیرۂ مصر'' یا ''الجزیرہ'' کہتے تھے۔ فاطمی وزیر افضل بن بدر جمالی نے جزیرے کے شمال میں ایک تفریحی محل الروضہ بنوایا، چنانچہ رفتہ رفتہ جزیرے کو بھی یہی نام دے دیا گیا، پھر وہاں ملک الصالح ایوبی کے تیار کردہ قلعے کو قَلعۃُ الروضہ کہا جانے لگا۔ زمانۂ حال میں الروضہ میں سب سے شاندار منظر مقیاس النیل ہے جس کی تاریخ بنا اموی خلیفہ سلیمان کے عہد تک جاتی ہے۔
(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-1/185,186)

نقشہ 100 معرکۂ عین شمس (ہیلیو پولس) (2)

نقشہ 101 معرکۂ عین شمس (ہیلیو پولس) (3)

نقشہ 102 فسطاط (مصر کا دارالحکومت پہلی چار ہجری صدیوں میں)

5

سقوطِ بابلیون

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جمادی الاولیٰ 20ھ / مئی 641ء میں بابلیون پہنچے، وہاں سے انھوں نے ڈیلٹا [1] کی بلندیوں کی طرف گھڑ سوار دستے روانہ کیے جنھوں نے اِدھر اُدھر چھاپہ مار کارروائیاں کیں۔ اس دوران میں قلعہ بابلیون کی محافظ فوج قسطنطنیہ کی طرف سے مدد پہنچنے سے ناامید ہوگئی اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے، چنانچہ شاہ مصر مقوقس اور اس کے درباری ایک شب دریائے نیل پار کر کے ''جزیرہ روضہ'' کی طرف چلے گئے اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے گفت وشنید شروع کر دی۔ اسی دوران میں 23 صفر 20ھ / 11 فروری 641ء کو ہرقل کو موت نے آلیا تھا مگر شاہِ روم کی وفات کی خبر مصری رومیوں تک پہنچنے سے پہلے اسلامیانِ شام کے ذریعے سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے عساکر تک پہنچ گئی۔ اس سے مسلمانوں کے ارادے مضبوط ہوئے اور عیسائیوں کے ارادوں پر اوس پڑ گئی۔ علاوہ ازیں ان میں بیماری پھیل گئی۔
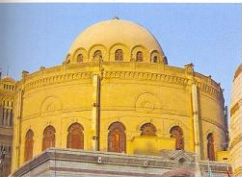
بابلیون کا رومی ٹاور

مصر میں رومی سپہ سالار تھیوڈور نے شمالی ڈیلٹا میں جنگی تیاریاں کر رکھی تھیں، لہٰذا حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے پیچھے حصن بابلیون کے سامنے ایک فوجی دستہ چھوڑا اور باقی لشکر کے ہمراہ نیل کی شاخ دمیاط کے ساتھ ساتھ پیش قدمی کی اور بنہا [2] کے قریب مقام اثریب سے دریا پار کر کے سمنود کا رُخ کیا۔ دریں اثنا انھیں اُن آبی دھاروں کے مابین لڑائی مشکل محسوس ہوئی جن سے ڈیلٹا اٹا پڑا تھا، چنانچہ وہ ابوصیر لوٹ آئے۔ انھوں نے ابوصیر، اثریب اور منوف کے قلعوں کی مرمت کی اور وہیں قلعہ بند ہوگئے۔ ان تدابیر کے نتیجے میں تھیوڈور ایک بھی سپاہی بابلیون کی مدد کو نہ بھیج سکا۔

مسلمان بابلیون کے سامنے سات ماہ خیمہ زن رہے۔ آخر کار اُنھوں نے ایک بلند سیڑھی بنائی اور رومیوں کو غافل پا کر جمعے کی رات سیڑھی قلعے کی دیوار سے لگا دی (29 ذی الحجہ 20ھ / 7 دسمبر 641ء)۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے خود کو اللہ کی راہ میں پیش کیا اور سیڑھی پر سے دیوار کے اُوپر چڑھے، پیچھے سے مجاہدین نے انھیں سہارا دیا حتی کہ سیڑھی ٹوٹتی محسوس ہوئی مگر خیریت گزری اور مسلمانوں نے فصیل پر چڑھ کر تکبیر کے نعرے بلند کیے۔ ان کی اس جراٴت مندی سے رومی بظاہر مایوس ہوئے۔ انھوں نے صلح کی خواہش ظاہر کی اور قلعہ حوالے کرنے پر رضا مند ہوگئے۔ آخر کار صلح کا معاملہ ان کی جلاوطنی پر طے ہوا۔ جب رومی قلعہ چھوڑ کر جا رہے تھے تو وہ اپنے قبطی قیدیوں کو نہیں بھولے۔ ان ظالموں نے

1 ڈیلٹا (△) یونانی حروف تہجی کا چوتھا حرف ہے جو ''دال'' یا ''ڈی'' کا قائم مقام ہے۔ یونانی جغرافیہ دانوں (بطلیموس وغیرہ) نے بالائی مصر کے اس ٹکڑے کو ''ڈیلٹا'' کا نام دیا تھا جہاں دریائے نیل ڈیلٹا کی شکل میں شاخوں میں تقسیم ہو کر بحیرۂ روم میں گرتا ہے۔ بعد میں ''ڈیلٹا'' کی اصطلاح ہر دریا کی ڈیلٹائی شاخوں کے لیے استعمال ہونے لگی۔ عربی میں اسے ''دلتا'' کہا جاتا ہے۔

2 بنہا: مصر کی اس بستی کا شہد بہت عمدہ ہوتا ہے اور وافر مقدار میں ہوتا ہے۔ مہلبی نے کہا: فسطاط سے بنہا تک تقریباً 29 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ (معجم البلدان: 501/1)

جیزہ کے اہرام

قبطیوں کو آخری بار کوڑے لگائے اور ان کے ہاتھ کاٹ دیے۔ [1]

دریں اثناء رومیوں نے دریائے نیل کا پل توڑ دیا تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حصن بابلیون اور جزیرۂ روضہ کے درمیان اور بابلیون اور جیزہ [2] کے درمیان دوبارہ پل تعمیر کر لیے اور یہ کشتیوں پر تیرتے پل تھے۔

اب عمرو رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل میں سیلاب آنے اور زمین کے پانی میں ڈوب جانے سے پہلے اسکندریہ کی طرف یلغار کرنے میں جلدی کی کیونکہ سیلاب کا موسم شروع ہونے میں چند ماہ باقی رہ گئے تھے (نقشہ 104,103)۔ انھوں نے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بابلیون میں چھوڑا اور باقی فوج کے ساتھ دریائے نیل عبور کر کے مغرب کو پیش قدمی کی۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے مناسب نہ جانا کہ اسلامی لشکر کو وسطی ڈیلٹا کے شہروں اور بستیوں میں لے جائیں جہاں صدیوں سے نیل کی شاخیں بہ رہی تھیں۔ جب سیلاب کا موسم آتا تو نیل کے سیلابی دھارے خطرناک صورت اختیار کر لیتے تھے۔ اس کے برعکس انھوں نے وہی کیا جو عرب ہمیشہ سے کرتے آئے تھے۔ وہ لشکر اسلام کو صحرا کے کنارے لے چلے۔ اپنے پڑاؤ سے روانہ ہوتے وقت انھوں نے اپنا خیمہ وہیں ایستادہ رہنے دیا جس میں فاختہ نے گھونسلا بنا لیا تھا اور اس میں انڈے دے رکھے تھے۔
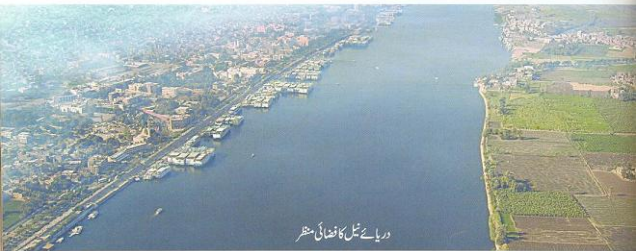
دریائے نیل کا فضائی منظر

[1] یہی گھناؤنا اور ظالمانہ فعل 1990ء کی دہائی کے آخر میں سیرالیون (مغربی افریقہ) کے ہتھیار بند مسیحی باغیوں نے دہرایا۔ مسیحی دہشت گردان بیگناہ مسلمانوں کے ہاتھ کاٹ دیتے تھے جو ان کے ہتھے چڑھتے تھے۔ یوں سیکڑوں مسلمان معذور بنا دیے گئے۔

[2] جیزہ: یہ شہر قاہرہ کے جنوب مغرب میں نیل کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ اس کی آبادی 16 لاکھ 70 ہزار ہے (1986ء)۔ یہاں فراعنہ خوفو، زفرن اور منکورا کے اہرام (مقابر) اور ابوالہول واقع ہیں۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 590)

6

فتح نقیوس

راستے میں سب سے پہلے حصن نقیوس آیا جو نیل کی شاخ ''رشید'' کے مشرقی کنارے تھا۔ دریا کے دوسرے کنارے واقع طرنوط (طرانہ) کے پاس دریا پر ایک پُل تھا جو ڈیلٹا اور وادی نطرون کی خانقاہوں کو بابلیون اسکندریہ شاہراہ سے ملاتا تھا۔

رشید (Rosetta) کا فضائی منظر

رومیوں کی گذشتہ شکست کے بعد جو وقفہ آیا اس میں انھیں دفاعی تیاریوں کا موقع مل گیا تھا۔ مسلمان دریائے نیل کی فرع رشید کو پار کر کے مشرقی کنارے گئے اور 12 کلومیٹر شمال میں نقیوس (موجودہ قریہ شبشیر) کے مقام تک یلغار کرتے گئے جو کہ دریائے نیل اور اس نہر کے سنگم کے پاس تھا جو اثریب اور منوف کے درمیان سے گزر کر نقیوس کے شمال میں جا نکلتی تھی۔ حصن نقیوس میں رومیوں کا ایک فوجی دستہ موجود تھا اور دریائے نیل کی فرع رشید میں کشتیاں بھی تھیں۔ وقفے میں انھیں خشکی پر اور دریا میں لڑائی کے لیے غور وخوض کی فرصت بھی مل گئی تھی جبکہ مسلمانوں کے پاس ایک کشتی بھی نہ تھی، تاہم رومی سپہ سالار دومتیانوس کی بہادری کسی کام نہ آئی۔ مسلمانوں کے پُر زور حملے کی تاب نہ لا کر وہ اپنی کشتی میں بیٹھا اور اسکندریہ کی طرف فرار ہو گیا۔ اُس نے اپنے لشکر کی طرف پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس پر رومی لشکر نے حوصلہ ہار کر ہتھیار رکھ دیے اور وہ لوگ پانی میں کود پڑے تا کہ ان کشتیوں تک پہنچ سکیں جو شمال کی طرف فرار کے ارادے سے وہاں جمع کی گئی تھیں مگر مسلمانوں نے دریا کے اندر ان کا تعاقب کر کے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان میں سے ایک بھی بچ کر نہ جا سکا، پھر مسلمان بلا مزاحمت نقیوس میں داخل ہوئے اور انھوں نے اردگرد کا علاقہ دشمن سے پاک کر دیا۔

اس کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دریائے نیل پار کر کے غربی کنارے آئے اور شمال کو پیش قدمی کی۔ مقدمۃ الجیش میں شریک بن سُمَیّ دشمن کا تعاقب کر رہے تھے۔ 28 کلومیٹر کی مسافت طے کر کے شریک نے رومی لشکر کے عقب پر دھاوا بول دیا۔ رومی فوج کی تعداد شریک کے مجاہدین سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کے باوجود انھوں نے دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے سے گریز نہ کیا۔ رومیوں نے پلٹ کر انھیں گھیرے میں لے لیا تو شریک اور اس کے ساتھیوں نے ایک ٹیلے پر پناہ لی۔ انھوں نے مالک بن ناعمہ کو مدد کے لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ عمرو نے انھیں فوری کمک بھیجی تو رومی ان کی آمد پر خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔ وہ مقام جہاں مسلمانوں نے پناہ لی تھی ''کوم شریک''، یعنی ''شریک کا ٹیلہ'' کے نام

سے مشہور ہوا اور یہاں بعد میں ایک بستی آباد ہوگئی جو ''کوم شریک'' کہلاتی ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ پیش قدمی کرتے چلے گئے حتی کہ سُلطَیس کے پاس ان کا ایک اور رومی لشکر سے آمنا سامنا ہوا۔ انھوں نے دشمن کو شکست دی۔ رومی ان کے آگے نہر اسکندریہ پار کر کے حصن کریون کی طرف بھاگ اٹھے جو 36 کلومیٹر کی مسافت پر تھا۔ اس کے بعد اسکندریہ تک کوئی اور قلعہ نہ تھا۔ رومی سپہ سالار تھیوڈور نے کریون میں جان توڑ مقابلہ کیا۔ رومی تعداد میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھے، انھیں خَیس [1]، سخا [2] اور بَلہیب [3] سے کمک بھی مل گئی تھی۔ یہ لڑائی دس دن سے زیادہ جاری رہی۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما زخمی ہوئے۔ آخر کار مسلمانوں نے کریون پر قبضہ کرلیا۔ رومی ہزیمت اُٹھا کر اسکندریہ پلٹ گئے اور عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب جاری رکھا۔

[1] خَیس: یہ مغربی مصر کا ایک ضلع ہے جسے خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ یہاں کے لوگوں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خلاف کفار کی مدد کی تھی، لہٰذا انھیں گرفتار کرلیا گیا، پھر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم پر انھیں قبطیوں کی طرح جزیہ دینے کی شرط پر چھوڑ دیا گیا۔ یہاں کے گائے بیل البقر الخیسیة کہلاتے ہیں۔ (معجم البلدان: 411/2)

[2] سخا: یہ زیریں مصر کے ضلع کورۃ الغربیہ میں واقع ہے اور اس کا صدر مقام ہے۔ خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا (معجم البلدان: 196/3)۔ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی رحمہ اللہ سخا کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ تاریخ و سیرت، علوم حدیث اور مسائل پر ان کی تالیفات (90) نوے کے قریب ہیں۔ انھوں نے ''الرحلة'' کے ناموں سے اسکندریہ، حلب اور مکہ کے سفرنامے بھی لکھے، نیز ابن حجر، ابن ہمام، ابن عربی، ابن ہشام رحمہ اللہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور اپنے سوانح (ارشاد الغاوی) قلمبند کیے۔ انھوں نے 902ھ / 1497ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 759/10)

[3] بَلہیب: مصر کی یہ بستی شاخ نیل ''فرع رشید'' کے بائیں کنارے واقع ہے (نقشہ نمبر 103)۔ اہلِ بلہیب نے لگان اور جزیہ دینے پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی تھی۔ بعد میں محاصرۂ اسکندریہ کے دوران میں، خَیس، سُلطَیس، قَرطسا اور سخا کی طرح بلہیب والوں نے مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی تھی، چنانچہ جب عمرو اسکندریہ فتح کر کے فارغ ہوئے تو مذکورہ تمام بستیوں کے باشندوں کو قیدی بنا لیا اور انھیں مدینہ منورہ اور دیگر علاقوں کی طرف روانہ کر دیا۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں ان کے علاقوں کی طرف لوٹا دیا اور تمام اہل قبط کو ذمی قرار دیا جو اہلِ قِبط کے نسبی بھائی تھے۔ (معجم البلدان: 492/1)

نقشہ 103

فتح اسلامی کے وقت نیل کا ڈیلٹا اور وسطی مصر

مسلمانوں کی اسکندریہ کی طرف پیش قدمی اور ڈیلٹا کی فتح

نقشہ 104

7
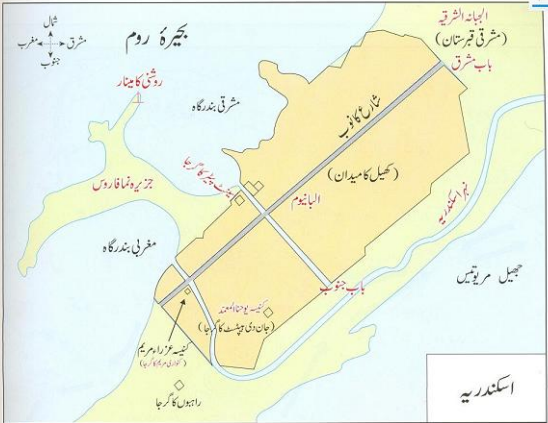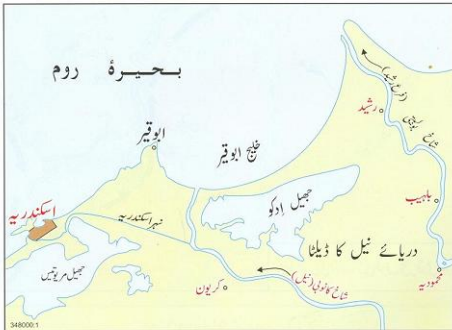
فتح اسکندریہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ پہنچ کر اس کی فصیل پر حملہ کیا تو اس پر نصب رومی منجنیقوں نے مسلمانوں پر سنگباری شروع کر دی، چنانچہ اسلامی فوج شہر سے اتنی پیچھے آن ٹھہری جہاں وہ منجنیقوں کی زد سے محفوظ تھی۔ اس دوران میں عمرو رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کے گردونواح کے علاقے پر قبضہ جمانے کی تدبیر کی۔ کچھ عرصہ وہاں ٹھہرنے کے بعد انھوں نے اسکندریہ کے بالمقابل ایک دستہ تعینات کیا اور باقی فوج کے ساتھ کریون اور پھر دَمَنہور [1] پر دھاوا بول دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دریائے نیل پار کیا اور ڈیلٹا کے علاقے میں سخا پر حملہ آور ہوئے لیکن اس کی مضبوط فصیل کے باعث اسے فتح نہ کر سکے۔ اب انھوں نے جنوب کی طرف یلغار کی اور طوخ کو فتح کرتے ہوئے دَمسیس [2] پہنچ گئے جو نیل کی شاخ دمیاط کے مشرقی جانب واقع تھا۔ دمسیس فتح نہ ہوا مگر یہاں سے خاصا مال غنیمت ملا۔

حنا نقیوسی کہتا ہے کہ عمرو رضی اللہ عنہ اس یلغار کے دوران میں دمیاط تک جا پہنچے تھے، پھر حصنِ بابلیون کی طرف پلٹ آئے تھے اور عین شمس کے واقعے سے لے کر اس تمام معرکہ آرائی میں انھیں بارہ مہینے لگے تھے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ صوبہ الفیوم کی فتح میں مصروف ہو گئے تھے۔

جب عمرو رضی اللہ عنہ بابلیون میں تھے تو مُقوقس نے صلح کی پیشکش کی تھی اور پھر ان شرائط پر صلح ہو گئی تھی:

① گیارہ مہینوں کے اندر انھیں اسکندریہ سے جلاوطن کر دیا جائے گا۔

② انھیں جزیہ ادا کرنا ہو گا جو فی کس 2 دینار ہو گا اور بچوں اور بوڑھوں پر کوئی جزیہ نہ ہو گا۔ (اس طرح ایک کروڑ بیس لاکھ دینار جمع ہوئے، یعنی 60 لاکھ افراد پر جزیہ عائد کیا گیا۔)

③ مصر کے باشندوں کو، ان کے جان و مال کو، ان کے عقائد، گرجوں اور صلیبوں وغیرہ کو، اور اُن کے خشک و تر علاقوں کو امان حاصل ہو گی۔

بٹلر کی تحقیق کے مطابق صلح نامے پر 28 ذی قعدہ 20ھ/ 8 نومبر 641ء کو دستخط ہوئے۔ مقوقس نے اس صلح نامے کا اپنی قوم کے سامنے اعلان نہیں کیا تھا حتی کہ ذی قعدہ 21ھ/ اکتوبر 642ء میں ایک روز اچانک انھوں نے دیکھا کہ مسلمان اسکندریہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ تب مقوقس نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ جنگ جاری رکھنے کی کوشش ان کے مفاد میں نہیں اور انسان کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ دو دینار کے عوض ایک سال کے لیے دین اور جان و مال کی امان حاصل کر لے جبکہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں اور لڑائی کی استطاعت نہ رکھنے والوں پر کوئی فدیہ نہیں۔

[1] دَمَنہور: مصر کے صوبہ بحیرہ کا صدر مقام دمنہور بازنطینی (رومی) عہد میں ہرموپولس پروا کہلاتا تھا۔ قاہرہ سے اسکندریہ جانے والی ریل یہاں ٹھہرتی ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 431/9)۔ دمنہور نیل کی شاخ ''فرع کانوبی'' کے بائیں کنارے اسکندریہ سے تقریباً 90 کلومیٹر پر واقع ہے۔

[2] دَمسیس: یہ ضلع دمسیس ومنوف کا ایک قصبہ ہے (معجم البلدان: 463/2)۔ دمسیس دریائے نیل کی شاخ فرع دمیاط کے دائیں کنارے واقع ہے۔

قاہرہ کی جامع مسجد ابن طولون

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کے بجائے فسطاط [1] کو دارالحکومت بنایا۔ انھوں نے دریائے نیل اور بحیرۂ احمر پر واقع شہر قلزم کے مابین نہر دوبارہ کھدوائی جو "خلیج امیر المومنین" [2] کہلائی۔ اس طرح بحیرۂ روم (البحر الأبیض) کو دریائے نیل کے ذریعے سے بحیرۂ احمر سے ملا دیا گیا۔ یہ خلیج یا سمندری نہر قدیم زمانے میں عدم توجہی سے ریت کے نیچے دب گئی تھی، چنانچہ عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کی دوبارہ کھدائی کروائی۔

مصر مدتوں رومی سلطنت کا گوہرِ تابدار رہنے کے بعد اب سلطنت اسلامیہ کے زیرِ نگیں آ گیا تھا۔

[1] فسطاط: فتح اسکندریہ کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کیا ہم یہاں رہائش رکھ سکتے ہیں؟ امیر المومنین نے جواب بھیجا: "مسلمانوں کو ایسی جگہ مت ٹھہراؤ کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی دریا یا سمندر حائل ہوتا ہو۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا: "اے امیر! آپ کے خیمے (فسطاط) کے پاس ہی ٹھہرنا چاہیے، وہاں پانی بھی ہے اور صحرا بھی ہے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے لشکر کو حکم دیا اور وہ دریائے نیل کے مشرقی کنارے فسطاط (خیمے) کی جگہ آ گئے اور وہ آپس میں کہتے تھے: "میں فسطاط کے دائیں جانب ہوں" اور "میں فسطاط کے بائیں جانب ہوں۔" اسی سے اس شہر کا نام فسطاط پڑ گیا۔ (معجم البلدان: 263/4۔) فتح مصر کے بعد نیا صدر مقام بابلیون کے نزدیک بسایا گیا جس کی نوعیت خالص عسکری تھی۔ یہ نیا شہر دریائے نیل کے ساتھ ساتھ تقریباً تین میل تک پھیلا ہوا تھا۔ بابلیون کے شمال میں گورنر مصر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ تھی جس کی نشان وہی مسجد عمرو کرتی ہے۔ 254ھ / 868ء میں احمد بن طولون کی خود مختاری سے تاریخ مصر کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جس کی یادگار جامع ابن طولون آج بھی موجود ہے۔ آخری فاطمی خلیفہ العاضد کے عہد (555ھ - 567ھ) میں صلیبی جنگجو مصر آئے تو مورچہ بند قاہرہ کے برعکس فسطاط کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا، لہٰذا اس پر عیسائیوں کے ممکنہ قبضے کے پیش نظر وزیر شاور نے 19 صفر 564ھ / 22 نومبر 1168ء کو اسے نذر آتش کرنے کا حکم دیا۔ 20 ہزار سے زائد نفط (آتش گیر مادہ، یعنی پٹرولیم وغیرہ) کے ظروف سارے شہر میں جگہ جگہ رکھوا دیے گئے اور آگ 45 دن جلتی رہی۔ اس کے بعد قاہرہ (تعمیر شدہ 358ھ / 969ء) تجارت کا مرکز بن گیا۔ بچے کھچے فسطاط کو اب مصر العتیقہ یا قدیم قاہرہ کہا جانے لگا، چنانچہ اٹھارھویں صدی عیسوی کے اواخر میں حملہ آور فرانسیسیوں نے اسے Le Vieux kaire (پرانا قاہرہ) کا نام دیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-1/180-185)

[2] خلیج امیر المومنین: یہ نہر فسطاط کے شمال میں دریائے نیل سے نکلتی اور قدیم عین الشمس (Heliopolis) میں سے گزرتی تھی اور (شرقی) میدان عبور کر کے آخر کار جدید قصبہ سُوَیس (سویز) کے قریب سمندر (خلیج قلزم) میں جا گرتی تھی۔ یہ نہر گاد اور مٹی سے اٹ گئی تھی۔ اسے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے صاف کرایا تا کہ اس کے ذریعے سے فسطاط اور حجاز کے درمیان مقامات مقدسہ کو اناج کی رسد پہنچائی جائے۔ اب اسے "خلیج امیر المومنین" کا نام ملا۔ فاطمی خلیفہ الحاکم کے عہد میں یہ خلیج الحاکمی کہلائی۔ بعد میں اس کے مختلف قطعوں کے الگ الگ نام ہو گئے۔ آخری صدیوں میں سمندر تک جانے کے بجائے یہ نہر قاہرہ کے شمال میں برکۃ الجب پر ختم ہو جاتی تھی۔ اس کی گزرگاہ اب تک قابل شناخت ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، عنوان "قاہرہ": 16-1/188)

حصّہ سوم

اشتوریاس
قشتالہ
وادی الحجارہ
دریائے تاجہ (ٹیگس)
پرتگال
اندلس (اسپین)
قادس

یونان
صقلیہ
خلیج حمامات
مالٹا
کریٹ
خلیج قابس
قابس
جربہ
بحیرۂ روم (البحر المتوسط)
تیونس
جفارہ
زوارہ
طرابلس
خمس
مصراتہ
غریان
نالوت
جبل نفوسہ
مزدہ
وادی سوف الجین
وادی زمزم
سرت
صحرائے سرت
سدرہ
خلیج سرت
بن غازی
برقہ
مرج
طلمیثہ
البیضاء
سوسہ
درنہ
جبل اخضر
طبرق
بردیہ
خلیج سلوم
مصر
اجدابیہ
وادی الفارغ
بریقہ
عقیلہ
جغبوب
غدامس
حمادۃ الحمراء
نخلستان جفرہ
ودان
مرادہ
اوجلہ
نخلستان جالو
میدان قلنشو
سیوہ
جبل سوداء
زالہ
الفقہاء
دھنا اوباری
وادی شاطی
سبہا
حروج اسود
وادی آجال
اوباری
زویلہ
تجرہی
مرزق
لیبیا
الجزیرہ
غات
حماہ مرزق
جبل بن غنیمہ
قطرون
بحر رمال
ریانا
واحات الکفرہ
(نخلستان کفرہ)
جوف
خط سرطان
میدان تبستی
الجزائر
نائیجر
تمو
صحرائے اعظم
جبل العوینات
کوہ توسید
جبل تیبستی
چاڈ
سوڈان
لیبیا (طرابلس)
دارالحکومت
شاہراہ
اہم شہر
بین الاقوامی سرحد
ریلوے لائن
پہاڑی چوٹی
کلومیٹر 0
100
200
300
400

نقشہ 107

فتوحات اسلامیہ کا دوسرا مرحلہ (اموی دور)

1

بَرقہ (لیبیا) اور مغرب کی فتوحات کا چارٹ

مسلمانوں کی برقہ اور مغرب کی طرف پیش قدمی کے دوران میں والیانِ مصر کی قیادت میں یا ان کے زیرِ نگرانی دس سے زیادہ جنگیں لڑی گئیں جن کا یہاں ہم مختصر ذکر کیے دیتے ہیں:

نمبر شمار	خلیفہ	والیٔ مصر	جنگ	سپہ سالار
1	عمر بن خطاب ؓ	عمرو بن عاص ؓ	① برقہ و طرابلس: 23ھ/ 644ء ② زویلہ: 23ھ ③ ودان: 23ھ	① عمرو بن عاص ؓ ② عقبہ بن نافع ؓ ③ بسر بن ارطاۃ ؓ
2	عثمان بن عفان ؓ	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ؓ	① سبیحہ: 27ھ/648ء ② سبیطلہ: 29ھ/650ء	① عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ؓ ② عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ؓ
3	معاویہ بن ابوسفیان ؓ	① معاویہ بن حُدیج ② مسلمہ بن مُخلَّد	① جربہ و بنزرت: 47ھ/668ء ② افریقیہ: 49ھ/669ء	① معاویہ بن حُدیج ② عُقبہ بن نافع ؓ / ابوالمہاجر دینار
4	یزید بن معاویہ ؒ	مسلمہ بن مُخلَّد	طنجہ سے آگے سوس ادنیٰ: 62ھ/682ء	① عُقبہ بن نافع ؓ
5	عبدالملک بن مروان	عبدالعزیز بن مروان	① تیونس: 69ھ/688ء ② حسان نے بربروں سے پہلے شکست کھائی، پھر ان پر فتح پائی (78ھ/697ء)	① زہیر بن قیس بَلَوی ② حسان بن نعمان
6	ولید بن عبدالملک	عبدالعزیز بن مروان	طنجہ اور سوس ادنیٰ کی فتح: 89ھ/709ء	① موسیٰ بن نُصیر

2

فتح طرابلس

ماہِ شوال 21ھ / ستمبر 642ء میں اسکندریہ فتح ہوا جبکہ برقہ [1] رومی عہد سے اسکندریہ کے ماتحت تھا، چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے 19 شعبان 23ھ / 8 جون 644ء کو برقہ کی طرف پیش قدمی کی۔ رومیوں نے اس کا نام پنٹاپولس رکھا ہوا تھا جس کے معنی ان کی زبان میں ''پانچ شہر'' ہیں اور وہ درج ذیل تھے: طوشیر (طوکرہ)، سیرین (قرنہ)، برنیق (بن غازی)، بولونیا (سوسہ) اور بارش (مرج)۔

طرابلس پہنچنے سے پہلے عمرو رضی اللہ عنہ نے برقہ سے عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر صوبہ فزان [2] میں زویلہ [3] کی طرف بھیجا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ زویلہ فتح

بن غازی کا جدید شہر (لیبیا)

فزان (لیبیا) میں چشمہ ''ام الماء''

[1] برقہ: عرب مصنفین یہ نام لیبیا کے ایک شہر (موجودہ المرج) اور اس کے گرد و پیش کے علاقے، یعنی سرینیکا (Cyrenaica) کے لیے استعمال کرتے تھے جو ایک جزیرہ نما ہے اور مشرقی بحیرۂ روم میں خلیج بمبہ اور خلیج سرتس الکبیر (Syrtis) کے درمیان واقع ہے۔ اس کے جنوب میں مشرقی لیبیا کا وسیع و عریض صحرا ہے۔ اس جزیرہ نما میں جبل اخضر (سبز پہاڑ) ہے جس کی بلند ترین چوٹی سرنہ (Cyrene کرِنا یا قورینا) کے کھنڈروں کے جنوب میں واقع ہے اور 868 میٹر اونچی ہے۔ المرج کے سامنے بن غازی کا ساحلی میدان ہے۔ یونانی دور میں یہاں پنٹاپولس، یعنی پانچ بستیاں (عربی میں انطابلس) بسائی گئی تھیں، یعنی سرنہ، اپولونیا (مرسیٰ سوسہ)، برکہ یا برقہ (المرج)، یوہسپریڈس (برنیک یا بن غازی) اور تیوچیرہ (توکرہ)۔ اسی زمانے میں شاہ بطلیموس سے منسوب Ptolemais (طلمیثہ) اور Dornis (درنہ) وجود میں آئے۔ 1911ء میں یہاں اطالوی حملہ آور ہوئے تاہم وہ بمشکل 1931ء میں برقہ پر قبضہ کر سکے۔ اطالوی دسمبر 1942ء تک برقہ (سرینیکا) پر قابض رہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 425/4)

[2] فزان: لیبیا کا یہ صوبہ طرابلس کے جنوب میں صحرائے اعظم کی سطح مرتفع کا ایک حصہ ہے۔ یہ شمال میں جبل السوداء، جبال الشرقیہ اور حروج الاسود اور جنوب مغرب میں طوارق (الجزائر) کی سطح مرتفع تاسیلی کے مشرقی بازو سے گھرا ہوا ہے۔ اس کا 90 فیصد رقبہ لق و دق صحرا ہے۔ غدامس، مُرزق اور سبہا اس کے مشہور قصبے ہیں۔ فزان کا رقبہ ایک لاکھ 86 ہزار مربع میل ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 353/15، المنجد في الأعلام)

[3] زَویلہ: یہ جنوبی لیبیا کے صحرائی راستوں کا سنگم ہے اور محافظہ سَبہا میں واقع ہے۔ زویلہ (بقول ادریسی زاویلہ) فزان کے دارالحکومت وَدّآن (ودّان) سے دس دن کی مسافت پر بلاد السودان کی سرحد پر واقع تھا۔ یہاں کے رہنے والے اِباضی مسلمان تھے۔ یہاں خراسان، کوفے اور بصرے سے تاجر آتے۔ چمڑا اور غلام زویلہ سے دساور کو بھیجے جاتے تھے۔ تونس میں واقع زویلہ المہدیہ یا ''زُویلہ'' عبیداللہ المہدی (متوفی 322ھ) نے تعمیر کرایا تھا اور یہ اس کے دارالحکومت مہدیہ (تونس) کے مضافات میں تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 516/10)
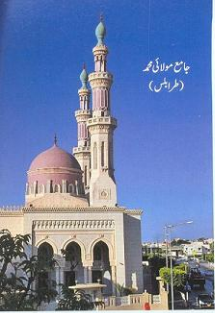
طرابلس الغرب (لیبیا کا طرابلس یا ٹریپولی)

طرابلس الغرب بحیرۂ روم کی مشہور بندرگاہ اور لیبیا کا دارالحکومت ہے۔ آبادی تقریباً 10 لاکھ ہے۔ لیبیا کا دوسرا دارالحکومت بن غازی یہاں سے 400 میل مشرق میں ہے۔ طرابلس یا اطرابلس (یونانی میں Tripolis) فنیقیوں کے زمانے میں تین شہروں صبراطہ، اویا (Oea) اور لبقس (Leptis) کے علاقے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ فنیقیوں کے بعد اس پر اہل قرطاجنہ قابض رہے اور 106 ق م میں یہاں رومیوں کا تسلط ہو گیا۔ تیسری صدی عیسوی میں اس علاقے کو ٹریپولیٹینیا کا نام دے دیا گیا جسے سُرت (Sirtica) بھی کہتے تھے۔ عرب فاتحین نے ''طرابلس'' پر ''الغرب'' بڑھا دیا تا کہ اسے شام کے طرابلس سے ممیز کیا جا سکے۔ 439ء تا 535ء اس پر ونڈال (ایک یورپی قوم) قابض رہے، انھوں نے طرابلس سمیت افریقیہ کے تمام شہروں کی فصیلیں توڑ ڈالیں۔ 45ھ۔ 46ھ میں عقبہ بن نافع ؓ نے طرابلس میں قلعہ گیر فوج تعینات کی۔ 131ھ میں والیٔ افریقیہ عبدالرحمٰن بن حبیب نے طرابلس پر چڑھائی کر کے اباضی خارجیوں عبدالجبار اور حارث کو قتل کیا۔ 184ھ سے یہاں اغلبی اور ان کے بعد عبیدی (فاطمی) حکمران رہے، پھر زیری اور صقلیہ کے نارمن (1146ء تا 1158ء) غالب آئے، پھر موحدون اور بنو حفص کی حکمرانی رہی۔ 1354ء میں جنوا (اٹلی) کے فلپو ڈوریا نے یہاں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ 1510ء سے ہسپانوی اور مالٹا کے حملہ آور طرابلس پر مسلط رہے حتی کہ 1551ء میں عثمانی ترک امیر البحر سنان پاشا نے اسے فتح کر لیا۔ 1042ھ/1632ء سے ساقزلی اور قرہ مانلی یہاں خود مختار حکمران رہے حتی کہ 1835ء میں طرابلس اور برقہ میں براہ راست عثمانی حکمرانی قائم ہو گئی۔ 1911ء میں اطالوی فوجیں طرابلس میں اتر آئیں۔ 1951ء میں طرابلس (لیبیا) کو آزادی ملی۔ (ملخص از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 12/430-438)

بحیرہ روم

لیبیا

براعظم افریقہ

صحرائے اعظم

← عمرو بن عاص ؓ کی یلغار

⋯⋯ عقبہ بن نافع ؓ کی یلغار

نقشہ 108

برقہ (لیبیا) اور طرابلس کی فتوحات

کر کے کامیاب لوٹے۔ ادھر عمرو رضی اللہ عنہ نے 23ھ/644ء میں سرت [1]، لبدہ اور طرابلس یکے بعد دیگرے فتح کر لیے، پھر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو صبراتہ [2] کی مہم پر روانہ کیا۔ انھوں نے صبراتہ والوں کو شکست فاش دی۔ اس اثناء میں عمرو رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے چلے آئے اور انھوں نے مل کر شروس فتح کر لیا جو نفوسہ نامی پہاڑیوں پر آباد تھا۔ اب انھوں نے بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو ودان [3] کی مہم پر بھیجا۔ بُسر رضی اللہ عنہ نے 23ھ/644ء ہی میں ودان فتح کر لیا۔ دریں اثناء عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم پر اپنے صدر مقام فُسطاط لوٹ آئے کیونکہ امیر المومنین بذات خود اسلامی سلطنت میں مزید توسیع نہیں چاہتے تھے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پیچھے برقہ میں عقبہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا۔

یونس مسجد، غدامس (لیبیا)
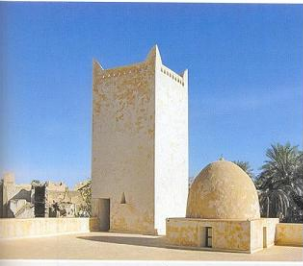
صبراتہ (لیبیا) کے رومی کھنڈر

[1] سِرت (سُرت): یہ بحیرۂ روم کے ساحل پر برقہ اور طرابلس الغرب کے مابین واقع ہے (معجم البلدان: 206/3)۔ سرت بحیرۂ روم کی جس خلیج کے ساحل پر واقع ہے، اسے خلیج سرت (Sirte) یا خلیج سدرہ کہا جاتا ہے۔ اس خلیج کا ایک قدیم نام سرتس الکبیر (Syrtis) بھی ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 426/4)

[2] صبراتہ: لیبیا کا یہ شہر بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے اور محافظہ الزاویہ کا ایک انتظامی مرکز ہے۔ (زاویہ، طرابلس اور صبراتہ کے مابین واقع ہے۔) صبراتہ کی بنیاد دسویں صدی ق م میں فنیقیوں نے رکھی تھی، پھر یہ رومی نو آبادی بن گیا اور ہاتھی دانت کی تجارت کے لیے مشہور ہوا۔ (المنجد في الأعلام، ص: 344)

[3] وَدّان: یہ افریقیہ کے جنوبی حصے میں واقع ایک شہر ہے۔ دراصل یہ دو شہر ہیں جن میں سہمی اور حضرمی عرب آباد ہیں اور ان کی جامع مسجد ایک ہے۔ بُسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ودان (23ھ) کے بعد یہاں کے باشندوں نے بغاوت کر دی تھی، چنانچہ عہد معاویہ میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ غدامس (سرحد الجزائر پر شمال مغربی لیبیا کا ایک قصبہ) کی فتح سے فارغ ہو کر 8 سو سواروں کے ہمراہ وَدّان پہنچے اور ان لوگوں کی بغاوت فرو کی۔ انھوں نے (بطور تعزیر) باغیوں کے سردار کی ناک کاٹ ڈالی۔ ان دنوں وَدّان لیبیا کے صوبہ فزّان کا دار الحکومت ہے اور یہ بندرگاہ سرت سے تقریباً 280 کلومیٹر جنوب میں ہے۔
(معجم البلدان :366/5، أطلس المملكة العربية السعودية والعالم)

مغرب عربی (تونس، الجزائر، مراکش، موریتانیا)
دارالحکومت
اہم شہر
ریلوے لائن
شاہراہ
بین الاقوامی سرحد
پہاڑی چوٹی
500 400 300 200 100 0
بحر اوقیانوس
بحیرۂ روم (البحر المتوسط)
(اسپین)
غرناطہ
مالقہ
قادس
جبل الطارق
سبتہ
طنجہ
تطوان
ملیلیہ
وہران
الجزائر
بجایہ
سکیکدہ
عنابہ
بنزرت
تیونس
سوسہ
مہدیہ
صفاقس
خلیج قابس
قیروان
قصرین
تبسہ
قسطنطینہ
بسکرہ
قابس
شط الجرید
تونس
اطلس التل
کوہستان صحرائی اطلس
تلمسان
وجدہ
اطلس ریف
رباط
دارالبیضاء
فاس
مکناس
خنیفرہ
آسفی
مراکش
کوہستان اطلس العلیا
جبل طبقال
وادی سوس
اغادیر
کوہستان اطلس الخلفیہ
افنی
بوعرفہ
فجیج
بشار
توغرت
حاسی مسعود
العرق الغربی الکبیر
العرق الشرقی الکبیر
الجزائر
غدامس
لیبیا
وادی دراع
دریائے دراع
طرفایہ
العیون
مغربی صحرا
تندوف
صحراء ایجدی
سطح مرتفع تادمیت
عین صلاح
سطح مرتفع تاسیلی
موریتانیا
مالی
سطح مرتفع اہجار
تمانراست
صحرائے اعظم
نائیجر

نقشہ 109

3

تیونس، الجزائر اور مراکش کی فتح

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مغرب کی طرف اسلامی فتوحات کا دوسرا دور 27ھ/647ء میں شروع ہوا تا کہ مصر کو مغرب کی طرف سے درپیش رومی حملے کا خطرہ زائل ہو جائے، چنانچہ 20 ہزار کا اسلامی لشکر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فتح کے پھریرے لہراتا سَبُخہ [1] پہنچ گیا جو اس مقام کے قریب تھا جہاں بعد میں قیروان آباد ہوا۔ وہاں کے رومی حاکم جُرجیر نے صلح کے لیے 25 لاکھ دینار کی پیشکش کی۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے پیشکش قبول کر لی اور لوٹ آئے۔

بعد میں جُرجیر نے عہد شکنی کی تو عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ 29ھ/649ء میں پلٹ کر گئے اور سبیطلہ [2] کے مقام پر اسے شکست دی۔ جرجیر مارا گیا اور اس کی بیٹی گرفتار کر لی گئی۔ مسلمانوں نے اہل علاقہ کی جانب سے تاوان کی ادائیگی قبول کر لی اور شہر اُن کے ہاتھ میں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ مسلمانوں کا یوں جزیہ قبول کرنا اور اہلِ شہر کو امان دینا اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ جہاد سے اُن کا مقصد محض اپنی سلطنت کو وسعت دینا نہیں تھا بلکہ وہ دعوتِ اسلام کی راہ میں پیش آمدہ خطرات دور کرنا چاہتے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بربروں نے دوسری بار عہد شکنی کی تو انھوں نے 45ھ/665ء میں معاویہ بن حُدیج سکونی کو بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے 47ھ/667ء میں جربہ [3] فتح کر لیا، پھر وہ قیروان کے علاقے میں یلغار کرتے ہوئے

[1] سَبُخہ: شمالی افریقہ اور صحرائے اعظم میں کھاری پانی کی چھوٹی جھیلیں سَبخہ کہلاتی ہیں جن سے نمک حاصل ہوتا ہے۔ سَبخہ سیدی الهانی قیروان (تونس) کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ (المنجد في الأعلام، نقشہ 6) تونس کو اُردو میں عموماً تیونس لکھا جاتا ہے۔

[2] سُبَیطِلہ یا صُبَیطِلہ: افریقیہ کا شہر سُبَیطِلہ رومی حکمران جُرجیر کا دارالحکومت تھا (معجم البلدان: 187/3)۔ صُبَیطِلہ یا ''ہنشیر'' قدیم تونس کا ایک شہر ہے جو قیروان سے 81 میل دور جنوب مغرب میں ہے۔ بلاذری کے بقول جُرجیر (Gregorios) سے جنگ عقوبہ میں وقوع پذیر ہوئی اور اس سے ایک سال پہلے جرجیر نے قیصر قسطنطنیہ سے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جرجیر عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں قتل ہوا۔ یہ غیر اغلب ہے کہ بطریق جُرجیر نے اپنے دارالحکومت کے طور پر قرطاجنہ کے بجائے صُبیطلہ کو منتخب کیا ہو (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 53,52/12)۔ سُبیطلہ ولایت القَصرَین کا مرکز ہے۔ یہاں رومی شہر سفیتولا (Sufetula) کے کھنڈر ہیں۔ (المنجد في الأعلام)

[3] جَربہ: یہ المغرب (شمالی افریقہ) کا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ اس کا رقبہ 514 مربع کلومیٹر ہے۔ یہ تونس کی خلیج قابس (Gabes، قدیم Little Syrtis سرتس الصغیر) میں واقع ہے۔ اس کے مغرب میں بحیرۂ بوغرارہ اور آبنائے القنطرہ اور مشرق میں آبنائے اجم ہے۔ جزیرے کے گرد دس میٹر سے کم گہرا پانی ہے، چنانچہ 253 ق م میں پہلی کارتھیجی جنگ (Punic War) کے دوران میں ایک رومی بیڑا سمندری جزر کے وقت جربہ کی ریت پر چڑھ کر گڑ گیا تھا۔ پہلی صدی عیسوی میں جب یروشلم (بیت المقدس) کو لوٹا گیا تو بہت سے یہودی بھاگ کر جربہ آ گئے تھے۔ اس کے بعد یہ جزیرہ یکے بعد دیگرے ریاست طرابلس الغرب (Tripolitania)، ونڈال قوم اور بازنطینی حکومت کے زیر اقتدار رہا۔ 1135ء سے 1432ء تک صقلیہ (سسلی) اور ارغون (Aragon اسپین) کے مسیحی حکمران بار بار جربہ پر حملہ آور ہوتے رہے۔ سولھویں صدی عیسوی میں جربہ اسپین اور عثمانیوں کے مابین کشمکش کا مرکز بنا رہا حتی کہ عثمانی امیر البحر طورغود نے 31 جولائی 1560ء کی جنگ جربہ میں ہسپانوی بیڑے کو تباہ کر دیا۔ ہسپانوی حملہ آوروں کی ہڈیوں سے یہاں برج الرؤس (کھوپڑیوں کا قلعہ) تعمیر کیا گیا۔ اگلی صدیوں میں جربہ افریقہ اور یورپ کے مابین غلاموں کی تجارت کا بڑا مرکز تھا حتی کہ احمد بائے نے 1846ء میں غلاموں کی تجارت پر پابندی لگا دی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 149-141/7)

بزرت [1] پہنچے اور اسے فتح کر لیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے 48ھ/668ء میں معاویہ بن حُدَیج کی جگہ عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا۔

اس دوران میں رومیوں نے قرطاجنہ (تونس) [2] کے لیے کمک بھیج دی تو معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے سیطلہ کی طرف پیش قدمی کی جہاں الجم کے قریب فریقین میں خونریز جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں نے فتح پائی۔ اس دوران میں رومیوں نے جلولاء میں 30 ہزار کا لشکر جمع کر لیا تو معاویہ بن حُدَیج نے اُن کو بھی شکست سے دوچار کیا اور مسلمان شہر جلولاء میں داخل ہو گئے۔ 49ھ/669ء میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ برقہ سے اس
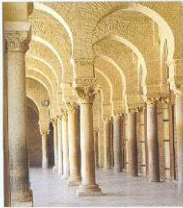
جامع مسجد (قیروان) کا اندرونی منظر

قیروان: صحابیٔ رسول کا آباد کردہ شہر

اس کا نام فارسی لفظ ''کاروان'' (قافلہ) سے معرّب ہے۔ قیروان، تونس شہر سے 112 میل جنوب میں اور سُوسہ سے 40 میل مغرب میں واقع ہے۔ درحقیقت یہ دو شہروں پر مشتمل ہے۔ ایک خاص شہر جس کے گرداگرد کنگرہ دار فصیل ہے، دوسری شمال اور شمال مغرب میں بیرونی بستی جسے جلاس کہتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک رومی قصبے قمودہ یا قمونیہ کے محل وقوع پر 50ھ/670ء میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے یہ شہر بسایا۔ اس کی سب سے اہم عمارت سیدی عقبہ کی جامع مسجد ہے جس کی بنیاد قیروان کی بنیاد کے ساتھ ہی رکھی گئی تھی۔ ان سے پہلے معاویہ بن حُدَیج رضی اللہ عنہ نے قرن نامی مقام پر قیروان بسانے کے لیے حد بندی کی تھی مگر عقبہ رضی اللہ عنہ کو وہ جگہ پسند نہ آئی، چنانچہ وہ ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر اس مقام پر گئے جو آج قیروان کہلاتا ہے۔ بنو اغلب کے عہد (800ء - 909ء) میں قیروان کی خوشحالی نقطۂ عروج کو پہنچ گئی تھی۔ موجودہ جامع مسجد زیادۃ اللہ اول اغلبی کی بنوائی ہوئی ہے۔ فاطمی خلافت کا بانی عبید اللہ المہدی یہیں 910ء میں تخت نشین ہوا۔ 334ھ/946ء میں فاطمی خلیفہ اسماعیل المنصور نے قیروان سے کچھ فاصلے پر ''صبرہ'' آباد کیا اور ابو یزید خارجی پر فتح پانے کے بعد اس کا نام منصوریہ رکھا۔ بعد میں یہ شہر کئی بار اُجڑا اور کئی بار آباد ہوا۔ اکتوبر 1881ء میں اس پر فرانسیسی قابض ہو گئے۔

(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-2/536-541، معجم البلدان: 4/420، أسد الغابة: 4/58)

[1] بزرت (Bizerta): یہ تونس کے شمالی ساحل پر قدیم شہر ''ہپودیاریتس'' کے محل وقوع پر واقع ہے۔ یہ شہر یکے بعد دیگرے فنقی، قرطاجنی، رومی اور بازنطینی حکومتوں کے ماتحت رہا۔ چوتھی صدی ہجری میں حسن بن نعمان نے قرطاجنہ کے ساتھ بزرت پر بھی قبضہ کر لیا۔ 940ھ/1534ء میں اس شہر نے خیر الدین بار بروسا کی اطاعت اختیار کی اور پھر 941ھ تا 980ھ یہ ہسپانویوں کے قبضے میں رہا۔ 1199ھ/1785ء میں اہل وینس کی گولہ باری نے بزرت (بزرتہ) کو بالکل تباہ کر دیا۔ 1881ء میں فرانسیسی اس پر قابض ہو گئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 4/925،926)

[2] قرطاجنہ یا قرطاجہ (Carthage): شمالی افریقہ کے ساحل پر موجودہ تونس شہر کے قریب کارتھیج (قرطاجنہ) فنقیوں نے 814 ق م میں آباد کیا تھا۔ تیسری صدی ق م میں سلطنت قرطاجنہ کا یونانیوں سے ٹکراؤ ہوا اور پھر اس نے تین پیونک جنگوں میں رومیوں سے رزم آرائی کی۔ دوسری پیونک جنگ (218 تا 201 ق م) میں قرطاجنہ کے ہنی بال نے روم پر چڑھائی کی۔ 146 ق م میں رومیوں نے کارتھیج تباہ کر دیا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)۔ قرطاجنہ اور تونس کے درمیان 12 میل کا فاصلہ ہے۔ قرطاجنہ کا عظیم شہر سفید سنگ مرمر اور متنوع رنگوں کے سنگ رخام (مرمر) سے تعمیر کیا گیا تھا۔ مسلمانوں نے اس شہر کے کھنڈروں کے سنگ رخام سے کئی شہر تعمیر کیے۔ شہر تونس بھی قرطاجنہ کے خرابے سے آباد کیا گیا۔ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حسان بن نعمان ازدی کو افریقیہ کا والی مقرر کیا تو اس نے قرطاجنہ کے باغیوں کو شکست دی اور شہر مسمار کر دیا۔ دوسرا قرطاجنہ اندلس (اسپین) کے ساحل پر ہے اور وہ بھی سمندر کا پانی چڑھ آنے سے برباد ہو چکا ہے (معجم البلدان: 4/323)۔ ہسپانوی قرطاجنہ کو کارتاجینا (Cartagena) کہا جاتا ہے اور اسی نام کا کہیں بڑا شہر کولمبیا (جنوبی امریکہ) کے شمال مغربی ساحل پر بھی آباد ہے جس کا تلفظ ''کارتاہینا'' ہے۔

لشکر کی قیادت میں آن پہنچے جو امیر معاویہ ؓ نے روانہ کیا تھا۔ راستے میں نومسلم بربر بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ عقبہ ؓ سرت پہنچ کر 400 گھڑسواروں کے ہمراہ نکلے اور اہلِ ودان کو شکست دے کر دوسری بار اطاعت پر مجبور کر دیا۔ پھر انھوں نے جرمہ فتح کر کے جنوب کو یلغار کی اور زویلہ تک ''کاوار'' کا علاقہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد اپنی فرودگاہ (معسکر) مغمداس (موجودہ غدامس) لوٹ آئے۔
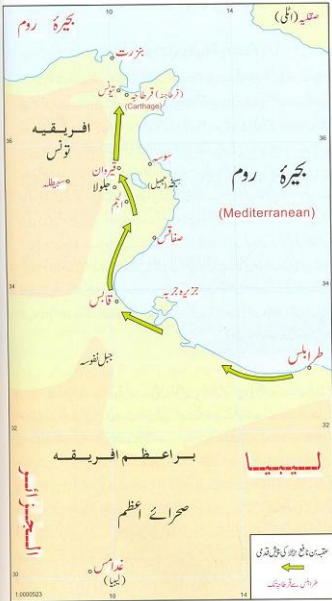
بحیرۂ روم
صقلیہ (اٹلی)
بنزرت
تیونس
قرطاجنہ (قرطاجنہ)
(Carthage)
افریقیہ
تونس
سوسہ
قیروان
جلولا
سبیطلہ
اجم
سبخہ (جھیل)
بحیرۂ روم
(Mediterranean)
صفاقس
قابس
جزیرہ جربہ
طرابلس
جبل نفوسہ
براعظم افریقہ
لیبیا
الجزائر
صحرائے اعظم
غدامس
(لیبیا)
عقبہ بن نافع ؓ کی پیش قدمی
طرابلس سے قرطاجنہ تک

نقشہ 110 المغرب (تیونس) کی فتح (47ھ)

قرطاجنہ (کارتھیج) کے کھنڈر

روشنی کا مینار (بنزرت)

جربہ کا ساحلی شہر (تیونس)

عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی شہادت

اب عقبہ رضی اللہ عنہ نے ساحل سے دُور جبل نفوسہ کے جنوب کی طرف سے لشکر کشی کی۔ وہ قیروان کے مقام تک پہنچ گئے اور انھوں نے وہاں اس شہر کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ چند سال اس ولایت (صوبے) سے دور رہے (جبکہ ابو المہاجر دینار اُن کے جانشین بنے۔) پھر 62ھ / 681ء میں یزید بن معاویہ نے دوبارہ انھیں ولایت (افریقیہ) پر مامور کیا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر المغرب [1] کے جہاد کا پھر آغاز کیا حتیٰ کہ وہ البحر المحیط (بحر اوقیانوس) کے ساحل پر پہنچ گئے۔ [2] فتح مراکش سے فارغ ہو کر عقبہ رضی اللہ عنہ نے قیروان کی جانب واپسی کا ارادہ کیا۔ انھوں نے زیادہ تر فوج آگے روانہ کی اور 300 مجاہدین کے ساتھ ان کے پیچھے آئے۔ راستے میں بربروں اور رومیوں کی ایک جمعیت نے انھیں گھیر لیا۔

مسجد حسن ثانی (دارالبیضاء)

مراکش (Morocco): شمالی افریقہ کا ملک مراکش (المملكة المغربية یا المغرب) بحیرۂ روم، آبنائے جبل طارق اور بحر اوقیانوس کے ساحلوں پر الجزائر کے مغرب میں اور موریتانیا کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ 7 لاکھ 10 ہزار 850 مربع کلو میٹر اور آبادی تقریباً پونے تین کروڑ ہے۔ موجودہ دارالحکومت رباط ہے اور فاس، دارالبیضاء (کاسابلانکا)، مکناس، طنجہ، وجدہ اور تطوان اہم شہر ہیں۔ اس میں کوہستان اطلس کے تین سلسلے اطلس الاعلیٰ، اطلس المتوسط اور اطلس الصغیر شمالاً جنوباً پھیلے ہوئے ہیں۔ شمال میں جبال ریف اور مغرب میں ساحل اوقیانوس کا میدان اور جنوب میں صحرا (مغربی صحرا) واقع ہے۔ آٹھویں صدی عیسوی سے اس پر ادریسی، مرابطون، موحدون، مرینی، وطاسی اور سعدی خانوادے حکمران رہے۔ 1666ء سے یہاں علوی (حسنی) خاندان حکمران چلا آ رہا ہے۔ 1904ء میں مراکش پر فرانس قابض ہو گیا۔ 1956ء میں آزادی ملی۔ 1976ء میں مراکش نے اسپین سے (مغربی) صحرا واپس لے لیا (المنجد في الأعلام، ص: 538-540)۔ سابق دارالحکومت مراکش (شہر) کی بنیاد یوسف بن تاشفین نے 1062ء میں رکھی تھی۔ عبد موحدون میں یہ شہر بہت پھلا پھولا۔ مرینیوں نے اسے چھوڑ دیا اور سعدیوں نے سولھویں صدی عیسوی میں اسے پھر دارالحکومت بنا لیا۔ یہاں بارھویں صدی عیسوی کا مینار الکتبیہ مشہور ہے۔ (المنجد في الأعلام، ص: 528)

[1] المغرب: یہ نام عرب مصنفین افریقیہ (شمالی افریقہ) کے اس علاقے کے لیے استعمال کرتے ہیں جسے بربرستان یا افریقہ کوچک (Africa Minor) کہتے ہیں اور جس میں طرابلس (لیبیا)، تونس، الجزائر اور مراکش شامل ہیں۔ بعض اہل مشرق ہسپانیہ (اندلس) کو بھی المغرب میں شامل کرتے ہیں۔ بعض مصنفین (ابن حوقل وغیرہ) نے مصر اور برقہ (مشرقی لیبیا) کو بھی المغرب میں شمار کیا ہے، تاہم ابن خلدون کہتا ہے کہ المغرب کے لوگ مصر اور برقہ کو اپنے ملک کا حصہ شمار نہیں کرتے۔ المغرب کو عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: افریقیہ (مغربی لیبیا و تونس)، المغرب الاوسط (الجزائر) اور المغرب الاقصیٰ (مراکش)۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 390/21)۔ ان دنوں المغرب جغرافیائی لحاظ سے مراکش، الجزائر، تونس، لیبیا اور موریتانیا پر مشتمل ہے، چنانچہ 1989ء میں ان ملکوں پر مشتمل اتحاد المغرب العربی کا قیام عمل میں آیا، تاہم عمومی طور پر اب المغرب سے مراد ملک مراکش ہے۔ (المنجد في الأعلام، ص: 538، ملحق خریطہ: 17)

[2] 62ھ میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے مغرب کو روانہ ہوئے۔ انھوں نے باغانہ، اربہ اور طنجہ (تنجیر) کے مقامات پر رومیوں کو شکست دی اور تمام مراکش کو فتح کرتے ہوئے بحر ظلمات (اطلانطک یا اوقیانوس) کے ساحل تک پہنچ گئے۔ ساحل پر عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال کر کہا: ''الٰہی! یہ سمندر اگر میرے راستے میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی، میں تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا۔'' (تاریخ اسلام، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: 662,661/1)
''شکوہ'' کے ایک شعر کے دوسرے مصرع میں علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے — بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

بحر ظلمات (بحر اوقیانوس) کے ساحل پر جہاں عقبہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑا سمندر میں ڈالا تھا، وہ مقام ان دنوں شرف العقاب کہلاتا ہے۔ (سفرنامہ محمود نظامی)

عقبہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ساتھی لڑتے ہوئے شہید ہوگئے، پھر بربروں نے ایک بہت بڑی فوج اکٹھی کر لی تو مسلمان طرابلس کی طرف پسپا ہوگئے۔ بربر سردار کسیلہ [1] محرم 64ھ/ ستمبر 683ء میں قیروان پر قابض ہوگیا۔ پانچ سال اس علاقے پر اُس کا تسلط رہا۔

69ھ/ 688ء میں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے برقہ سے زُہیر بن قیس بلوی رحمہ اللہ کو لشکر کشی کا حکم دیا۔ زُہیر کی پیش قدمی کی خبر سنتے ہی کسیلہ قیروان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ زُہیر نے اس کا تعاقب کر کے مِمس کے مقام پر بربروں کو شکست فاش دی۔ کسیلہ اور اس کی بیشتر فوج ماری گئی۔ واپسی پر زُہیر کو رومیوں کے حملے کا سامنا کرنا پڑا جو اچانک صقلیہ کی طرف سے برقہ پر چڑھ آئے تھے۔ زُہیر بن قیس رحمہ اللہ یہاں درنہ کی جنگ میں کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ (71ھ/690ء)
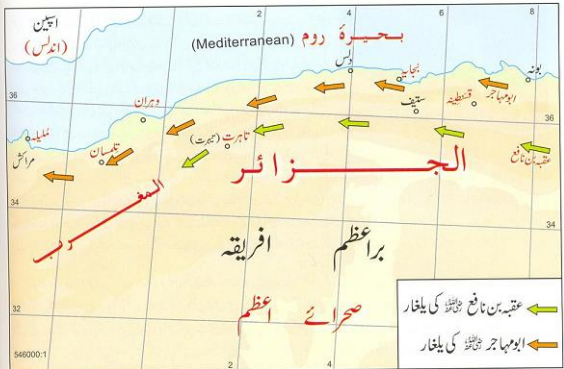
نقشہ 111

المغرب (الجزائر اور مراکش) کی فتح (62ھ)

[1] والئ افریقیہ ابوالمہاجر دینار نے اپنے جانشین عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ بربری نومسلم کسیلہ سے ہوشیار رہنا۔ کسیلہ کو ابوالمہاجر نے مسلمان کیا تھا اور وہ اس کے مزاج سے واقف تھے۔ لیکن عقبہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس بات پر زیادہ توجہ نہ دی اور کسیلہ کو بدستور اپنی فوج کے ایک چھوٹے دستے پر فائز رہنے دیا۔ مغرب (مراکش) کی فتح سے واپسی پر جب عقبہ رضی اللہ عنہ اپنے چھوٹے سے لشکر کے ہمراہ تہوذا کے مقام پر پہنچے تو رومی اور بربری مقابلے پر اُتر آئے۔ کسیلہ بھی موقع پا کر ان سے جا ملا اور ایک عظیم لشکر چڑھا لایا جس نے چاروں طرف سے مسلمانوں کی قلیل جمعیت کو گھیر لیا۔ عقبہ اور ان کے ساتھی مجاہدین داد شجاعت دیتے ہوئے ایک ایک کر کے شہید ہوگئے۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: 662,661/1)

قرطاجنہ کی بغاوت اور مراکش کی ازسرِ نو فتح

77ھ/696ء میں حسان بن نعمان نے 40 ہزار کے لشکر کے ہمراہ قرطاجنہ کا رُخ کیا اور رومیوں کو شکست دے کر قرطاجنہ پر قبضہ کر لیا (78ھ/697ء) مگر بربروں نے کاہنہ کی قیادت میں وادیٔ سکتانہ کی جنگ میں حسان کو شکست دی اور انھیں قابس [1] تک پسپا کر دیا۔ اسی اثناء میں رومی پھر قرطاجنہ پر آن قابض ہوئے لیکن حسان بن نعمان کو 40 ہزار کی کمک مل گئی تو وہ 84ھ/703ء میں لوٹ کر حملہ آور ہوئے اور الجم کے مقام پر کاہنہ کو شکست دی۔ کاہنہ ماری گئی اور حسان نے دوبارہ قرطاجنہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہ دمشق لوٹ آئے۔ ان کی جگہ 88ھ/706ء میں موسیٰ بن نصیر [2] کو افریقیہ و مغرب کا گورنر مقرر کیا گیا تو انھوں نے فتوحات کا دائرہ مراکش (المغرب) اور اندلس تک پھیلا دیا۔

نقشہ 112

المغرب (مراکش) کی فتح (62ھ)

[1] قابس: یہ خلیج قابس پر واقع تونس کی بندرگاہ ہے۔ یہاں پندرھویں تا تیرھویں صدی ق م کے فنیقی کھنڈر پائے جاتے ہیں۔ (المنجد في الأعلام)

[2] موسیٰ بن نُصیر بن عبدالرحمٰن بن زید خلیفہ ولید بن عبدالملک کے تین نامور سپہ سالاروں میں سے ایک تھا۔ وہ 19ھ/640ء میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ نُصیر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں افسر تھا۔ موسیٰ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قبرص پر چڑھائی کی اور وہاں اُن کے نائب کے طور پر کام کیا۔ مرج راہط کی جنگ میں شرکت کے بعد موسیٰ عراق میں خلیفہ عبدالملک کے بھائی بشر بن مروان کا وزیر اور مشیر رہا۔ 78ھ میں اسے والیٔ افریقیہ بنا دیا گیا۔ موسیٰ نے بربر قبائل ہوارہ، زناتہ، کتامہ اور صنہاجہ کو مطیع کیا۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے غزوۃ الشراف میں صقلیہ (جزیرہ سسلی) کا ایک شہر فتح کیا اور جزیرہ سردانیہ (اٹلی) پر حملہ کر کے اس کے بعض شہروں کو مطیع کیا۔ عبداللہ بن موسیٰ کو (ہسپانوی جزائر) میورقہ (Majorca) اور منورقہ (Minorca) کا فاتح بھی کہا جاتا ہے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے 88ھ یا 89ھ میں موسیٰ کو والیٔ مصر عبداللہ بن مروان کی ماتحتی سے آزاد کر کے افریقیہ و مغرب کا مستقل گورنر بنا دیا۔ فتح اندلس کے بعد موسیٰ کا ارادہ تھا کہ یورپ کو فتح کرتے ہوئے براستہ قسطنطنیہ شام پہنچے مگر خلیفہ ولید کو تشویش ہوئی اور اس نے قاصد بھیج کر موسیٰ کو واپس آنے کا حکم دے دیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 806-803/21)۔ جب عین التمر فتح ہوا (12ھ) تو وہاں ایک خانقاہ میں 40 لڑکے پائے گئے جو انجیل کی تعلیم پا رہے تھے، ان میں سے ایک لڑکے کا نام نُصیر تھا۔ اسی نُصیر کے بیٹے موسیٰ بن نُصیر نے بطور سپہ سالار تاریخ میں شہرت پائی (تاريخ الطبري: 577/2)

اندلس (اسپین) کی فتح

1

مسجد قرطبہ کا ایک منظر

فتح اندلس کا پس منظر

جب المغرب (شمالی افریقہ) کی فتح مکمل ہوئی، اس وقت اندلس (اسپین) [1] کی گاتھ سلطنت داخلی تنازعات اور انتشار کا شکار تھی۔ کچھ عرصہ پہلے راڈرک (Radrigo) نے سابق شاہ اسپین وٹیزا (غیطشہ) کے کم سن بیٹے وقلہ (Achila) سے تخت چھین لیا تھا، چنانچہ وقلہ اور اس کے ہمدردوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا تھا کہ وہ اپنی حکومت واقتدار واپس لینے کے لیے مسلمانوں سے مدد طلب کریں۔ اس سلسلے میں جس شخص نے مسلمانوں سے گفت وشنید کی وہ گاتھ حکومت کی طرف سے حاکم سبتہ [2] کاؤنٹ جولین تھا۔ یہ امر طارق بن زیاد کے سمندر پار اندلس میں اپنی فوج اتارنے کا سبب بنا۔ اندلس میں پہلی فتح کے بعد مسلمانوں نے دیکھا کہ اگر انھوں نے باقی علاقے فتح کیے بغیر چھوڑ دیے تو وہاں ازسرِ نو انارکی پھیل جائے گی اور اس سے اندلس کے بہت قریب ہونے کے باعث بلادِ مغرب متأثر ہو سکتے تھے۔

فتح اندلس میں کاؤنٹ جولین کا کردار

اسپین میں رواج تھا کہ اُمرا اور اعلیٰ حکام اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو دارالحکومت طلیطلہ (Toledo) کے شاہی محل میں بھیج دیتے تھے تاکہ وہ شاہی

[1] اسپین: عرب یورپی ملک اسپانا (Espana) یا ہسپانیہ (اسپین) کو عام طور پر اَندلس کہتے تھے۔ یہ دراصل ہسپانیہ کے جنوبی حصے کا نام تھا جس پر کچھ مدت وندال قوم قابض رہی اور انھوں نے مقبوضہ علاقے کا نام وندالیسیہ (Vandalicia) رکھ دیا۔ اسی کو عربوں نے اَندلس کہنا شروع کر دیا۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم :17/1) اَندلس کی نسبت سے آج کل اسپین کے جنوبی صوبے کا نام اندلوسیہ (Andlucia) ہے جس میں قرطبہ، اشبیلیہ اور غرناطہ کے تاریخی شہر واقع ہیں۔ ابن اثیر اندلس اور اسپین کی وجوہات تسمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''سب سے پہلے جس قوم نے یہ سرزمین آباد کی وہ ''اندلش'' کہلاتی تھی، چنانچہ ان کے نام سے ملک موسوم ہوا، پھر یہ نام معرب ہو کر ''اَندلس'' کہلایا۔ نصاریٰ اسے اشبانس کے نام پر اشبانیہ (Espana) کہتے ہیں جسے یہاں سُولی دی گئی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک بادشاہ اشبان بن طیطس کے نام سے موسوم ہے جو بطلیموس کے زمانے میں یہاں حکمران تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا نام اندلس بن یافث بن نوح کے نام پر رکھا گیا جو یہاں پہلا آباد کار تھا۔ (الكامل في التاريخ : 264/4)

[2] سبتہ (Ceuta): یہ مراکش کے شمالی ساحل پر ایک ہسپانوی مقبوضہ ہے۔ اسپین نے اس پر 1580ء میں قبضہ کیا تھا۔ سبتہ ایک آزاد بندرگاہ اور فوجی چھاؤنی پر مشتمل ہے جو آبنائے جبل الطارق کے دہانے پر واقع ہے (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)۔ پانچویں صدی ق م میں اہل قرطاجنہ نے مراکش کے ساحلوں پر جو سات نوآبادیاں قائم کیں ان میں سے ایک سپتم (Septem) یا سبتہ بھی تھا۔ ہسپانویوں سے پہلے 1415ء میں پرتگالیوں نے سبتہ پر قبضہ جما لیا تھا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ :20/309-314)۔ سبتہ ہر لحاظ سے مراکش کا حصہ ہے مگر اسپین مغربی طاقتوں کی پشت پناہی کی بنا پر اس پر قابض ہے۔

آداب سیکھ لیں۔ کاؤنٹ جولین کی بیٹی فلورنڈا کو بھی شاہی محل میں رہنا پڑا۔ وہ بہت خوبصورت دوشیزہ تھی۔ اس نے اپنے باپ سے شکایت کی کہ شاہ راڈرک (عربی میں رزریق یا لذریق) نے اس کی عزت لوٹ لی ہے۔ جولین نے راڈرک پر ناراضی ظاہر کی اور طارق بن زیاد سے رابطہ کر کے مسلمانوں کو اندلس پر حملے کی ترغیب دی اور اس سلسلے میں تعاون کی پیشکش کی۔ طارق اس وقت طنجہ کا حاکم تھا۔ طارق، جولین کے قلعوں پر حملہ کرتا رہتا تھا لیکن ان کے استحکام کے باعث وہ ان پر قابض نہ ہوسکا۔ ایک دن اچانک جولین بنفس نفیس طارق کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے آبنائے پار کر کے اندلس میں داخل ہونے کا منصوبہ پیش کیا۔ طارق اپنے امیر موسیٰ بن نصیر کے پاس قیروان پہنچا۔ موسیٰ نے اس کا منصوبہ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کی خدمت میں دمشق پہنچایا اور خلیفہ کی رضامندی حاصل کر کے [1] طریف بن مالک کی قیادت میں 500 مجاہدین روانہ کیے جن میں 100 گھڑ سوار تھے تاکہ جولین کے بیان کی سچائی کا اندازہ ہوسکے اور پھر مسلمان اس کے ہمراہ بڑی یلغار کرسکیں۔ اس لشکر نے اندلس کے ساحل پر کئی کامیاب کارروائیاں کیں۔ اور طریف جس جگہ ساحل پر اُترا وہ آج تک اس کے نام سے موسوم ہے۔ [2] طریف کامیابی اور کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا اور اس نے جولین کی فراہم کردہ اطلاعات کی تصدیق کی۔

مسجد باب المردوم (طلیطلہ) جو گرجا بن چکی ہے

طلیطلہ: یہ شہر میڈرڈ کے جنوب میں دریائے تاجہ (Tagus) پر واقع ہے۔ اس نے عہدِ اندلس (92ھ/711ء تا 897ھ/ 1492ء) میں شہرت پائی۔ پانچویں صدی ہجری میں ملوک الطوائف کے دور میں یہ بنی ذوالنون کا دارالحکومت رہا (المنجد في الأعلام، ص: 357)۔ رومیوں نے طلیطم (Toletum) کو 193 ق م میں فتح کیا تھا۔ ان کے عہد میں اسپین میں مسیحیت کا دور دورہ ہوا۔ 418ء میں طلیطلہ پر فسیقوطی (Visigoth) قابض ہوئے۔ انھوں نے طلیطلہ کو پایۂ تخت بنالیا اور جب شاہ رکارڈ نے 587ء میں مسیحیت قبول کی تو یہ شہر جزیرہ نما آئبیریا کا مذہبی صدر مقام بن گیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 532/12)۔ مسجد مسیح نُور (Mezquita de Cristo de la Luz) طلیطلہ کی دس مسجدوں میں سے باقی ماندہ واحد مسجد ہے۔ یہ مسجد مرفہ الحال مسلمانوں کی آبادی "مدینہ" میں واقع تھی اور "مسجد باب المردوم" کہلاتی تھی۔ کوفی رسم الخط میں اس کے صدر دروازے پر یہ تحریر نمایاں ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم احمد ابن حدیدی نے اپنے سرمائے سے یہ مسجد تعمیر کرائی، اس کے لیے وہ اللہ سے جنت کا خواستگار ہے۔ یہ اللہ کی مدد سے موسیٰ بن علی ماہر تعمیرات کے زیر ہدایت محرم 390ھ میں مکمل ہوئی۔" 1085ء میں الفانسو ششم نے طلیطلہ فتح کیا تو اسے گرجا قرار دے دیا گیا۔ 1186ء میں الفانسو ہشتم نے مسجد سینٹ جان کے نائٹس کو دے دی اور پھر اس کا نام کلیسائے صلیب مقدس (Ermita de la Santa Cruz) قرار پایا۔ (وکی پیڈیا)

[1] موسیٰ بن نُصیر کے خط کے جواب میں امیر المومنین نے لکھا: "مسلمانوں کو خشکی کی جنگوں تک محدود رکھو اور انھیں سمندر کے شدید خطرات میں نہ ڈالو۔" موسیٰ نے ولید کو جواب بھیجا: "سمندر زیادہ وسیع نہیں اور وہ صرف ایک خلیج (آبنائے) ہے جو ماوراء (براعظم یورپ) کو الگ کرتی ہے۔" خلیفہ ولید نے جواب میں لکھا: "اگر صورت حال ویسی ہی ہے جیسی تم نے بیان کی ہے تو چھاپہ مار دستے بھیج کر وہاں کی معلومات حاصل کرو۔" (الكامل في التاريخ لابن الأثير: 267/4)

[2] بقول رازی ابو زرعہ طریف بن مالک معافری موسیٰ بن نُصیر کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھا۔ وہ رمضان 91ھ/ جولائی 710ء میں جس مقام پر اترا تھا اسے جزیرۂ طریف کہنے لگے اور اب اس کو طریفہ کہتے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 457/12)

2

طارق بن زیاد کی یلغار

اب موسیٰ بن نصیر نے 7 ہزار کا لشکر تیار کیا جس میں اکثر بربر تھے۔ لشکر کی قیادت طارق بن زیاد کو تفویض کی جو راجح قول کے مطابق بربر تھا۔ طنجہ سے سمندر پار یہ حملہ 5 رجب 92ھ / 28 اپریل 711ء کو کیا گیا۔ اسلامی لشکر بحری جہازوں میں سوار تھا جن میں چار جہاز کاؤنٹ جولین کے تھے۔ مسلمان ساحل اندلس پر جبل کالپی (Calpe) کے پاس اترے جس کا نام اس وقت سے "جبل الطارق" معروف ہے۔

اس وقت راڈرک انتہائی شمال میں پمپلونہ کے علاقے میں مصروف پیکار تھا جہاں نوارے کے باشندوں نے بشکنس واسکوس (Vascos) کی قیادت میں بغاوت کر رکھی تھی۔ ادھر طارق فوری طور پر اپنے لشکر کو ایک ایسے مقام پر لے گیا جس کے گرد ایک دیوار تھی جسے سور العرب کا نام دیا گیا۔ آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ نے اس دیوار کی باقیات کا مشاہدہ کیا۔ طارق نے وہاں سبتہ (مراکش) سے آنے والے جہازوں

جبل الطارق (جبرالٹر): اسپین اور المغرب (مراکش) کے مابین آبنائے جبل طارق ہے جو یورپ اور افریقہ کے براعظموں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے اور بحیرۂ روم کو بحر اوقیانوس سے ملاتی ہے۔ اس آبنائے کی چوڑائی 14 کلومیٹر اور لمبائی 50 کلومیٹر ہے۔ اس کا نام فاتح اندلس طارق بن زیاد کے نام پر رکھا گیا۔ جنوبی اسپین میں جزیرہ نما جبل الطارق (جبرالٹر) پر اس نام کا شہر آباد ہے۔ (المنجد في الأعلام، ص: 197-198)

جبل الطارق شہر کا دوسرا نام مدینۃ الفتح ہے۔ یہ نام سلطنت موحدین کے بانی عبدالمومن نے 555ھ / 1160ء میں دیا تھا۔ 709ھ / 1309ء میں جبل الطارق شاہ قشتالہ فرڈی ننڈ چہارم نے فتح کر لیا، تاہم 733ھ / 1333ء کے بعد اس پر مراکش کے بنو مرین اور پھر غرناطہ کا تسلط رہا حتی کہ 866ھ / 1462ء میں اس پر ہنری چہارم شاہ قشتالہ نے قبضہ جما لیا۔ 1704ء میں جبل الطارق برطانیہ کے ہاتھ آ گیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 102/7)۔ جبل الطارق یا جبرالٹر پر برطانوی قبضہ اب تک برقرار ہے۔

جبل الطارق (جبرالٹر) کے دامن میں مسجد ابراہیم بن ابراہیم جو شاہ فہد رحمہ اللہ (م 2006ء) نے بنوائی اور جس کا افتتاح امام کعبہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس نے کیا۔

نقشہ 113
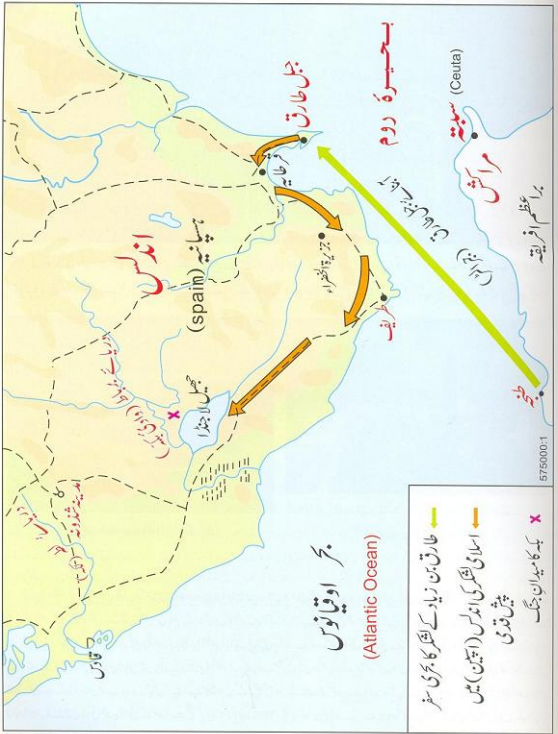
وادیٔ بکہ کی جنگ (92ھ) اور فتح (مدینہ) شذونہ

کے لیے ایک بندرگاہ بھی تعمیر کرائی تھی۔

اس طرح یہ مقام مسلمانوں کے لیے جنگی نقطۂ نظر سے بہت موزوں تھا جو ایک طرف سمندر کے ذریعے سے ساحلِ افریقہ پر واقع سبتہ سے ملا ہوا تھا اور دوسری طرف اسے پہاڑوں نے گھیر رکھا تھا جنھیں عبور کرنا گاتھ فوج کے لیے مشکل تھا۔ طارق نے عبدالملک بن ابی عامر کی قیادت میں ایک چھاپہ مار دستہ جبل الطارق کے نواح میں بھیج کر قرطایہ (Corteyo) پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد انھوں نے مغرب کی طرف پیش قدمی کر کے اس علاقے پر تسلط جما لیا جو بعد میں جزیرۃ الخضراء [1] کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر ایک گاتھ فوج کے ساتھ ان کی جھڑپ ہوگئی جس کا سالار بونکو تھا۔ بالآخر مسلمانوں نے مسیحی لشکر کا صفایا کر دیا۔

راڈرک کو خبر ملی تو وہ پلٹ کر طلیطلہ (Toledo) آیا اور اس نے اِدھر اُدھر سے فوجیں اکٹھی کر کے بہت بڑا لشکر تیار کیا جس کی نفری 40 ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان تھی۔ اس لشکر جرار کے ساتھ راڈرک قرطبہ کی طرف بڑھا۔ ادھر موسیٰ بن نُصیر نے طریف بن مالک کی قیادت میں 5 ہزار کی کمک بھیج دی جن میں اکثر شہ سوار تھے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد 12 ہزار ہوگئی۔ دریں اثناء راڈرک نے اپنے لشکر کے ہمراہ مدینہ شذونہ کا رُخ کیا۔ اِدھر سے طارق، طریف سے ہوتے ہوئے شذونہ (Sidonia) کی طرف بڑھا حتیٰ کہ جھیل جنڈا نظر آنے لگی جو ایک کشادہ

جزیرۃ الخضراء (Algeciras) کی خوش رنگ پہاڑی

مدینہ شذونہ میں سانتا ماریالا کرونیڈو نامی گرجا جو پہلے ایک مسجد تھا۔
مسجد سے پہلے یہاں ایک گاتھک قلعہ تھا۔

[1] جزیرۃ الخضراء: یہ شہر ان دنوں الجسیراس (Algeciras) کہلاتا ہے۔ اس کا عربی نام Isla Verde (سبز جزیرہ) سے ماخوذ ہے۔ رومی عہد میں اسے ایڈ پورٹم البلیم کہتے تھے۔ مسیحی مآخذ میں الجسیراس نام کے دو شہروں کا ذکر ہے: ایک تو جزیرے پر واقع تھا جو بعد میں ویران ہوگیا اور دوسرا اندرون ملک سمندر سے 18 میل ہٹ کر تھا جس کی اہمیت اور نام برقرار رہا۔ جزیرۃ الخضراء ایک پہاڑی پر آباد ہے جو ساحل بحر تک چلی گئی ہے۔ وادی العسل (شہد کا دریا) شہر کے درمیان سے بہتا ہے۔ اس کا نام ہسپانوی زبان میں باقی ہے۔ جزیرۃ الخضراء کے جنوب مشرق میں ساحل سمندر پر مسجد تھی۔ اس کا نام مسجد الرایات رکھا گیا تھا کیونکہ یہاں طارق بن زیاد کے زیر کمان عرب اور بربر قبائل اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے جمع ہوتے تھے۔ نارمنوں نے 245ھ میں اسے جلا دیا تھا۔ 743ھ میں الفانسو یازدہم (شاہ قشتالہ) نے بیس ماہ کی شدید لڑائی کے بعد اسے فتح کر لیا۔ 771ھ/ 1369ء میں سلطان غرناطہ نے اسے دوبارہ تسخیر کیا مگر چند سال بعد عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر کے مسلمانوں کا بنایا ہوا شہر منہدم کر دیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 7/237-239)

قرطبہ: اسلامی اندلس کا ہیرا جو مسلمانوں نے کھو دیا

قرطبہ ہسپانوی زبان میں Cordoba اور انگریزی میں Cordova کہلاتا ہے۔ اسے اہل قرطاجنہ نے دریا ''وادی الکبیر'' (Guadalqivir) کے کنارے آباد کیا تھا۔ دوسری کارتھیجی جنگ کے بعد کارڈوبنس (Cordubense) ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا اور کارڈوبا (Corduba) کہلانے لگا۔ 152 ق م میں رومی قبضے کے بعد یہ شہر Colonia Paticra کے نام سے صوبہ Hispania Ulterior (ہسپانیہ اقصیٰ) کا دارالحکومت قرار پایا۔ 711ء میں قرطبہ کی فتح کے بعد تین سو گاتھ مسیحی تین ماہ تک قلعہ بند کلیسا میں مزاحمت کرتے رہے۔ امیر اندلس سمح بن مالک خولانی نے 100ھ/ 719ء میں اسے مرکزِ حکومت بنایا۔ امویانِ اندلس کے زوال (1031ء) کے بعد بنو جہور کے دور (70-1031ء) میں قرطبہ ایک جمہوریت بن گیا، پھر بنو عباد، مرابطون اور موحدون کے قبضے میں رہا۔ 1236ء میں قشتالہ کے مسیحی حکمران فرڈی ننڈ ثالث نے اسے فتح کر لیا۔ اموی خلافت اندلس کی بے نظیر یادگار مسجد قرطبہ ہے جسے عیسائیوں نے فتح کے بعد گرجا بنا لیا۔ عبدالرحمٰن اول اموی نے 785ء میں مسجد قرطبہ کی تعمیر شروع کی تھی اور اس کے جانشینوں نے اس کی تکمیل کی۔ مسجد قرطبہ کا بیرونی احاطہ ''صحن نارنگیاں'' (Patio de los Naranjos)، مسجد کے بے شمار ستون اور نام La Mezquita یعنی ''المسجد'' آج بھی اس کی یاد دلاتے ہیں۔ خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث الناصر (متوفی 350ھ/ 961ء) نے قرطبہ کے شمال مغرب میں مدینۃ الزہراء تعمیر کرایا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-2/54-57)۔ اُس کے عہد میں دس لاکھ آبادی کا شہر قرطبہ وادی الکبیر کے کنارے چوبیس میل تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن اب اس کی آبادی تقریباً سوا تین لاکھ ہے جبکہ ارجنٹینا کے وسطی شہر کارڈوبا (قرطبہ) کی آبادی 12 لاکھ سے زائد ہے، نیز وسطی امریکہ کے ملک نکاراگوا کے سکے کا نام بھی کارڈوبا ہے جو قرطبہ سے تعلق رکھنے والے ہسپانوی گورنر فرنانڈس ڈی کارڈوبا (1524ء) کے نام پر ہے (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)۔ مسلم عہد اقتدار کی یادگار مسجد قرطبہ "Mezquita Cathedral" یعنی ''مسجد گرجا'' کہلاتی ہے۔ سرکاری طور پر یہاں نماز ادا کرنا ممنوع ہے۔ علامہ اقبال نے 1931ء میں یہاں گارڈ کی نگرانی کے باوجود موقع پا کر نماز ادا کی تھی۔ ڈائریکٹر دارالسلام مولانا عبدالمالک مجاہد چند سال پہلے اپنے گائیڈ عبدالغنی میلارا کی رہنمائی میں مسجد قرطبہ کی زیارت کو گئے تو گارڈ نے ان پر نگاہ رکھی کہ وہ نماز ادا نہ کرنے پائیں مگر کب تک! گارڈ تھک ہار کر ادھر اُدھر ہوا تو انھوں نے ستونوں کے پیچھے دو نفل ادا کر لیے۔ یاد رہے جناب عبدالغنی میلارا نے قرآن مجید کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا ہے جسے دارالسلام (الریاض) نے شائع کیا ہے۔ مسجد قرطبہ سیاحوں کے لیے باعث کشش ہے۔ علامہ اقبال نے ''بالِ جبریل'' میں اسے ''حرم قرطبہ'' اور ''کعبۂ اربابِ فن'' قرار دیتے ہوئے کہا:

کعبۂ اربابِ فن سطوتِ دینِ مبین
تجھ سے حرم مرتبت اندلسیوں کی زمین

اور اس کے سینکڑوں ستونوں کی یوں تعریف کی:

تیری بنا پائیدار، تیرے ستون بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجومِ نخیل

(''اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات'' دارالسلام لاہور، ص 199-200)

میدان میں گھری ہوئی ہے اور اس میدان کے پار کوہ رتین (Retin) واقع ہے۔ طارق پیش قدمی کرتے ہوئے دریائے برباط (Barabate) کے کنارے پہنچ گیا۔ اس طرح مسلمانوں نے اس تمام ساحلی علاقے پر قبضہ جما لیا جو تقریباً 80 کلومیٹر کی لمبائی اور 15 کلومیٹر کی چوڑائی میں افریقی ساحل کے بالمقابل پھیلا ہوا تھا۔

دریائے برباط زہراء (اَلونز) نامی گاؤں کے قریب

وادیٔ بَکّہ کا تاریخ ساز معرکہ

دونوں لشکروں میں اتوار 28 رمضان 92ھ / 19 جولائی 711ء کو دریائے برباط (وادیٔ بَکّہ) [1] کے کنارے گھمسان کا رن پڑا۔ یہ جنگ تقریباً آٹھ دن جاری رہی۔ راڈرک کے میمنہ اور میسرہ کی قیادت غیطشہ کے دو بیٹے کر رہے تھے۔ آخر کار دونوں میمنہ اور میسرہ کے ہمراہ پسپا ہوگئے کیونکہ اس سے پہلے وہ طارق اور جولین کے ساتھ خفیہ مفاہمت کر چکے تھے، جس کے مطابق غیطشہ کے بیٹوں کو عین دورانِ جنگ میں اپنے اپنے دستوں کے ہمراہ پسپا ہوجانا تھا۔ اس مفاہمت میں نصرانی قلب کے بعض سالار بھی شامل تھے، چنانچہ وہ بھی بھاگ نکلے۔ جب راڈرک پر یہ انکشاف ہوا تو وہ بھی راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگیا۔ اندازہ ہے کہ مسلمانوں نے آٹھ دنوں میں سے تین دن مسلسل تلوار چلائی۔ بعض روایات کے مطابق راڈرک میدان جنگ میں مارا گیا۔ بعض نے ذکر کیا ہے کہ راڈرک بعد میں شمال میں لڑی جانے والی جنگ میں قتل ہوا جس میں وہ ''سگویلا دی لوس کورنیجوس'' (Segouela de los Cornejos) کے مقام پر موسیٰ بن نصیر کے مقابل آیا تھا۔ وادیٔ برباط کی جنگ میں کئی ہزار مسیحی مارے گئے جبکہ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔
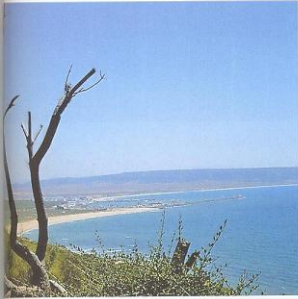
[1] عام مؤرخین کی طرح فاضل مؤلف نے بھی میدان جنگ وادیٔ لکہ کے کنارے بتایا ہے جبکہ جنگ دراصل وادیٔ بَکّہ کے کنارے ہوئی تھی۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں: ''ہسپانیہ کے جنوبی و غربی گوشے میں دو دریا بہتے ہیں جن کے درمیان خاصا فاصلہ ہے۔ ایک دریائے لطہ یا لکہ (Guadalete) ہے۔ دوسرا دریائے برباط (Barabate) یا بَکّہ ہے جس کے راستے میں جھیل لاجنڈا آتی ہے۔ اس دریا کے کنارے دو بڑے شہر آباد ہیں۔ ایک برباط اور دوسرا بَکّہ جسے ہسپانوی Vejer کہتے ہیں، لہٰذا دریا کے دو نام پڑ گئے۔ اب یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ طارق اور راڈرک میں فیصلہ کن جنگ البُحیرہ (جھیل لاجنڈا) کے قریب وادیٔ برباط یا وادیٔ بکہ کے کنارے ہوئی تھی۔ گاتھوں کو عرب قوط کہتے تھے اور راڈرک کو رزریق یا لزریق'' (انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم: 18/1، حاشیہ مولانا غلام رسول مہر)۔ دراصل مذکورہ جھیل کا نام جنڈا (Janda) ہے، ہسپانوی زبان میں ''لا'' (La=The) محض حرفِ تعریف ہے۔ اسی طرح عربی میں ''وادی'' یا ''واد'' کے معنی Valley (وادی) کے علاوہ ''دریا'' بھی ہیں۔

جنگِ برباط (یا جنگِ بکّہ) کس خاص مقام پر لڑی گئی، اس حوالے سے تاریخی روایات کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ یہ جنگ وسیع علاقے میں کئی دنوں تک لڑی گئی تھی اور کئی مقامات پر دونوں فوجوں میں رزم آرائی ہوئی تھی۔ [1]

اس فتح عظیم کے بعد عرب اور بربر مسلمان فتح اندلس کے جہاد میں جوق در جوق شامل ہونے لگے۔ اس طرح طارق بن زیاد کے لشکر میں خاصا اضافہ ہو گیا۔ طارق نے مدینہ شذونہ کی طرف پیش قدمی کی اور جنگ کر کے اسے فتح کر لیا، پھر انھوں نے المدور (Almodovar) پر

بشارتِ نبوی اور طارق بن زیاد کا ایمان افروز خطبہ

اندلس میں پیش قدمی کرتے ہوئے ایک رات طارق محوِ خواب تھا کہ نبی ﷺ اور چاروں خلفاء پانی پر چلتے نظر آئے۔ وہ طارق کے پاس سے گزرنے لگے تو نبی ﷺ نے اسے فتح کی بشارت دی اور حکم دیا کہ مسلمانوں سے نرمی اختیار کرے اور عہد پورا کرے (وفیات الأعیان: 320/5)۔ مرسیہ اور گردونواح میں تدمیر (تھیوڈور) راڈرک کی طرف سے حاکم تھا۔ جب طارق اپنے لشکر کے ہمراہ پہاڑوں سے اُترا تو تدمیر نے شاہ راڈرک کو لکھا: ''ہماری سرزمین میں ایک ایسی قوم آن داخل ہوئی ہے کہ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں وہ آسمان سے اترے ہیں یا زمین سے نکلے ہیں۔'' (وفیات الأعیان: 321/5)

جب طارق دشمن کے قریب پہنچے تو انھوں نے اپنی فوج کے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے مسلمانوں کو جہاد اور شہادت کی ترغیب دلائی اور کہا: ''اے لوگو! اب راہِ فرار کہاں ہے؟ سمندر تمھارے پیچھے ہے اور دشمن تمھارے آگے۔ اللہ کی قسم! تمھارے لیے صدق وصبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ جان لو! تم اس جزیرہ نما میں اس قدر بے وقعت ہو کہ کم ظرف لوگوں کے دسترخوان پر یتیم بھی اتنے بے وقعت نہیں ہوتے۔ تمھارا دشمن اپنے لشکر، اسلحے اور وافر خوراک کے ساتھ تمھارے مقابلے میں نکلا ہے۔ ادھر تمھارے پاس کچھ نہیں سوائے اپنی تلواروں کے۔ یہاں اگر تمھاری احتیاج کے دن لمبے ہو گئے تو تمھارے لیے خوراک بس وہی ہے جو تم اپنے دشمن کے ہاتھوں سے چھین لو۔ اگر تم یہاں کوئی معرکہ نہ مار سکے تو تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور تمھاری جرأت کے بجائے تمھارے دلوں پر دشمن کا رعب بیٹھ جائے گا۔ اس سرکش قوم کی کامیابی کے نتیجے میں تمھیں جس ذلت ورُسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا اس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ دشمن نے اپنے قلعہ بند شہر تمھارے سامنے ڈال دیے ہیں۔ اگر تم جان کی بازی لگانے کو تیار ہو جاؤ تو تم اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ میں تمھیں ایسے کسی خطرے میں نہیں ڈال رہا جس میں کودنے سے خود گریز کروں...... اس جزیرہ نما میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور اس کے دین کو فروغ دینے پر اللہ کی طرف سے ثواب تمھارے لیے مقدر ہو چکا ہے۔ یہاں کے غنائم خلیفہ اور مسلمانوں کے علاوہ خاص تمھارے لیے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کامیابی تمھاری قسمت میں لکھ دی ہے، اس پر دونوں جہانوں میں تمھارا ذکر ہو گا۔ یاد رکھو! میں تمھیں جس چیز کی دعوت دیتا ہوں اس پر خود لبیک کہہ رہا ہوں۔ میں میدانِ جنگ میں اس قوم کے سرکش راڈرک پر خود حملہ آور ہوں گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسے قتل کر ڈالوں گا۔ تم سب میرے ساتھ ہی حملہ کر دینا۔ اگر اس کی ہلاکت کے بعد میں مارا جاؤں تو تمھیں کسی اور ذی فہم قائد کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور اگر میں اس تک پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو جاؤں تو میرے عزم کی پیروی کرتے ہوئے جنگ جاری رکھنا اور سب مل کر اس پر ہلّہ بول دینا۔ اس کے قتل کے بعد اس جزیرہ نما کی فتح کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچانا۔ راڈرک کے بعد اس کی قوم مطیع ہو جائے گی۔'' (وفیات الأعیان: 322,321/5)

[1] ابن خلدون لکھتے ہیں: ''دونوں فوجوں میں میدان شریش میں جنگ ہوئی'' (تاریخ ابن خلدون: 141/4)۔ شریش کو انگریزی میں Xeres لکھا جاتا ہے۔

کامیاب یلغار کی اور وہاں سے قرمونہ (Carmona) پلٹ آئے۔ اس کے بعد انھوں نے اشبیلیہ (Sevilla) کا رُخ کیا۔ اہل اشبیلیہ نے جزیے کی شرط پر صلح کر لی۔ اس دوران میں گاتھ دستے قلعہ استجہ (Ecija) میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ طارق نے آگے بڑھ کر استجہ فتح کر لیا۔ وہاں سے طارق نے کئی دستے مختلف سمتوں میں روانہ کیے:

① خلیفہ ولید کے آزاد کردہ غلام مغیث رومی کو 7 سو گھڑسواروں کے ساتھ قرطبہ کی طرف بھیجا گیا۔ مغیث نے تین ماہ کے محاصرے کے بعد شہر فتح کر لیا۔ ② جولین کے ایک سالار کو مالقہ (Malaga) بھیجا گیا جسے اس نے فتح کر لیا۔ ③ ایک اور دستہ البیرہ (Elvira) [1]

اشبیلیہ: اس کا قدیم نام ہسپالس (Hispalis) تھا۔ یہ دریائے الکبیر کے کنارے سمندر سے 60 میل کے فاصلے پر ہے۔ جولیس سیزر نے 45 ق م میں اسے فتح کر کے Colonia Julia Romula (جولیس کی رومی نو آبادی) کا نام دیا۔ اس دوران میں یہ صوبہ قرطبہ کا صدر مقام بھی رہا۔ 411ء میں یہ وندال سلطنت کا پایۂ تخت بن گیا۔ فاتح اشبیلیہ موسیٰ بن نُصَیر کے بیٹے عبدالعزیز نے اسے اندلس کا دارالحکومت قرار دیا۔ یہیں خلیفۂ دمشق سلیمان کے فرستادوں نے رجب 97ھ میں عبدالعزیز کو شہید کر دیا۔ اس دور میں اشبیلیہ کو بعض اوقات ''حمص'' کا بھی نام دیا گیا۔ 414ھ/1023ء میں بنوعباد نے اسے پایۂ تخت بنایا۔ بنوعباد کے تیسرے حکمران المعتمد کی درخواست پر یوسف بن تاشفین نے افریقہ سے آکر شاہ قشتالہ الفانسو ششم کو جنگ زلاقہ 479ھ/1086ء میں شکست دے کر اس کی ہوس ملک گیری کے آگے بند باندھا۔ مرابطون اور موحدون کے اقتدار کے بعد 1247ء میں فرڈی ننڈ (فرنانڈو) سوم نے اشبیلیہ کا محاصرہ کر لیا اور سولہ ماہ کی ناکہ بندی کے بعد شعبان 646ھ/ نومبر 1248ء میں اسے فتح کر لیا۔ 674ھ، 676ھ، 684ھ اور 690ھ میں مراکش کے مرینی سلطان نے اشبیلیہ کے محاصرے کیے مگر اسے واپس لینے میں ناکام رہا۔ موحدون کی یادگاروں میں سے ایک شاندار مسجد کا تین سو فٹ اونچا مینار Giralda اور القصر (Alcazar) باقی ہیں۔ محدث ابن عربی اور شیخ اکبر ابن عربی، اشبیلیہ کے رہنے والے تھے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 2/774-777)۔ اشبیلیہ کی آبادی تقریباً 8 لاکھ ہے۔ (المنجد في الأعلام)

جیرالڈا ٹاور (اشبیلیہ)

اسلامی اشبیلیہ کی یادگار اب جیرالڈا ٹاور رہ گیا ہے۔ الموحد سلطان یوسف بن یعقوب المنصور کی تعمیر کردہ مسجد کا 320 فٹ اونچا یہ ماذنہ ماہر تعمیرات احمد ابن باسونے بنانا شروع کیا اور اس کی تکمیل 1198ء میں ابو اللیث الصقلی کے ہاتھوں ہوئی۔ اس میں سیڑھیوں کے بجائے اتنی کشادہ 34 ڈھلانیں تھیں جہاں سے مؤذن گھوڑے پر سوار ہو کر اذان دینے کے لیے اوپر جاتا تھا۔ یہ ماذنہ (موجودہ جیرالڈا ٹاور) اُس وقت دنیا کا بلند ترین مینار تھا۔ شاہ فرنانڈو سوم نے فتح اشبیلیہ سے پہلے اس مینار کے تحفظ کا حکم دیا تھا، چنانچہ مسجد گرجا بنا لی گئی مگر یہ مینار محفوظ رہا۔ (وکی پیڈیا)

[1] البیرہ (Elvira): اس کا نام قدیم آئبیرین نام Elberri (نیا شہر) سے ماخوذ ہے۔ اسلامی (اموی) عہد میں شامی عرب یہاں آباد ہوئے۔ تب یہ ایک صوبے کا نام بھی تھا جو بعد میں غرناطہ کہلایا۔ 400ھ سے البیرہ کا مسلسل تنزل شروع ہو گیا۔ قرطبہ اور صوبجات میں بغاوتوں کی وجہ سے البیرہ کے باشندے اسے چھوڑ کر غرناطہ چلے گئے اور کچھ عرصے میں یہ شہر ویران ہو گیا۔ مدینۃ البیرہ (قسطیلیہ)، غرناطہ کے شمال مغرب میں سو میل دور تھا۔ اب اس کا نام صرف جبل البیرہ (Sierra de Alvira)، بئر البیرہ اور باب البیرہ کی شکل میں باقی ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 71/3)

روانہ کیا گیا، اس نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔④ طارق نے اصل لشکر کے ساتھ قوطی دارالحکومت طلیطلہ کی طرف پیش قدمی کی۔

طارق استجہ سے جیان (Jean) کی طرف بڑھا اور وادی الکبیر [1] کو مَنجبار (Menjibar) کے مقام پر عبور کر کے منزلیں مارتے ہوئے طلیطلہ جا پہنچا۔ اہل شہر فرار ہو گئے اور مسلمان بغیر کسی مزاحمت کے طلیطلہ میں داخل ہو گئے۔ طارق مفرورین کے تعاقب میں نکلا۔ اس نے وادی الحجارہ [2] کو پار کر کے المائدہ تک ان کا پیچھا کیا اور طلیطلہ پلٹ آیا۔ طارق نے سردیاں وہیں گزاریں۔

قلعہ القصبہ (مالقہ)

مالقہ: یہ جبل الفارہ (Gibrafaro) کے دامن میں واقع ساحل بحیرۂ روم پر ایک بڑا شہر اور بندرگاہ ہے۔ اس شہر میں سے دریائے رمبلہ (عربی ''رملہ'') گزرتا ہے جسے گواد المدینہ (وادی المدینہ) کہتے ہیں۔ مالقہ ''ملاگا'' (Malaga) کا معرب ہے جس کی بنیاد فنیقیوں نے ڈالی تھی۔ ملوک الطوائف کے عہد میں یہاں بنوحمود حکمران رہے جن سے 449ھ / 1056ء میں شاہ غرناطہ زیری بادلیس نے اقتدار چھین لیا، پھر یہاں مرابطون، موحدون اور بنواحمر قابض رہے حتیٰ کہ فرڈی ننڈ اور ازابیلا نے سخت ناکہ بندی کے بعد 18 اگست 1487ء کو یہ شہر مسلمانوں سے ہتھیا لیا۔ مالقہ کی پانچ دالانوں اور پانچ دروازوں والی جامع مسجد کلیسا میں تبدیل ہو چکی ہے جبکہ یہاں کا اسلامی دور کا قلعہ اب تک القصبہ (Alcazaba) کہلاتا ہے۔ مالقہ میں سعودی امداد سے تعمیر شدہ مسجد یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 370/18)

[1] وادی الکبیر: یہ اسپین کا ایک مشہور دریا ہے۔ ''واد'' یا ''وادی'' (ہسپانوی Guad یا Guadi) ہسپانیہ کے متعدد دریاؤں یا شہروں کے ناموں میں آتا ہے، مثلاً: وادی الکبیر (Guadalquivir)، وادی آنہ (Guadiana)، وادی الرمان (Guadroman)، وادی آش (Guadix)۔ وادی الکبیر شمال مشرق سے جنوب مغرب کو بہتے ہوئے بحر اوقیانوس میں جا گرتا ہے۔ وادی الاحمر (Guadalimor)، وادی شوش (Guadajoz) اور غرناطہ، لوشہ اور استجہ سے آنے والا دریائے شنیل (Genil) اس کے اہم معاون ہیں۔ وادی الکبیر کے کنارے القلعیہ (Alcolia)، قرطبہ، عبیدہ (Ubeda)، حصن المدور (Almadover)، حصن لورہ (Lora del Rio)، اشبیلیہ اور حصن القصر (Aznalcozar) نامی شہر واقع ہیں (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 567-563/22)۔ علامہ اقبال نے اپنی مشہور نظم ''مسجد قرطبہ'' میں وادی الکبیر کا ذکر یوں کیا ہے ؎

آبِ روانِ کبیر! تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

[2] وادی الحجارہ (Guadalajara): یہ اسپین کے اسی نام کے صوبے کا صدر مقام ہے جو قشتالہ یا قشتالیہ (Castile) کی شمال مشرقی سطح مرتفع پر واقع ہے۔ یہ دریائے ہینارس (Henarss) کے کنارے آباد ہے جس کو عرب وادالحجارہ کے نام سے پکارتے تھے۔ اس شہر کو مدینۃ الفرج بھی کہتے تھے۔ 474ھ/1081ء میں اس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ مؤرخ عبداللہ بن ابراہیم الحجاری، محدث سعید بن مسعدہ الحجاری (م 427ھ) اور قاضی شہر ابن الطویل (متوفی 382ھ) مشہور ہوئے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 564/22)۔ گاڈل اجارہ (وادی الحجارہ) دارالحکومت میڈرڈ کے شمال مشرق میں ہے۔ آبادی 70 ہزار کے لگ بھگ ہے جبکہ اسی نام سے مغربی میکسیکو کا شہر گاڈل اجارہ تقریباً 30 لاکھ آبادی کا شہر اور ریاست جالسکو (Jalisco) کا دارالحکومت ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

3

موسیٰ بن نُصیر کی لشکر کشی

اندلس پر طارق کی یلغار کے 14 ماہ بعد رمضان 93ھ / جون 712ء میں موسیٰ بن نُصیر 18 ہزار کا لشکر لے کر جبل طارق کے ساحل پر اُترے۔ ان کے لشکر میں زیادہ تر عرب تھے۔ جبل طارق سے انھوں نے جزیرۂ خضراء کا رُخ کیا، پھر انھوں نے اشبیلیہ اور وہاں سے مغربی اندلس کی طرف یلغار کرنے کا فیصلہ کیا۔ یوں ان کی لشکر کشی طارق کی لشکر کشی سے مختلف سمت میں ہوئی تھی۔

موسیٰ منزلیں مارتے شذونہ [1] پہنچے، پھر انھوں نے قلعہ رعواق فتح کیا جسے قلعہ وادی ابرہ یا قلعہ جابو بھی کہا جاتا ہے۔ ہسپانوی زبان میں اس کا نام Alcala de Guadiara ہے۔ اس کے بعد انھوں نے قرمونہ (Carmona)، اشبیلیہ اور پھر ماردہ (Merida) [2] پر لشکر کشی کی۔ یوں لقنت (Alicante) اور ماردہ کے مابین شاہراہ ''فج موسیٰ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

ماردہ میں عیسائیوں کی ایک فوج جمع تھی۔ بعض روایات کے مطابق اس کی قیادت راڈرک کر رہا تھا۔ موسیٰ نے اسے محاصرے کے بعد اوائل شوال 94ھ / جولائی 713ء میں فتح کر لیا۔ انھوں نے ماردہ میں ایک ماہ آرام کیا۔

دریں اثناء اشبیلیہ میں ذمّی عیسائیوں نے بغاوت کر دی اور وہاں تعینات حفاظتی دستے کے تقریباً 80 افراد شہید کر دیے۔ باقی اپنی جانیں بچا کر موسیٰ کے پاس ماردہ چلے آئے۔ یہ موسیٰ کی فوجی پیشرفت کے لیے خطرے کی گھنٹی تھی، لہٰذا انھوں نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اشبیلیہ بھیجا جس نے بغاوت کچل دی اور باغیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس دوران میں لبلہ میں باغی مسیحی اکٹھے ہو گئے۔ عبدالعزیز نے لشکر کشی کر کے انھیں بھی تتر بتر کر

ماردہ میں وادی آنہ (Guadiana) پر رومی پُل

قرمونہ شہر کا ایک منظر

[1] شذونہ یا مدینہ شذونہ: یہ ہسپانیہ کے جنوب مغرب میں صوبہ قادس کا ایک شہر ہے جو جزیرۃ الخضراء اور الشریش سے تقریباً برابر فاصلے پر ہے۔ اسلامی دور میں یہ اسی نام کے صوبے کا صدر مقام تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 261/20)

[2] ماردہ (Merida): یہ نام اس کے لاطینی نام ''امریتا'' (Emerita) سے ماخوذ ہے۔ ماردہ جنوب مغربی اسپین میں صوبہ بادجوز (Badjoz) میں ہے۔ یہ دریائے گاڈیانا (وادی آنہ) کے دائیں کنارے واقع ہے۔ لوزیتانیا کے قدیم پایہ تخت Augusta Emerita کی بنیاد 23 ق م میں ڈالی گئی۔ ماردہ 1228ء میں شاہ لیون الفانسونہم نے مسلمانوں سے چھین لیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 312/18)

فتح اندلس (اسپین)

نقشہ 114
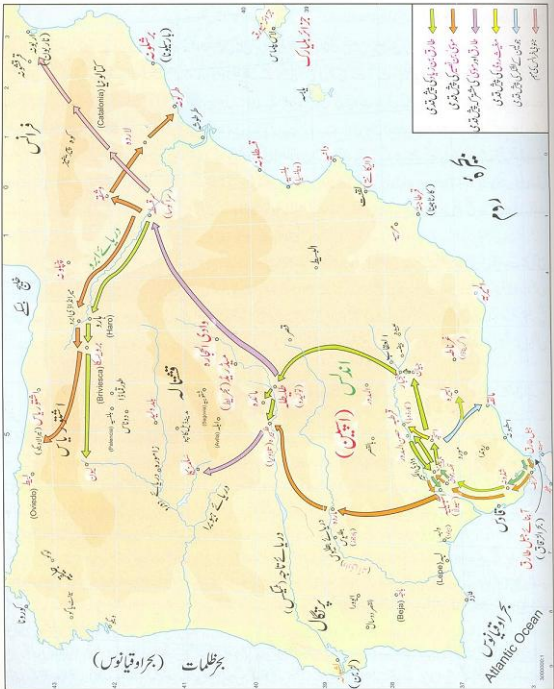
دیا۔ بچے کھچے عیسائیوں نے ماردہ سے تقریباً 4 سو کلومیٹر شمال میں سیرادی فرانسیا کی گھاٹیوں میں جا پناہ لی۔

موسیٰ نے طارق کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ ماردہ اور طلیطلہ کے مابین اس کی فوج سے آ ملے، چنانچہ دونوں کی ملاقات دریائے تاجہ (Tagus) پر واقع طلبیرہ (Telavera) [1] کے مقام پر ہوئی۔ موسیٰ نے مقدمۃ الجیش کی قیادت طارق کے سپرد کی اور پھر دونوں نے ماردہ سے شلمنقہ (Salamanca) کی طرف پیش قدمی کی۔ وہ ایک ندی کے پاس سے گزرے جو وادی موسیٰ (Valmuza) کے نام سے مشہور ہوئی، پھر وہ سیرادی فرانسیا کی شمالی چوٹیوں کے پیچھے ہیو براندی کے سرچشموں کی ڈھلانوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ موسیٰ کی اس پیش قدمی کے دوران میں مسیحی فوج ''سگویلا دی لوس کورنیجوس'' کے سامنے اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوئی جو کہ شہر تمامس (Tamames) اور بار بالوتس نامی ندی کے قریب واقع تھا۔ یہ ہسپانوی عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین دوسرا بڑا معرکہ تھا۔ اس خونریز جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق راڈرک اس جنگ میں مروان بن موسیٰ بن نُصَیر کے ہاتھوں قتل ہوا۔

سردیوں کی آمد ہوئی اور موسیٰ بن نصیر طلیطلہ واپس آ گئے۔ اور جب موسم سرما اختتام کو پہنچا تو انھوں نے اپنے لشکر طارق کی قیادت میں جمع کیے اور سرقسطہ (Zaragoza) کی طرف پیش قدمی کی جو دریائے ابرہ (Ebero) کے کنارے واقع ہے۔ سرقسطہ والوں نے 94ھ/712ء میں موسیٰ سے امان حاصل کر کے اطاعت کر لی، پھر موسیٰ نے شمال کی طرف یلغار کی اور وشقہ (Huesca)، لاردہ (Laredo) اور طرکونہ فتح کر لیے۔ اس کے بعد انھوں نے کیٹالونیا (Catalonia) اور برشلونہ [2] کی طرف جنگی مہمات بھیجیں بلکہ ان عساکر نے گال (فرانس) [3] میں داخل

---

[1] طلبیرہ: ہسپانوی نام ''تلاویرادی لارینا'' ہے جسے رومی دور میں قیصروبریگا (Caesarobriga) کہتے تھے۔ یہ دریائے تاجہ کے کنارے طلیطلہ سے کوئی ایک سو میل مغرب میں آباد ہے۔ عربی عہد کے برج آج بھی یہاں موجود ہیں۔ اس نام کا دوسرا شہر ''تلاویرالاوانجا'' اول الذکر کے جنوب میں 20 میل پر واقع ہے۔ اسے قدیم عہد میں آگسٹوبریگا (Augustobriga) کہتے تھے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 527/12)

[2] برشلونہ (Barcelona): یہ اسپین کی بندرگاہ ہے جو ساحل بحیرۂ روم پر واقع ہے۔ بارسلونا صوبہ کیٹالونیا کا دارالحکومت ہے۔ اس کی آبادی 40 لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ ملک کا سب سے بڑا صنعتی شہر ہے (المنجد في الأعلام، ص:120)۔ 230ھ میں اہل برشلونہ نے وہاں کی اسلامی فوج قتل کر کے جنوب مغرب کی جانب پیش قدمی کی۔ سلطان عبدالرحمٰن ثانی کے سپہ سالار عبدالکریم نے 231ھ میں باغیوں کو قرار واقعی سزا دی اور اقرار اطاعت لے کر یہ ریاست اس کے والی کے سپرد کر دی۔ خلیفہ حَکَم ثانی (350ھ تا 366ھ) کے عہد میں برشلونہ میں بغاوت ہوئی تو وہاں کے حاکم یعلی بن محمد نے ان کی سرکوبی کی اور عیسائیوں کو اقرار اطاعت پر مجبور ہونا پڑا (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: 173,172/2)۔ برشلونہ (برشنونہ یا برجلونہ) عبدالعزیز بن موسیٰ نے 96ھ تا 98ھ میں فتح کیا۔ 185ھ/801ء میں شاہ فرانس شارلیمان (Charlemagne) کے بیٹے لوئی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ 375ھ/985ء میں حاجب المنصور نے اسے فتح کر لیا مگر 987ء میں یہ پھر عیسائیوں کے تسلط میں چلا گیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 410/4)۔ اس کے بعد ریاست برشلونہ ہمیشہ اسلامی تسلط سے آزاد رہی۔ 1992ء میں بارسلونا میں عالمی اولمپک کھیل منعقد ہوئے۔

[3] گال (Gaul): قدیم یورپ کا ایک علاقہ ہے جس میں جدید فرانس، بلجیم، جنوب مغربی نیدرلینڈ، جنوب مغربی جرمنی اور شمالی اٹلی شامل تھے۔ کوہستان الپس کے جنوب کا گال رومیوں نے 222 ق م میں فتح کیا اور الپس کے شمال کا گال جولیس سیزر نے 58-51 ق م میں فتح کر لیا اور پھر اگلی پانچ صدیوں تک یہاں رومی قابض رہے۔ شالی گال کا جنوبی صوبہ Gallia Narbonensis کہلاتا تھا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد فرانسیسی رہنما جنرل چارلس ڈی گال نے فرانس کو مستحکم کیا۔ ان دنوں وہاں گالسٹ پارٹی برسراقتدار ہے۔

ہو کر اربونہ (Narbonne) [1]، ماؤنٹ ایوینون (Avignon) [2]، وادیٔ رون (Rhone) میں قلعہ لورون اور قرقشونہ بھی فتح کر لیے۔

سرقسطہ سے مغرب میں قشتالہ [3] کی طرف دو راستے نکلتے تھے۔ موسیٰ نے لشکر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک فوج کی قیادت طارق کے سپرد کی اور اسے ہدایت کی کہ وہ کوہستان قنطابریہ (Cantabria) کے دامن میں لشکر کشی کرے، چنانچہ طارق دریائے ابرہ کے ساتھ ساتھ ہارو (Haro) تک

سرقسطہ کی قدیم جامع مسجد جس کو گرجا بنا دیا گیا

گیارھویں صدی عیسوی کا قصر الجعفریہ (سرقسطہ)

سرقسطہ یا سارا گوسا (Saragossa): یہ اسی نام کے صوبے کا صدر مقام ہے اور دریائے ابرہ کے دائیں کنارے واقع ہے۔ ہسپانوی نام قدیم لاطینی (رومی) نام Caesarea Augusta کے مطابق ہے۔ اس کی جغرافیائی حیثیت کی بنا پر عرب اسے الثغر الاعلیٰ کہتے تھے۔ ملوک الطوائف کے دور میں سرقسطہ میں بنو ہود کی حکومت قائم ہوئی۔ 503ھ / 1110ء میں اسے مرابطون نے فتح کیا حتیٰ کہ 512ھ / 1118ء میں یہ عیسائیوں کے مستقل تسلط میں چلا گیا۔ سرقسطہ کی قدیم جامع مسجد کی جگہ اب کیتھیڈرل ڈیل سالویڈور (کلیسائے منجی) یا ''لاسیو'' ایستادہ ہے۔ یہ مسجد ایک تابعی حنش بن عبداللہ الصنعانی (متوفی 100ھ) نے بنوائی تھی۔ گیارھویں صدی عیسوی میں سلطان منذر اول نے اس میں اضافہ کیا۔ 1121ء میں شاہ الفانسو کے حکم پر یہ مسجد گرجا بنالی گئی۔ 1140ء میں مسجد شہید کر کے از سر نو گرجا تعمیر کیا گیا۔ 1999ء میں گرجے کی بحالی کے دوران میں اس کی بیرونی دیوار سے مسجد کے مینار کی منبت کاری، مسجد کا فرش اور صدر دروازہ نمایاں ہو گئے۔ ابوجعفر مقتدر (بنو ہود کا چوتھا بادشاہ) سے منسوب قصر الجعفریہ میں اسلامی عہد کی یادگار ایک مسجد ہے جو 25 گز مربع ہے اور جس پر 45 فٹ بلند بہت حسین گنبد ہے۔ مسجد کے قریب اسی فٹ اونچا ایک مینار ہے۔ سرقسطہ کے ایک بڑے محدث ابن سکرہ صدفی جنگ قتندہ (514ھ / 1120ء) میں شہید ہوئے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 10/824-828۔ وکی پیڈیا)

---

[1] ناربون: جنوبی فرانس کا یہ شہر رومیوں نے ناربو مارٹیس کے نام سے 118 ق م میں آباد کیا تھا۔ یہ رومی صوبے گالیا ناربونینسز کا دارالحکومت تھا۔
(آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:961)

[2] ایوینون: دریائے رون پر واقع جنوب مشرقی فرانس کا یہ شہر 1309ء سے 1377ء تک پاپایانِ روم کی جلاوطنی کے زمانے میں ان کا مسکن رہا۔ جب پاپائیت روم لوٹ گئی تو پاپائے روم کے مقابل دو پوپ (Antipopes) یکے بعد دیگرے ایوینون میں 1448ء تک برسر اقتدار رہے۔ یہ شہر انقلاب فرانس تک پاپائے روم کی ملکیت رہا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:94)

[3] قشتالہ (قشتلہ یا قشتالیہ) یا کاستیلا (Castilla): وسطی اسپین کے اس علاقے کو پہاڑوں نے دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ قشتالہ قدیم میں بُرگوس، بلنسیہ (Valencia)، شقوبیہ، صوریہ اور بلد الولید (Valladolid) شامل تھے جنھیں دریائے دویرو (Duero) سیراب کرتا ہے اور قشتالہ جدید وادی الحجارہ، میڈرڈ، طلیطلہ (Toledo) وغیرہ پر مشتمل ہے جہاں دریائے تاجہ اور گواڈیانا بہتے ہیں۔ 9ویں صدی عیسوی میں ریاست قشتالہ قائم ہوئی جس کا دارالحکومت بُرگوس (Burgos) تھا۔ 1230ء میں قشتالہ، لیون میں ضم ہو گیا اور 1469ء میں ملکہ ازابیلا اور شاہ اراگون فرڈی ننڈ کی شادی سے لیون اور اراگون متحد ہو گئے۔

(المنجد في الأعلام، ص:439)

فتوحات کرتا چلا گیا۔اس نے ابرہ کے کنارے بشکلنس کے لشکر کو شکست دی اور پھر برفیسکا (Brwiesca)، امایہ، لیون [1] اور استرقہ تک فتوحات حاصل کرتا چلا گیا۔ان سب پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔اس کے بعد طارق نے صوبہ شیہ (Ejea) کے عیسائیوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا۔

موسیٰ بن نُصیر نے اپنے لشکر کے ہمراہ دریائے ابرہ کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ پیش قدمی کی۔ انھوں نے حصن بارو (Villa Baruz) فتح کر لیا، پھر شمال میں استوریاس کا رُخ کیا جو لیط (Oviedo) کے قریب واقع تھا اور اس پر فتح کا پرچم لہرا دیا۔انھوں نے اِدھر اُدھر کئی جنگی مہمات روانہ کی۔اسلامی لشکر فتوحات حاصل کرتے گئے حتیٰ کہ وہ بحرِ اوقیانوس کے ساحل پر ماؤنٹ بیلائی جا پہنچے۔ادھر موسیٰ نے پیش قدمی کر کے خیخون پر قبضہ کر لیا اور وہ بھی ساحلِ اوقیانوس تک فتح کے پھریرے لہراتے چلے گئے۔

اندلس کی فتوحات سے فارغ ہو کر موسیٰ نے شمال میں فرانس کے اندر داخل ہو کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ لشکر کشی کا ارادہ کیا تا کہ مغرب کی طرف سے قسطنطنیہ پر یلغار کر کے اسے فتح کیا جائے۔خلیفہ ولید بن عبدالملک کو موسیٰ کے اس ارادے کا پتہ چلا تو اس نے مسلمانوں کے نقصان کے پیشِ نظر پے بہ پے دو قاصد بھیج کر موسیٰ کو فتوحات مزید جاری رکھنے سے روک دیا اور تاکید کی کہ وہ دربارِ خلافت میں حاضر ہو۔یوں مجبور ہو کر موسیٰ نے ''فج موسیٰ'' میں سے واپسی کی راہ لی۔اور طارق بھی ان سے آ ملا جو شمال مغربی کوہستانی علاقے سے لوٹ رہا تھا، پھر دونوں طلیطلہ اور قرطبہ سے ہوتے ہوئے اشبیلیہ پہنچے۔موسیٰ نے اشبیلیہ کو اندلس کا دارالحکومت قرار دیا۔اس کے بعد وہ طارق کے ہمراہ آبنائے جبل الطارق عبور کر کے افریقیہ چلے آئے اور پھر دمشق کی راہ لی۔

اشبیلیہ کا القصر جواب Alcazares Reales de Sevilla کہلاتا ہے دراصل ایک اسلامی قلعہ تھا جسے موحدین نے محل کی شکل دی۔

[1] لیون: شمال مغربی اسپین کا یہ شہر ماضی میں ریاست لیون کا دارالحکومت تھا اور ان دنوں صوبائی دارالحکومت ہے۔ ماضی کی ریاست لیون آج کل کاستیلا لیون ریجن میں شامل ہے۔(آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 820)

موسیٰ بن نصیر اور طارق نے اندلس کے شمال مغربی کونے پر قبضہ نہیں کیا تھا، چنانچہ ہسپانوی عیسائیوں نے پیلائیو (Pelayo) نامی شخص کو اپنا قائد بنا لیا (109ھ / 727ء) اور اس نے اونجا (Onga) کے پہاڑی علاقے پر تسلط جما لیا۔ ان لوگوں نے ''کوواڈونگا'' (Cova donga) نامی غاروں (صخرہ بلائی) میں پناہ لی۔ مسلمانوں نے ان سے صرفِ نظر کیا، چنانچہ وہ اسپین میں مسلمانوں کے خلاف تحریکِ مزاحمت کے پیشرو بن گئے۔ ہسپانیہ کو مسلمانوں سے واپس لینے کی اس تحریک نے بتدریج زور پکڑا، چنانچہ پہلے شمال میں عیسائیوں نے لیون واپس لیا، پھر قلعوں کے علاقے میں قشتالہ کی مسیحی ریاست نے جنم لیا جس نے بالآخر سرزمین اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکال باہر کیا۔

طارق بن زیاد کے سرزمینِ اندلس پر اُترنے سے لے کر موسیٰ کے ہمراہ اس کی واپسی تک تین برس گزرے۔ موسیٰ بن نُصیر کے فرزند عبدالعزیز نے مشرق کی طرف فتوحات جاری رکھیں اور اس کے ہاتھوں مرسیہ (Murcia) [1] فتح ہوگیا۔

مرسیہ کا گرجا سانتا ماریا جو 1358ء میں ایک مسجد کی جگہ پر تعمیر ہوا

[1] مُرسیہ: یہ جنوب مشرقی اسپین میں دریائے سگورہ (شقورہ) کی وادی میں واقع ہے۔ اس کے جنوب مشرق میں 40 میل دور بحیرۂ روم کے ساحل پر قرطاجنہ (کارتاجینا) نامی بندرگاہ ہے۔ اموی دور میں مُرسیہ صوبہ تدمیر کا صدر مقام تھا۔ یہ امیر عبدالرحمٰن ثانی کے عہد 210ھ / 825ء میں تعمیر ہوا۔ اموی سلطنت کی شکست و ریخت پر مرسیہ ایک چھوٹی سی ریاست کا پایۂ تخت بنا اور امرائے صقالبہ (Slavs) کے قبضے میں رہا، پھر کچھ عرصہ یہ بلنسیہ (Valencia) سے ملحق رہا۔ 484ھ / 1091ء میں مرابطی سپہ سالار ابن عائشہ نے اسے تسخیر کر لیا۔ ان کے بعد مرسیہ پر موحدون، ہسپانوی نژاد ابن مردنیش اور بنو احمر (بنو نصر) قابض رہے حتی کہ 640ھ / 1143ء میں یہ شہر نصرانیوں کے تسلط میں چلا گیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 20/449-452)
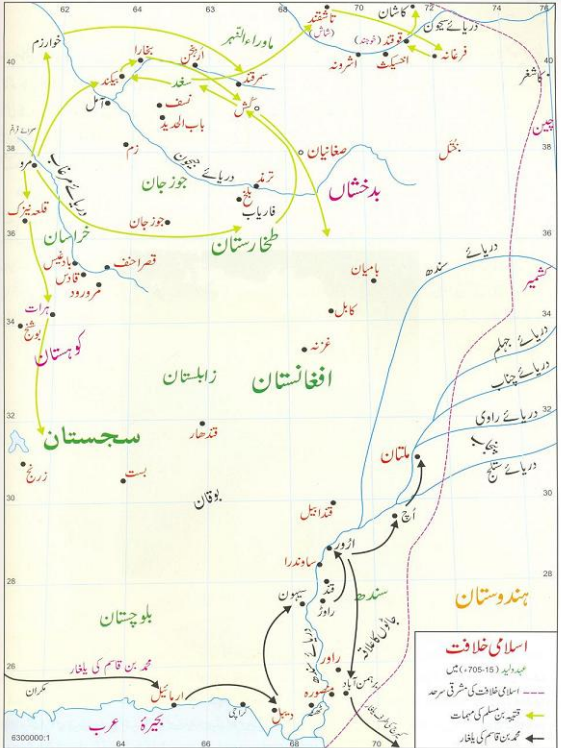
نقشہ 115

سندھ اور وسط ایشیا کی فتح

فتح سندھ

محمد بن قاسم رحمہ اللہ کی سندھ پر یلغار

فتوحاتِ مشرق کے دوران میں محمد بن قاسم بن محمد ثقفی ابھرتے ہوئے قائد تھے۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے خلافتِ ولید کے زمانے میں انھیں سپہ سالار بنایا اور انھوں نے فوج کے ساتھ جنوبی فارس میں پیش قدمی کی۔ حجاج نے انھیں حدودِ سندھ کا حکمران مامور کرتے ہوئے 6 ہزار شامیوں اور دیگر افراد کا لشکر ان کے ہمراہ کیا۔ محمد بن قاسم نے شیراز میں پڑاؤ ڈالا حتی کہ اُن کے تمام ساتھی اُن سے آن ملے۔ پھر انھوں نے مکران [1] پر دھاوا بولا اور قنز پور اور پھر ارمائیل فتح کر لیے۔ اس کے بعد انھوں نے دیبل [2] پر لشکر کشی کی اور شدید لڑائی کے بعد وہ فتح ہو گیا۔ پھر انھوں نے دریائے

مکران (پاکستان) کے نشیب و فراز

دیبل یا بھمبور کے کھنڈر

[1] مکران: یہ بلوچستان (پاکستان) کا ساحلی علاقہ ہے جو کوہ سیاہان تک پھیلا ہوا ہے۔ یونانی اسے گیڈروشیا کہتے تھے۔ یونانی فاتح اسکندر ہندوستان سے واپسی پر مکران میں سے گزرا تھا۔ یونانیوں کے بعد یہ علاقہ ایران کے قبضے میں آیا۔ مارکو پولو (اطالوی سیاح) 1290ء میں لکھتا ہے: ''یہ (مکران) ہندوستان کا انتہائی مغربی علاقہ ہے جو ایک سردار کے ماتحت ہے اور غالباً وہ مسلمان ہے۔'' اٹھارھویں صدی کے وسط میں خان قلات احمد زئی نے اسے اپنی عملداری میں شامل کر لیا۔ 1879ء میں کرنل گولڈ سمڈ نے ایرانی مکران کی حد بندی کر دی اور مشرقی مکران خان قلات کے ماتحت رہا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 485,484/21)۔ قیامِ پاکستان کے بعد نواب مکران نے اپنی ریاست پاکستان میں ضم کر دی۔ مکران اب گوادر، تربت، پنجگور اور آواران کے اضلاع میں منقسم ہے۔

[2] دیبل: سندھ کی یہ قدیم بندرگاہ دریائے مہران (دریائے سندھ) کی ایک کھاڑی کے مغربی جانب واقع تھی۔ محمد بن قاسم سے پہلے سندھ پر عربوں کے دو بحری حملے ناکام رہے تھے جن کے قائد علی الترتیب عبید اللہ بن نبہان اور بدیل بن طہفہ بجلی تھے۔ دیبل کے بدھ مندر کا قبہ 40 گز اونچا تھا جس پر ایک بڑا جھنڈا لہراتا تھا۔ اس بدھ سٹوپا یا ''دیول'' کے نام پر شہر بھی دیول (عربی میں دیبل) کہلاتا تھا۔ محمد بن قاسم نے فتحِ دیبل کے بعد یہاں ایک مسجد بنوائی جو سرزمین سندھ کی پہلی مسجد تھی، نیز ایک نئے محلے میں چار ہزار عرب بسائے۔ 280ھ / 893ء میں ایک ہولناک زلزلے نے دیبل شہر کا بیشتر حصہ تباہ کر دیا۔ 618ھ / 1221ء میں جلال الدین خوارزم شاہ نے تاتاریوں سے شکست کھانے کے بعد دیبل پر قبضہ کر لیا اور ایک مندر کی جگہ جامع مسجد تعمیر کرا دی۔ 1958ء میں کراچی اور ٹھٹھہ کے درمیان بھمبور کے کھنڈر دریافت ہوئے لیکن اصطخری شہر دیبل اور بھمبورا (بھمبور) کا ذکر الگ الگ کرتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ بھمبور کے کھنڈر ہی دیبل کے کھنڈر ہیں۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 523,522/9)

منجنیق کا نمونہ جو فتح دیبل کا باعث بنی
(بھبھور میوزیم)

سندھ کی ایک شاخ مہران ندی پار کی جہاں مہاراجہ سندھ داہر بن چچ کے ساتھ خونریز جنگ ہوئی۔ داہر اپنے ہاتھی پر سوار تھا۔ گھمسان کا رن پڑا تو وہ عماری سے اتر کر پیدل کمان کرنے لگا۔ اس اثناء میں ایک مجاہد نے اسے قتل کر دیا اور اس کی فوج نے شکست کھائی۔ محمد بن قاسم نے سندھ کے دارالحکومت راوڑ [1] پر قبضہ کر لیا۔ پھر شدید لڑائی کے بعد برہمن آباد فتح ہو گیا، وہاں دشمن کے 8 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد الرور، بغرور اور ساوندرا والوں نے صلح کر لی، پھر اسلامی لشکر بسمند کی طرف بڑھا تو اس کے باشندوں نے خراج کی ادائیگی کے علاوہ اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کے بتوں سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ محمد بن قاسم نے ان کی یہ شرائط قبول کر لیں، پھر انھوں نے سکہ پر لشکر کشی کی جو دریائے بیاس [2] کے پاس تھا۔ اس کے بعد دریائے بیاس پار کر کے ملتان پر ہلّہ بول دیا۔ ملتان والوں نے شدید مزاحمت کی اور خونریز جنگ کے بعد انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ مسلمانوں کو یہاں سے کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔

حجاج کی وفات کے بعد محمد بن قاسم ملتان سے راور اور پھر بغرور لوٹ گئے، پھر انھوں نے کیرج پر چڑھائی کی۔ اور جب سلیمان بن عبدالملک منصب خلافت پر فائز ہوا تو اس نے صالح بن عبدالرحمٰن کو عراق کی حکومت تفویض کی اور محمد بن قاسم کو معزول کر دیا۔ صالح کے حکم سے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق لایا گیا جہاں صالح نے اسے واسط [3] کے قید خانے میں ڈال دیا اور قید ہی میں انھیں اذیت دے دے کر ہلاک کر دیا گیا۔

عید گاہ مسجد (ملتان)

سلیمان بن عبدالملک نے جہاد سندھ کی قیادت اب حبیب بن مہلّب کے سپرد کی، پھر سلیمان کی وفات پر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو انھوں نے اس علاقے کے راجاؤں

[1] اُرور: یہ سندھ کا قدیم شہر ہے۔ سندھ کا دارالحکومت راوڑ یا راور نہیں بلکہ اُرور یا الرّور (اروڑ) تھا۔ راجہ داہر 10 رمضان 93ھ / جون 712ء کی جنگ راوڑ میں مارا گیا تھا جبکہ اس کا پایۂ تخت ارور آخر میں (95ھ / 714ء) سے پہلے فتح ہوا۔ سکندر اعظم نے اُرور کے راجہ ''موسیقانوس'' کو شکست دی تھی۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے اپنے سفرنامے (632ء) میں ارور کا ذکر کیا ہے۔ اسلامی دور میں دریائے سندھ نے اپنا راستہ بدل لیا جس سے ارور کی رونق جاتی رہی۔ اس شہر کے آثار ابھی تک قصبہ روہڑی کے جنوب میں چھ سات میل کی مسافت پر موجود ہیں۔ یہاں راجہ داہر کے قلعے کی دیواروں کے آثار ہنوز باقی ہیں۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 475,474/2، 347/19)

[2] دریائے بیاس: اس سے مراد یا تو دریائے ستلج ہے یا دریائے بیاس کی پُرانی گزرگاہ ''سکراوا'' ہے جو دیپالپور کے پاس سے گزرتا ہے اور شجاع آباد اور جلال پور پیروالا کے درمیان دریائے چناب میں جا گرتا ہے۔ (کتابستان ورلڈ اٹلس، ص: 35,34)

[3] واسط: یہ کوفہ اور بصرہ کے مابین دونوں سے پچاس پچاس فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ اسے گورنر عراق حجاج بن یوسف نے 85-86ھ میں تعمیر کرایا۔ محمد بن قاسم نے فتح سندھ کے بعد حجاج کے لیے ایک ہاتھی واسط بھجوایا تھا (معجم البلدان: 384/5)۔ اس کا نام واسط (درمیانہ) خود حجاج نے تجویز کیا کیونکہ یہ کوفہ اور بصرہ کے علاوہ اہواز سے تقریباً برابر فاصلے پر تھا۔ عہد بنی عباس میں واسط نام کے بیس سے زیادہ شہر تھے، لہٰذا اسے اکثر واسط الحجاج، واسط العظمٰی یا واسط العراق کہتے تھے۔ واسط الحجاج دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر بسایا گیا تھا۔ اس کے بالمقابل مشرقی کنارے پر کسکر کا شہر آباد تھا۔ بعد میں واسط اور کسکر پھیل کر جڑواں شہر بن گئے۔ پندرہویں صدی عیسوی میں واسط کے زوال کی ابتدا ہوئی۔ اس کی وجہ دجلہ کی شاخوں کے پانی کے بہاؤ کا تغیر و تبدل تھا۔ سولہویں صدی کے نصف اول کا ایک ترک جغرافیہ نویس لکھتا ہے کہ یہ وسطِ صحرا میں واقع ہے اور وہاں کی نہر (شاخ دجلہ) کے کنارے کے نرسلوں کی قلمیں بہت مشہور ہیں (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 577/22)۔ واسط کے کھنڈرالحی کے شمال مشرق میں دجلہ کی اس شاخ کے مشرقی کنارے پر ہیں جو کوت الامارہ کے مقام سے نکلتی ہے۔ (مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ)

کو اسلام قبول کرنے اور اس شرط پر اطاعت کرنے کی دعوت دی کہ انھیں حکومت پر برقرار رکھا جائے گا اور ان کے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں، تب وہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور انھوں نے عربوں کے سے نام رکھ لیے۔

برہمن آباد (منصورہ): برہمن آباد کا قدیم شہر دریائے سندھ کی مرکزی گزرگاہ ''دریائے جلوالی'' کے مغرب میں تھوڑے فاصلے پر واقع تھا۔ دوسری صدی ہجری کے شروع میں دریائے سندھ کی گزرگاہ میں تبدیلی رونما ہوئی تو برہمن آباد پانی کی کمیابی سے اجڑنے لگا، چنانچہ 116/115 ھ میں برہمن آباد کے مغرب میں پانچ چھ میل کے فاصلے پر نیا شہر ''منصورہ'' بسایا گیا تھا۔ منصورہ گورنر سندھ حَکَم بن عوانہ کلبی کے ایما پر عمرو بن محمد بن قاسم نے ہند کی فوجی مہمات سے واپس آ کر بسایا تھا۔ اس کے کھنڈر سنجھورو ضلع سانگھڑ سے تقریباً 7 میل جنوب میں اور شہداد پور سے سات میل جنوب مشرق میں ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے آخر میں پرانا برہمن آباد ویران ہو گیا تو عموماً منصورہ ہی کو ''برہمن آباد'' کہا جانے لگا بلکہ سندھی عوام بانبھن (برہمن) کی نسبت سے پہلے برہمن آباد کو اور پھر منصورہ کو ''بانبھنا'' یا ''بانبھڑا'' کہتے ہیں۔ مؤرخ بلاذری (متوفی 279 ھ / 892ء) کے بقول ''برہمن آباد منصورہ سے دو فرسخ (پانچ چھ میل) دور ہے۔'' دریائے جلوالی برہمن آباد کے قریب مشرق میں بہتا تھا۔ شہر جھول (تعلقہ سنجھورو) سے 2 میل مغرب میں قدیم دریا (جلوالی) کی گزرگاہ کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس گزرگاہ سے مغرب کی طرف ڈیپر گھانگھرو نامی جگہ پر ایک بدھ مندر (کنو ہار ستوپا) شکستہ حالت میں باقی ہے۔ غالباً یہیں قدیم برہمن آباد واقع تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں منصورہ کی پایۂ تخت والی حیثیت ختم ہو گئی، نیز ساتویں صدی ہجری میں دریائی نالے خشک ہونے لگے تو منصورہ بے آباد ہو گیا۔

129 ھ تا 134 ھ کے عرصے میں خلیفہ مروان ثانی کے کمانڈر منصور بن جُمْہُور کلبی نے منصورہ (سندھ) میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی تھی حتیٰ کہ خلیفہ منصور کے نامزد گورنر موسیٰ بن کعب تمیمی نے آ کر اسے بیدخل کر دیا۔ 255 ھ / 868ء کے بعد عمر بن عبدالعزیز ہباری نے منصورہ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کی جس میں سندھ کے علاوہ کچھ کا علاقہ بھی شامل تھا۔ پھر سلطان محمود غزنوی نے سومنات سے واپسی (1027ء) پر ہباری خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ یوں پانچویں صدی ہجری میں منصورہ کی مرکزی حیثیت ختم ہو گئی، نیز ساتویں صدی ہجری میں اردگرد کے دریائی نالے خشک ہونے لگے تو منصورہ بتدریج ویران ہو گیا۔ علمائے منصورہ میں ''فقہ ظاہری'' کے امام قاضی ابوالعباس احمد بن محمد تمیمی، محدث فضل بن احمد منصوری، کتاب الادویہ کے مصنف عبدالوہاب فزاری اور ابراہیم بن حبیب فزاری نمایاں ہیں۔ ابراہیم نے ہندو مصنف برہم گپتا کی کتب ''کرن کھنڈر کھادیک'' (الارکند) اور برہم سدھانت (سند ہند) کا عربی میں ترجمہ کیا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 685-676/21)

بحیرۂ روم کی فتوحات

1

قسطنطنیہ کی بحری مہم

مسلمانوں کے شام اور مصر پر قبضے اور مغرب کی طرف پورے ساحل افریقہ پر ان کی فتوحات کا دائرہ پھیلنے کے بعد پورا بحیرۂ روم اب ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ بحیرۂ روم کے پانیوں پر پہلے رومیوں کی کلی اجارہ داری تھی، مگر اب مسلمان بھی اس میں شریک اور غالب تھے، اس بنا پر رومی عیسائی شام اور مصر کو مسلمانوں سے واپس لینے میں ناکام رہے تھے۔

شروع میں مسلمانوں کی جنگی حکمت عملی اس امر پر مرکوز تھی کہ بحیرۂ روم کے ساحل کا دفاع کیا جائے اور وہاں قلعے قائم کیے جائیں جہاں مجاہدین تعینات رہیں، چنانچہ اس مقصد کے لیے انطاکیہ، عرقہ، طرابلس، جُبَیل، بیروت، صیدا، صور، عکا، تنّیس [1]، دمیاط، بُرلُس [2]، رشید [3] اور اسکندریہ کے قلعے مضبوط بنائے گئے۔ اب مسلمانوں نے بحیرۂ روم کے طویل ساحل کے دفاع کے لیے بحری بیڑا تیار کرنے کا تہیہ کیا۔ اس کے بعد انھوں نے رومیوں پر جتنے بھی حملے کیے اور ان کے خلاف جو بھی جنگیں لڑیں ان میں بحری بیڑا استعمال کیا۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے جہاز رانی کے لیے اہل یمن کی خدمات حاصل کیں۔ بحری جہازوں کی تیاری کے لیے ایک کارخانہ اسکندریہ میں اور دوسرا عکا میں قائم کیا گیا۔

[1] تنّیس: یہ بحر مصر یا بحر اعظم (بحیرۂ روم) سے ملحقہ ایک جھیل (بحیرۂ تنّیس) کے وسط میں ایک جزیرہ نما ہے جو فرما اور دمیاط کے درمیان واقع ہے۔ اس کے قریب سے دریائے نیل کی شاخ ''فرع تانیسی'' بہتی ہے جو جھیل تنّیس (موجودہ بحیرۂ منزلہ) میں گرتی ہے۔ تنّیس کی بنیاد تنیس بنت ملکہ دلوکہ نے رکھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوران سیاحت تنّیس سے گزرے تھے اور انھوں نے یہاں کے باسیوں کو فراخیٔ رزق کی دعا دی تھی۔ قصبہ تنّیس اور جھیل منزلہ کے جنوب میں تانیس (موجودہ صان الحَجَر) واقع ہے جو مصر کے چرواہے بادشاہوں کا پایۂ تخت تھا۔

(معجم البلدان: 51/2، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 41/12' نیز دیکھیے نقشہ 92 کتاب ہٰذا)

[2] بُرلُس (Borollos): یہ نیل کے ڈیلٹا کے شمال میں ایک ضلع نیز ایک جھیل کا نام ہے۔ یہ جھیل دریائے نیل کی دو شاخوں رشید اور دمیاط کے درمیان واقع ہے اور اسے بحیرۂ روم سے صرف ریت کے ٹیلوں کی تنگ پٹی جدا کرتی ہے۔ اس کا نام یونانی لفظ Paralos کی معرب شکل ہے جس کے معنی ہیں ''ساحلی علاقہ''۔ اب علاقہ بُرلُس صوبہ الغربیہ میں شامل ہے۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 449/4)

[3] رشید (Rosetta): یہ دریائے نیل کی شاخ رشید کے مغربی کنارے پر دہانے سے کوئی دس میل اُوپر واقع ہے۔ ماضی میں رشید سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر مربع شکل کا قلعہ تھا۔ 307ھ / 920ء میں طرطوس (شام) کے عباسی بیڑے نے یہاں عبیداللہ المہدی کے افریقی بیڑے کو شکست دی۔ 1799ء میں رشید کے نواحی علاقے سے وہ مشہور سنگ رشید دستیاب ہوا تھا جو اب برطانوی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس پر ہیروغلفی، دیموطیقی اور یونانی تین زبانوں میں شاہ بطلیموس پنجم کا فرمان کندہ تھا جس کی مدد سے فرانسیسی عالم شمپولین نے ہیروغلفی رسم الخط کی کلید معلوم کر لی۔ (یوں فرعونی اہرام و مقابر میں کندہ نامعلوم تحریریں پڑھی جانے لگیں اور قدیم مصریات کا ایک پورا علم وجود میں آ گیا۔) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 263/10، المنجد في الأعلام)

حجر رشید جو علم مصریات کی کلید بن گیا (برٹش میوزیم، لندن)

ازمیر شہر کی نادر مسجد

پھر 34ھ/654ء میں ساحل لیکیا [1] کے پاس "ذات الصواری" نامی بحری جنگ ہوئی۔ مسلمان 200 بحری جہازوں میں سوار تھے جبکہ رومی جہازوں کی تعداد 500 تا 700 تھی۔ مسلمانوں نے اپنے جہازوں کو ایک دوسرے سے ملا کر اس طرح جنگ لڑی کہ دشمن کے جہاز کوئی معرکہ نہ مار سکے۔ انھوں نے رومی بحری بیڑا آناً فاناً تباہ کر دیا اور یہ بحری لڑائی میں مسلمانوں کی پہلی فتح تھی۔ اس کے بعد 42ھ/662ء میں قیصر روم کونسٹنس نے صقلیہ کو اپنا مرکز بنایا اور وہاں سے اپنے مقبوضہ ممالک اٹلی، صقلیہ اور افریقیہ کے دفاع کی تدبیریں کرنے لگا۔

ادھر مسلمانوں نے رومی سلطنت کے علاقوں پر بار بار یلغار کی، مثلاً: 43ھ/663ء کی سردیوں میں بُسر بن ارطاۃ کی قیادت میں غزوۂ قسطنطنیہ لڑا گیا، پھر ان کے زیر قیادت 44ھ میں ایک بحری جنگ ہوئی۔ 46ھ/666ء میں مالک بن ہبیرہ بن عبید کی سپہ سالاری میں روم کے علاقے میں ایک شاتیہ (سرمائی جنگ) لڑی گئی۔ ایک اور شاتیہ 47ھ میں مالک بن ہبیرہ السکونی کی قیادت میں سرزمین روم پر بپا ہوئی، پھر 48ھ/668ء میں ایک صائفہ (گرمائی جنگ) عبداللہ بن قیس فزاری کی قیادت میں، مالک بن ہبیرہ کی بحری لڑائی اور مصر کی طرف سے عقبہ بن عامر جہنی کے بحری حملے کے واقعات پیش آئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے 49ھ/669ء میں سفیان بن عوف کی قیادت میں قسطنطنیہ کی فتح کے لیے ایک بحری مہم بھیجی۔ مسلمان قسطنطنیہ کی بندرگاہ تک جا پہنچے۔ اسی جنگ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے جام شہادت نوش فرمایا۔ اس دوران میں مسلمانوں نے ازمیر [2]، لیکیا، جزیرۂ روڈس [3]،

[1] لیکیا (Lycia): یہ جنوبی ترکی (ایشیائے کوچک) کے ساحل پر قدیم علاقہ ہے۔ اس کے بالمقابل 655ء میں ذات الصواری (مستولوں) کی بحری جنگ میں عربوں نے فتح پائی اور رومیوں کی بحری اجارہ داری کا خاتمہ ہو گیا (المنجد في الأعلام بہ عنوان "ليقيا")۔ ذات الصواری کے معرکے میں اسلامی فوج کی قیادت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔

[2] ازمیر: بحیرۂ ایجین کے ساحل پر ترکی کا یہ شہر ماضی میں سمرنا کہلاتا تھا۔ یہ صوبائی دارالحکومت ہے۔ ازمیر میں کئی بڑے زلزلے آئے۔ 1821ء اور 1922ء میں یہاں خانہ جنگی اور آتش زدگی کے واقعات پیش آئے (المنجد في الأعلام)۔ 1922ء میں یونانی قبضے کے دوران میں عیسائیوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے۔

[3] روڈس: یہ مجمع الجزائر دوازدہ (Dodecanese) میں اناطولیہ کے جنوبی ساحل سے بارہ میل دور ہے۔ مسلمانوں نے 52ھ میں اسے فتح کیا اور اس کے دیو پیکر برنجی مجسمے (Clossus of Rhodes) کو توڑ پھوڑ کر حمص کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ چودھویں صدی عیسوی میں روڈس صلیبی جنگجوؤں (Knights Templers) کا مرکز بن گیا جنھوں نے ازمیر پر قبضہ کرنے کے علاوہ اسکندریہ اور نیقیہ کو تاخت و تاراج کیا۔ 1440ء میں مملوک بحری بیڑے نے روڈس کا ناکام محاصرہ کیا۔ 1480ء میں سلطان محمد فاتح نے اس کا محاصرہ کیا لیکن اس پر باقاعدہ عثمانی قبضہ دسمبر 1521ء میں ممکن ہوا۔ 1912ء کی جنگِ بلقان میں اس پر اٹلی قابض ہو گیا۔ 1947ء میں اتحادیوں نے اسے یونان کے حوالے کر دیا اور اب یہ یونانی حلقہ ڈوڈیکانیز کا صدر مقام ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 380,379/10)

کوس [1]، خیوس [2] اور ارواد [3] پر قبضہ کر لیا اور یہ مقامات ان کی مزید پیش قدمی کے مراکز بن گئے۔ 54ھ/673ء میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے طویل محاصرے کا آغاز کیا۔ وہ سردیوں میں محاصرہ اُٹھا لیتے، پھر گرمیوں میں جا محاصرہ کرتے۔ یہ محاصرہ 60ھ/679ء تک جاری رہا۔ اسی برس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر قسطنطین چہارم کے ساتھ 30 برس کے لیے صلح کر لی۔

99-98ھ/718-717ء میں عساکر اسلام نے ایک بار پھر قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ اس حملے میں مسلمانوں کے 1800 بحری جہاز شریک تھے مگر ناسازگار موسمی حالات اور نفت یونانی [4] کے باعث شہر فتح نہ ہوسکا۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مسلمہ بن عبدالملک کو واپس چلے آنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی بحری قوت کے آغاز کا سہرا اس وقت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے سر بندھا جب وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے والی تھے۔

مغرب میں اندلس میں اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ وہاں مسلمانوں کا بحری بیڑا بھی تھا جو بحیرۂ روم میں کارروائیاں کرتا تھا۔ یوں بحیرۂ روم کے مشرقی، جنوبی اور مغربی ساحلوں پر مسلمانوں کا تسلط تھا۔ اُنھوں نے اپنے بحری بیڑوں کو وسعت دینے کا کام جاری رکھا اور پہلے جزائر بحیرۂ روم کی جنگوں اور پھر اٹلی کے جنوبی اور مغربی ساحلوں اور مشرقی و شمال مغربی ساحلوں اور ساحل فرانس کی جنگوں میں بحری بیڑے استعمال کیے حتی کہ وہ اٹلی کے ساحل پر اتر کر سوئٹزرلینڈ تک پیش قدمی کرتے چلے گئے۔ مسلمانوں نے روم پر بھی حملہ کیا اور پوپ جان ہشتم کو 25 ہزار مثقال سونے کی شکل میں سالانہ جزیے کی ادائیگی پر مجبور کر دیا۔
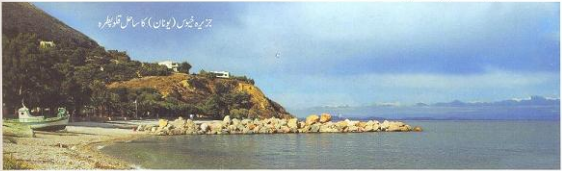
جزیرہ خیوس (یونان) کا ساحل قلوطرہ

1 کوس (Cos): جزائر دوازدہ (Dodecanese) میں شامل یہ جزیرہ، روڈس کے مغرب میں واقع ہے۔

2 خیوس (Chios): یہ بحیرۂ ایجین میں ساحل ترکی کے نزدیک واقع یونانی جزیرہ ہے۔ عرب اسے ''ساقز'' کے نام سے جانتے تھے۔ (المنجد في الأعلام)

3 ارواد: قسطنطنیہ کے قریب واقع جزیرہ اَرواد جنادہ بن ابی امیہ نے عہد معاویہ میں 54ھ میں فتح کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہاں لوگوں کو آباد کیا۔ فتح اَرواد میں قاری مجاہد بن جبر اور تُبیع بھی شریک ہوئے تھے اور وہیں مجاہد رحمہ اللہ نے تُبیع کو قرآن پڑھایا (معجم البلدان: 162/1)۔ شام کا ایک جزیرہ بھی اَرواد کہلاتا ہے جو طرطوس کی بندرگاہ کے بالمقابل ساحل کے قریب واقع ہے۔ ماضی قدیم میں یہ فنیقی سلطنت کا دارالحکومت رہا۔ (المنجد في الأعلام)

4 نفت یونانی یا النار الیونانیہ (Greek Fire): یہ دھماکہ خیز مواد تھا جو دشمن کے بحری جہازوں اور تحصیبات وغیرہ کو آگ لگانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ یہ آگ شعلہ زن ہتھیار کے ذریعے سے لگائی جاتی تھی۔ اسے نفت یونانی (گریک فائر) کا نام اس لیے دیا جاتا تھا کہ اسے سب سے پہلے یونانیوں نے محاصرۂ قسطنطنیہ (78-673ء) میں استعمال کیا تھا۔ پانی سے مس ہوتے ہی یہ مواد بھڑک اٹھتا تھا اور غالبًا یہ نفت (Naphtha) یعنی خام پٹرولیم اور ان بجھے چونے (Quick lime) کا آمیزہ ہوتا تھا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 614)

2

بحیرۂ روم کے جزائر کی فتوحات

مؤرخین بحیرۂ روم کی جنگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ① مشرقی بحیرۂ روم کی جنگیں جن کا آغاز شام اور مصر سے ہوا۔ ان میں قبرص، روڈس، کریٹ، اور جزائر ایجین کی جنگیں شامل ہیں۔ ② مغربی بحیرۂ روم کی جنگیں جو تونس اور اندلس سے لڑی گئیں اور یہ صقلیہ، مالٹا، سارڈینیا اور جزائر بلیارک کی جنگیں ہیں۔ یہ جزائر اسلامی ساحلوں اور ان یورپی ساحلوں کے مابین آڑ بن گئے جو رومی اور فرنگی سلطنتوں کے تسلط میں تھے۔

قُبرص (سائپرس): بحیرۂ روم کا یہ جزیرہ ساحل ترکی سے 65 کلومیٹر اور ساحل شام سے 85 کلومیٹر دور ہے۔ اس کا رقبہ 9251 مربع کلومیٹر اور آبادی 7 لاکھ (سے اوپر) ہے۔ دارالحکومت نکوشیا ہے۔ اس کا یونانی نام Kypros ہے۔ اس وقت جزیرہ دو حصوں میں بٹا ہوا ہے: ''ترک جمہوریہ شمالی قبرص'' اور ''یونانی جمہوریہ قبرص'' (المنجد في الأعلام)۔ 69ھ/ 688ء میں خلیفہ عبدالملک اور قیصر جسٹینین دوم کے مابین معاہدے میں قبرص کا خراج نصف نصف بانٹنا طے پایا تھا۔ 1191ء میں تیسری صلیبی جنگ کے دوران میں شاہ انگلستان رچرڈ نے قبرص کو حکمران بازنطینی شہزادے سے چھین کر ٹمپلرز کے ہاتھ بیچ دیا۔ یوں فرنگی (Franks) چار سو سال اس پر حکمران رہے حتی کہ خلیفہ سلیم دوم کے عہد (71-1570ء) میں قبرص فتح کر کے عثمانی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ ترکوں نے غلامی منسوخ کر کے تمام غلام آزاد کر دیے، نیز یونانی کلیسا بحال کر دیا۔ جون 1878ء میں قبرص برطانیہ کی عملداری میں آ گیا۔ اگست 1960ء میں جزیرہ قبرص آزاد قرار پایا۔ 1974ء میں قبرصی یونانی جنرل گریواس نے حکومت پر قبضہ کر لیا تو ترکی نے (جزیرے کے یونان میں ضم ہونے کے خدشے سے) اپنی فوجیں جزیرے کے شمالی حصے میں اتار دیں جہاں قبرصی ترکوں کی اکثریت ہے اور وہاں ان کی حکومت قائم کر دی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-1/246-249)

نقشہ 116

بحیرۂ روم کی جہادی مہمات

یہ بات پیش نظر رہے کہ مؤرخین نے بُحیرۂ روم کی جن جنگی کارروائیوں کو غزوات یا جنگیں کہا ہے، ان میں سے اکثر باقاعدہ فتوحات نہیں بلکہ چھاپہ مار کارروائیاں تھیں جن کا مقصد دشمن پر اپنا رُعب بٹھانا اور مالِ غنیمت کا حصول تھا۔ اسی لیے غیر مسلم مؤرخین نے انھیں قَرْصَنَہ (سمندری ڈاکے) قرار دیا ہے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تھا۔ یہ تو دو مملکتوں کے درمیان جنگیں تھیں اور جنگوں میں ہر فریق دوسرے کی املاک چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ جس طرح مسلمان رومیوں کی املاک پر چھاپے مارتے تھے، اسی طرح رومی، مسلمانوں کے ساحلوں اور زیر قبضہ علاقوں پر چھاپہ مار کارروائیاں کرتے تھے اور ان کے بحری جہاز چھین لیتے تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے ابتدا میں جو چھاپہ مار کارروائیاں کیں وہ بعد میں مستقل فتوحات میں بدل گئیں۔ اس قسم کی فتوحات کے بارے میں ہمیں اس طرح کی تفصیلات نہیں ملتیں جس طرح عراق، ایران، شام اور مصر کی فتوحات کے متعلق میسر ہیں۔

مسلمانوں نے بحیرۂ روم کے جو جزائر فتح کیے وہ درج ذیل ہیں:

① قبرص: یہ شام کی طرف سے 33ھ/653ء میں فتح ہوا۔

② روڈس: یہ بھی شام کی طرف سے 52ھ/672ء میں فتح کیا گیا۔

③ کریٹ: یہاں 210ھ/825ء میں اسکندریہ کی طرف سے اسلام کا پرچم لہرایا گیا۔

④ صقلیہ (سسلی): صقلیہ کی فتح 212ھ/827ء میں سوسہ (تونس) کی طرف سے عمل میں آئی۔

⑤ مالٹا: اسے بھی تونس کی طرف سے 256ھ/869ء میں فتح کیا گیا۔

⑥ جزائر بلیارک: یہ جزیرے 290ھ/902ء میں فتح ہوئے۔

⑦ سارڈینیا: اس جزیرے کی فتح 406ھ/1015ء میں عمل میں لائی گئی۔

نکوشیا (قبرص) کی سلیمیہ مسجد

کریٹ کی خانیہ مسجد

3

قُبرص اور روڈس کی فتح

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبرص کی پہلی بحری جنگ 27ھ / 647ء میں لڑی۔ اس سے پہلے مسلمان بحیرۂ روم میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس جنگ کی اجازت لینے کے لیے حمص سے انھیں یہ باور کرانے کے لیے کہ قبرص ہمارے قریب واقع ہے، اس مضمون کا خط لکھا تھا:

''حمص کے قصبوں میں سے ایک قصبے کے لوگ قبرص کے کتوں کے بھونکنے اور مُرغوں کے بانگ دینے کی آوازیں سنتے ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ انھیں بحیرۂ روم کی خصوصیات لکھ کر بھیجیں۔ تب عمرو رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو جواب لکھا:

''یہ (سمندر) ایک بہت بڑی مخلوق ہے۔ جس پر بہت چھوٹی مخلوق (نسل انسانی) سواری کرتی ہے۔ اوپر آسمان ہوتا ہے اور نیچے پانی۔ اگر سمندر میں ٹھہراؤ آ جائے تو دلوں کو ہول آتا ہے اور اگر اس میں طوفان اُٹھے تو عقل گم ہو جاتی ہے۔ سمندر میں مسافر کا یقین کم ہوتا اور شک بڑھ جاتا ہے۔ اور سمندر (میں کشتی) کا سوار لکڑی پر کیڑے کے مانند ہوتا ہے۔ اگر لکڑی جھک جائے تو وہ ڈوب جاتا ہے اور اگر کنارے جا لگے تو وہ خوشی سے چمک اٹھتا ہے۔''

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سمندری سفر کی اجازت نہ دی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 27ھ / 647ء میں انھیں اجازت دے دی، تاہم انھوں نے سمندری جنگ کے بارے میں مزید اطمینان حاصل کرنے کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''اگر آپ جہاز پر سوار ہوں اور آپ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ بھی ہو تو آپ کو بحری سفر کی اجازت ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو بحری سفر نہ کریں۔''

اور یہ بھی ہدایت کی کہ اس جنگ میں وہی لوگ شریک ہوں جو اپنے ارادے اور اختیار سے شرکت کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا بحری بیڑا عکا سے روانہ کیا جس میں بہت سے جہاز تھے۔ ان کی اہلیہ فاختہ بنت قرظہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی شریک غزا تھے اور ان کی بیوی ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں۔ ان کے علاوہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم اس مہم میں شریک تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے موسم سرما کے اختتام پر عکا سے لنگر اٹھاتے وقت شہر کی فصیل کو مرمت کرایا۔ پھر جب مصر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ بھی آن پہنچے تو انھوں نے مل کر قبرص پر لشکر کشی کی۔ جب وہ قبرص کے پاس جا کر لنگر انداز ہوئے تو وہاں کے حاکم نے مسلمانوں کو 7200 دینار ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ اس نے رومیوں سے بھی ایسی ہی شرط پر صلح کر رکھی تھی۔ اس طرح وہ اس شرط پر دوہرا خراج ادا کرتا تھا کہ مسلمان اہلِ قبرص کو رومیوں کے ساتھ مصالحت سے منع نہیں کریں گے۔ اس مہم سے واپسی پر ام حرام رضی اللہ عنہا جب جہاز سے اتر کر سواری کے جانور پر بیٹھیں تو گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی انھیں بذریعہ وحی یہ خبر دے دی تھی۔[1] پھر 32ھ / 652ء میں اہلِ قبرص نے

[1] صحيح البخاري، الجهاد و السير، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء، حديث: 2788، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الغزو في البحر، حديث: 1912.

مسلمانوں کے خلاف جنگ میں رومیوں کی جہازوں سے مدد کی، چنانچہ امیر معاویہ ؓ نے 33 ھ میں 500 جہازوں کے ساتھ حملہ کر کے قبرص فتح کر لیا، پھر انھوں نے قبرص والوں کی صلح بحال کر دی۔ قبرص پر قبضہ کرنے والے اسلامی لشکر کی نفری 12 ہزار تھی۔ انھوں نے وہاں مسجدیں بنائیں اور بعلبک سے مسلمانوں کی ایک جماعت نے وہاں پہنچ کر ایک شہر آباد کیا۔ پھر جب وہاں بغاوت ہوئی تو اس جزیرے پر کئی لڑائیاں لڑی گئیں جن کی تفصیلات ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اور جب معاویہ ؓ وفات پا گئے تو ان کے فرزند یزید نے قبرص میں تعینات جیش شام واپس بلا لیا اور وہاں آباد کردہ شہر مسمار کر دینے کا حکم دیا۔

روڈس

حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے عہد میں جنادہ بن ابی امیہ ازدی نے 52 ھ / 672ء میں روڈس پر یلغار کی اور اسے فتح کر لیا۔ مسلمان سات سال اس جزیرے میں ایک قلعے میں مقیم رہے۔ اس دوران میں انھوں نے 54 ھ / 673ء میں قسطنطنیہ کے قریب واقع جزیرۂ ارواد (کزیکوس) بھی فتح کر لیا۔ پھر جب امیر معاویہ ؓ فوت ہو گئے تو ان کے فرزند یزید نے جنادہ بن ابی اُمیہ ؓ کو حکم دیا کہ وہ قلعہ مسمار کر کے واپس چلے آئیں جیسے کہ انھوں نے قبرص میں کیا تھا۔

نقشہ 117

عکا اور اسکندریہ سے فتح قبرص
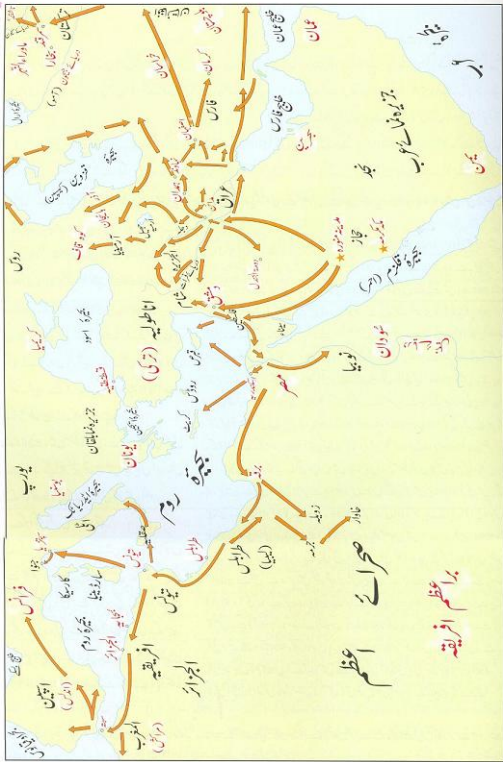
نقشہ 118 عہد بنی امیہ میں فتوحات اسلامیہ کی وسعت (ماوراء النہر سے فرانس تک)

4

اقریطش یا کریٹ (Crete) کی فتح

اسلام میں سب سے پہلے جس نے کریٹ پر حملہ کیا وہ جنادہ بن ابی امیہ ازدی تھے جنھوں نے عہد معاویہ 55ھ/674ء میں اس جزیرے پر یلغار کی۔ پھر عہد یزید بن معاویہ میں جنادہ نے کریٹ کا کچھ حصہ فتح کیا، [1] تاہم وہ اس وقت شام لوٹ آئے جب مسلمانوں کا محاصرۂ قسطنطنیہ (60ھ/679ء) ناکام رہا۔ جنادہ نے 80ھ/699ء میں رحلت کی۔

پھر حمید بن معیون (یا ''بن معیوف'') نے کریٹ پر لشکر کشی کی جسے ہارون الرشید نے ساحل شام کا والی مامور کیا تھا۔ حمید نے کریٹ فتح کر لیا (190ھ/805ء)، پھر مسلمان اسے چھوڑ کر چلے آئے۔

211ھ/826ء میں مسلمانوں نے دس یا بیس بحری جہاز کریٹ روانہ کیے جو کثیر تعداد میں قیدیوں اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ اس مہم میں انھوں نے اس جزیرے کو اچھی طرح کھنگالا تھا۔

کریٹ کی وہ فتح جس کے نتیجے میں یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی، اس کے متعلق ہمارے پاس تفصیلات نہیں ہیں جن سے اس فتح کے واقعات کی تصویر کشی میں مدد مل سکے۔ دراصل اندلس کے امیر حکم بن ہشام اموی کے عہد میں غالباً 13 رمضان 202ھ/25 مارچ 818ء کو دریا کے کنارے آباد محلّہ

اقریطش (کریٹ): 135 اور 350 برس کے دو اسلامی ادوار میں

یہ صقلیہ، سارڈینیا اور قبرص کے بعد بحیرۂ روم کا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ ابوحفص عمر البلوطی کے ہاتھوں کریٹ کی فتح کے بعد یہ جزیرہ 135 برس مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ 961ء میں بازنطینی سپہ سالار نقفور س فوکاس نے کئی ماہ کے محاصرے کے بعد الخندق (کینڈیا) پر قبضہ کر لیا اور پھر جزیرے کے باقی حصے بھی مسخر کر لیے۔ اقریطش کے آخری امیر عبدالعزیز کا انتقال قسطنطنیہ میں ہوا اور اس کے لڑکے ''انیماس'' (Anemas) نے قیصر روم کی ملازمت اختیار کر لی۔ مسلم آبادی اس جزیرے کو چھوڑ کر چلی گئی اور جو باقی رہے انھیں عیسائی بنا لیا گیا۔ 1304ء میں یہ جزیرہ اہل وینس کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا۔ 1645ء میں ترکوں کے مصر جانے والے جہازوں پر وینس والوں نے حملہ کیا تو عثمانیوں نے پہلے خانیہ (Kanea) اور ریتھو (Rethymno) فتح کر لیے اور پھر 21 برس کے محاصرے کے بعد 1669ء میں کینڈیا بھی سر کر لیا۔ ترک، کریٹ پر سوا دو سو برس حکمران رہے۔

1897ء میں خانیہ کے گلی کوچوں میں عیسائیوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا، پھر یورپی طاقتوں اور یونان نے اپنی افواج جزیرے پر اتار دیں۔ اس کے نتیجے میں یونان اور ترکی میں جنگ ہوئی جو یونان کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی۔ 1898ء میں جرمنی اور آسٹریا نے اپنی افواج واپس بلا لیں مگر برطانیہ، فرانس، اٹلی اور روس نے اس جزیرے کو چار حصوں میں بانٹ لیا۔ نومبر 1898ء میں آخری ترک سپاہ بھی جزیرہ خالی کر کے چلی گئی۔ اسی ماہ یونانی شہزادہ جارج کریٹ کا ہائی کمشنر مقرر ہوا۔ مسلمان بے بسی کے عالم میں کثیر تعداد میں یہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے۔ معاہدۂ لندن (1913ء) کی رو سے کریٹ یونان کے حوالے کر دیا گیا۔ 45-1941ء میں کریٹ پر نازی جرمن قابض رہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 3/24-28)۔ یوں بحیرۂ روم کا خوبصورت جزیرہ کریٹ پہلی مرتبہ 826ء تا 961ء اور دوسری بار 1521ء تا 1898ء مسلمانوں کے قبضے میں رہنے کے بعد آج پھر عیسائیوں (یونانیوں) کے تسلط میں ہے اور وہاں شاید ہی کوئی اسلام کا نام لیوا ہوگا۔ کریٹ کی یہ تاریخ اسپین (اندلس) اور صقلیہ (سسلی) کی طرح اہل اسلام کے لیے عبرتناک ہے!

[1] اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں ''عہد یزید بن معاویہ'' کے بجائے ''عہد ولید'' میں جنادہ کے ہاتھوں کریٹ کے کچھ حصے کی فتح کا ذکر ہے جو درست نہیں کیونکہ جنادہ 80ھ میں رحلت کر گئے جبکہ ولید بن عبدالملک کا عہد خلافت 86ھ سے 96ھ تک تھا۔

"الربض القبلی" [1] کے لوگوں نے امیر کے خلاف بغاوت کر دی لیکن شاہی فوجوں نے ان پر قابو پالیا اور تین دنوں میں دس ہزار سے زائد باغی ہلاک کر دیے۔ جو باقی بچے وہ تتر بتر ہو گئے۔ ان میں سے ایک گروہ سمندر پار کر کے مغرب (مراکش) کے شہر فاس میں جا بسا۔ اس دوران میں دوسرے گروہ کا کیا حشر ہوا، اس میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ 15 ہزار (محتاط اندازے کے مطابق 4 ہزار) باغی 40 جہازوں میں سوار ہو کر اسکندریہ روانہ ہوئے۔ ان دنوں بحیرۂ روم کے ساحلوں پر جو فتنے اٹھ رہے تھے وہ ان میں کود پڑے حتی کہ ابوحفص عمر بن عیسٰی بن شعیب البلوطی الاندلسی کی قیادت میں وہ اسکندریہ پر قابض ہو گئے اور حکومت کرنے لگے۔ ان کے بارے میں تواریخ میں اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ لوگ اندلسی تھے مگر ان کا الربض القبلی کی بغاوت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

خلیفہ مامون عباسی نے 210ھ / 825ء میں اپنے سپہ سالار عبداللہ بن طاہر کو خراسانیوں کا ایک لشکر دے کر بھیجا جس نے ان پر غلبہ پا کر ان سے اسکندریہ چھین لیا۔ اندلسی باغیوں نے اس وعدے پر امان طلب کی کہ وہ سلطنت روم کے اطراف کے کسی علاقے کی طرف نکل جائیں گے۔ ان کی
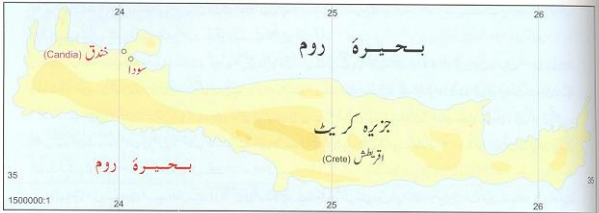
نقشہ 119

ابوحفص عمر البلوطی کے ہاتھوں فتح کریٹ (اقریطش 210ھ)

[1] سلطان اندلس حکم بن ہشام کے عہد (180ھ تا 206ھ) میں افریقہ اور ایشیا کے غلاموں اور حربی قیدیوں کو فوج میں بھرتی کیا گیا تھا۔ عجمیوں اور عیسائیوں کی اس بھرتی پر مالکی فقہاء و علماء کے زیر اثر گروہ نے، جو قرطبہ شہر میں وادی الکبیر کے جنوبی کنارے کے محلے (الرَّبَض القبلی) میں آباد تھے، قصر سلطانی پر حملہ کر کے امیر حکم کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ دریں اثنا امیر کے حکم پر ان کے چچا زاد بھائی اصبغ بن عبداللہ نے محاصرے سے نکل کر وادی الکبیر پار کیا اور جنوبی محلے میں جا کر آگ لگا دی۔ قصر سلطانی کا محاصرہ کرنے والے باغیوں نے یہ دیکھا تو وہ اپنے مکانوں کو بچانے کے لیے اس طرف دوڑے اور قصر باغیوں سے خالی ہو گیا۔ امیر حکم نے اپنے محافظ دستے کے ساتھ باغیوں کا پیچھا کیا۔ اُدھر سے اصبغ کی فوج نے اور ادھر سے امیر نے باغیوں کو خوب قتل کیا، اور ہزاروں باغی گرفتار کر لیے گئے۔

امیر حکم اس قدر حاضر دماغ اور مستقل مزاج تھا کہ جب باغیوں نے قصر سلطانی کا محاصرہ کر رکھا تھا تو وہ ہرگز پریشان نہ ہوا بلکہ امیر نے اپنے خدمتگار حسن سے بالوں میں لگانے کے لیے خوشبودار تیل منگوایا۔ حسن نے جرأت کر کے کہا کہ باغیوں نے قصر سلطانی کے کواڑوں کو آگ لگا دی ہے اور وہ لوگوں کو قتل کرتے مارتے بڑھے چلے آتے ہیں، ادھر آپ کو تیل لگانے اور زینت کرنے کی سوجھی ہے۔ امیر نے جواب دیا: "احمق! اگر میں اپنے بالوں میں خوشبودار تیل نہ لگاؤں تو باغیوں کو میرا سر کاٹتے وقت کیسے پتہ چلے گا کہ یہ بادشاہ کا سر ہے۔" (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: 2/111-113)

''سفید پہاڑ'' اور خلیج سوداء (کریٹ)
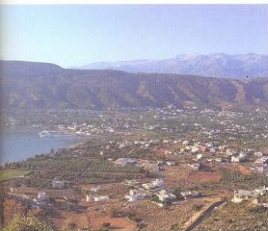
درخواست قبول کر لی گئی اور انھوں نے اقریطش چلے جانا پسند کیا۔ اس جزیرے کی زمین سلطنت روم میں زرخیز ترین تھی۔ وہ چالیس جہازوں میں کریٹ کے ساحل پر اُترے۔ اس بنا پر ان کا قائد ابوحفص عمر اقریطشی کہلایا۔ وہاں انھوں نے ایک بلند میدان کو اپنا مرکز بنایا جس کے اردگرد لکڑیوں کی حفاظتی باڑ کھڑی کر لی جسے خاراکس (Charaa) یعنی ''دیوار'' کہا جاتا تھا۔ پھر وہ ایک زیادہ محفوظ جگہ منتقل ہوگئے اور اس کے چاروں طرف ایک خندق کھود لی۔ اس خندق کو مقامی یونانی زبان میں Candia یا Chandar کہا گیا۔ یہ مقام جزیرے کے شمالی ساحل کے مغرب میں خلیج سوداء میں واقع تھا۔ [1] عجیب بات یہ ہے کہ وہ لوگ جزیرے کے شمالی ساحل پر لنگر انداز ہوئے، حالانکہ وہ جنوب سے آئے تھے۔ کریٹ کا جنوبی ساحل جس نوعیت کا ہے اس کے پیشِ نظر یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اس پر اپنا مرکز بناتے۔ انھیں پہلے اندلس اور پھر اسکندریہ سے نکلنے پر مجبور کیا گیا تھا، لہٰذا وہ جزیرے کے اس حصے پر اُترے جسے انھوں نے قیام کے لیے بہترین خیال کیا۔

ابوحفص نے کریٹ (اقریطش) کے 29 شہروں کو مطیع بنا لیا اور جزیرے کی فتح کی تکمیل 230ھ/844ء میں ہوئی۔ وہاں انھوں نے 40 مقامات آباد کیے۔ چونکہ ان لوگوں کی تعداد کم تھی اور پیچھے مراکز اسلام سے ان کے رابطے کٹ چکے تھے، لہٰذا انھوں نے اہل جزیرہ سے سسرالی رشتے استوار کر لیے، ان کی عورتوں سے شادیاں کیں۔ یوں خاصی تعداد میں بچوں نے جنم لیا جن کے باپ اندلسی مسلمان تھے اور ان کی مائیں کریٹی تھیں۔ انھوں نے کریٹ کے جنگلوں کی لکڑی استعمال کر کے اپنے بحری بیڑے کو مضبوط بنایا اور اس جزیرے کو مرکز بنا کر اردگرد کے ان جزیروں پر جنگی مہمات سر کیں جو رومی سلطنت کی عملداری میں تھے۔

رومی بادشاہوں نے دو بار کریٹ واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ پہلی کوشش میں رومی سپہ سالار دامیان مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوگیا۔ دوسری مہم میں ان کا سپہ سالار جہاز میں بیٹھ کر فرار ہوگیا مگر مسلمانوں نے تعاقب کر کے اسے گرفتار کر لیا اور مار ڈالا۔ رومی سلطنت کی طرف سے مستقل خطرے کے پیشِ نظر ان مسلمانوں نے مصر کی ماتحتی اختیار کر لی جو کہ ان دنوں سلطنت عباسیہ کی عملداری میں تھا۔

214ھ/829ء میں کریٹ کے بحری بیڑے کو جزیرہ تھاسوس [2] کے قریب رومی بیڑے پر فتح حاصل ہوئی، پھر مسلمانوں نے اناطولیہ کے ساحل پر حملہ کر دیا اور جزائر سیکلر (Cyclades) اور دیگر رومی جزائر پر دھاوے مارے۔ قیصر تھیوفیلوس (26-214ھ/40-829ء) اور مائیکل سوم (52-226ھ/66-840ء) کے ادوار میں جزیرہ میتھلین پر حملے کیے گئے۔ پھر 23 جمادی الآخرہ 229ھ/ 18 مارچ 843ء کو رومی سپہ سالار تھیوکٹیسٹ ایک بڑے بحری بیڑے کے ساتھ کریٹ پر حملہ آور ہوا۔ شروع میں اسے فتح حاصل ہوئی مگر پھر وہ شکست کھا کر بھاگ نکلا اور کریٹ کے اسلامی بیڑے کی دوبارہ سلطنت قسطنطنیہ کے ساحلوں پر دھاک بیٹھ گئی۔

[1] یونان کے موجودہ نقشوں میں ''خندق'' کو Chania لکھا جاتا ہے اور اسے خلیج سوداء پر واقع شہر ''سوداء'' (Souda) کے مغرب میں دکھایا جاتا ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 117)

[2] تھاسوس: بحیرۂ تھریس میں واقع یہ جزیرہ صدیوں ترکوں کے پاس رہا مگر اب یونان میں شامل ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 117)

قدیم کورنتھ کے آثار

شام کی بندرگاہ طرطوس

یوم عرفہ 238ھ/22 مئی 852ء کو 300 رومی بحری جہازوں نے دمیاط کی بندرگاہ پر دھاوا بولا کیونکہ مصر کریٹ کے مسلمانوں کے لیے مرکز کا کام دیتا تھا۔ رومیوں نے مسلمانوں کی محافظ فوج کی غیر موجودگی میں 1600 عورتوں کو قیدی بنا لیا جن میں سے 125 مسلمان تھیں۔ انھوں نے شہر میں لوٹ مار کی، اور اس کی مساجد اور کلیسا جلا دیے، پھر وہ دمیاط سے نکل کر اشتوم تنیس پر حملہ آور ہوئے، وہاں بھی لوٹ مار کی اور پھر اپنے علاقے کی طرف لوٹ گئے۔

248ھ/862ء میں کریٹ کے بحری بیڑے نے جزیرہ آتوس پر حملہ کیا اور 252ھ/866ء میں جزیرہ نیون پر دھاوا کیا جو کہ آتوس کے قریب ایک چھوٹا جزیرہ ہے۔ اسے انھوں نے اپنا اڈا بنا لیا۔ رومی، کریٹ کے مسلمانوں کی ان چھاپہ مار مہمات کو روکنے میں ناکام رہے۔ 266ھ/879ء میں رومی بیڑے نے نیکتاش اریوا کی قیادت میں کریٹی بیڑے کو خلیج کورنتھ [1] کی جنگ میں تتر بتر کر دیا۔ پھر مسلمانوں کی بحری مہمات 20 سال تک رکی رہیں۔ اس کے بعد انھوں نے پھر طاقت پکڑی، سیکلر کی جنگ جیتی اور بحیرۂ مرمرہ تک دھاوے مارے۔

شام کی بندرگاہ طرطوس [2] میں لیو طرابلسی کے زیرِ قیادت جو اسلامی بحری بیڑا تعینات تھا، اس کے تعاون سے کریٹ کے بحری بیڑے نے 291ھ/904ء میں تھسلی کے ساحل پر سالونیکا اور

سالونیکا: تھسلونیکی (Thessaloniki) یا سالونیکا شمال مشرقی یونان کی ایک بندرگاہ ہے۔ اس کی 315 ق م میں بنیاد پڑی تھی۔ 1430ء میں اس پر عثمانی ترک قابض ہوئے اور 1912ء میں یہ عثمانیوں کے قبضے سے نکل گیا۔ ان دنوں سالونیکا یونان کا دوسرا بڑا شہر ہے (آبادی تقریباً 4 لاکھ) اور یونان کے صوبہ وسطی مقدونیہ (Kentriki Makedonia) کا دارالحکومت ہے (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 1498، ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 117)۔ عثمانی خلافت کو ختم کر کے ترکی کو سیکولر سٹیٹ بنانے والا مصطفیٰ کمال پاشا سالونیکا میں پیدا ہوا تھا۔

[1] کورنتھ: خلیج کورنتھ اسی نام کے شہر سے موسوم ہے جو جزیرہ نما پیلو پونیز کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ خلیج کورنتھ اس جزیرہ نما کو وسطی یونان سے الگ کرتی ہے۔ جدید کورنتھ شہر قدیم کورنتھ کے شمال مشرق میں 1858ء میں آباد کیا گیا جبکہ قدیم کورنتھ قدیم یونان کی ایک مشہور شہری ریاست تھا جہاں (مسیحیت کے بانی) سینٹ پال (پولوس) نے اپنی تعلیمات کا پرچار کیا تھا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 319)

[2] طرطوس: فاضل مؤلف کو اشتباہ ہوا، چنانچہ اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں ''طرطوس'' کی جگہ ''طرسوس'' درج ہے، حالانکہ طرسوس ترکی (اناطولیہ) کی بندرگاہ مرسین کے شمال مشرق میں ساحل سے ہٹ کر واقع ہے جبکہ طرطوس شام کی بندرگاہ ہے جو بانیاس اور حمیدیہ کے ساحلی شہروں کے درمیان واقع ہے (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 142-144)۔ 1099ء میں صلیبیوں نے طرطوس پر قبضہ کر لیا تھا۔ سلطان (محمد بن) قلاوون نے 1291ء میں اسے آزاد کرایا۔ (المنجد فی الاعلام: ص 356)

سالونیکا (یونان) کا ساحل

ساکا پر یلغار کی جس میں 22 ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے جو طرابلس الشام اور الخندق (کریٹ) کے بازاروں میں فروخت کر دیے گئے۔

چند برس بعد 298ھ / 910ء میں رومی بیڑے نے کریٹ پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی۔ یوں کریٹ تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں مشرقی بحیرۂ روم کے اسلامی بحری اڈوں میں اہم ترین حیثیت اختیار کر گیا حتیٰ کہ رومی قیصر رومانوس ایکیپنوس نے 312ھ / 924ء میں جزیرہ لمنوس [1] کے قریب لیوطرابلسی کو شکست دی، پھر رومی سپہ سالار نقفور دمستق نے یکم محرم 350ھ / 20 فروری 961ء کو ایک بہت بڑے بحری بیڑے کے ساتھ کریٹ پر حملہ کیا جس میں 2600 جنگی جہاز تھے اور 1360 امدادی جہاز ان کے علاوہ تھے۔ بعض جہازوں پر اڑھائی اڑھائی سو چپو چلانے والے چار صفوں میں تعینات تھے۔ اس بحری بیڑے نے چاروں طرف سے جزیرے کے ساحلوں کو گھیر لیا۔ کریٹ کے مسلمانوں نے جزیرے کے دفاع میں جان کی بازی لگا دی مگر باہر سے کوئی ایک مسلمان بھی ان کی مدد کو نہ پہنچ سکا۔ آخر 16 محرم 350ھ / 7 مارچ 961ء کو مسلمانوں کے مرکزی شہر الخندق پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا۔ یوں رومیوں نے کریٹ واپس لے لیا۔ اس وقت مسلمانوں کو یہاں حکمرانی کرتے ایک صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا۔ مسلمان شکست کھا گئے تو قیصر روم ارمانوس بن قسطنطین نے امیر کریٹ عبدالعزیز بن عبدالعزیز بن شعیب کے ہاتھ سے جزیرے کی حکومت چھین لی۔ اس کے بعد 354ھ / 965ء میں رومیوں نے قبرص پر قبضہ کر لیا۔ [2] یوں مشرقی بحیرۂ روم میں دوبارہ رومیوں کی سمندری برتری قائم ہو گئی۔

[1] لمنوس (Limnos): یہ جزیرہ ترکی اور یونان کے درمیان واقع ہے۔ اس کے شمال میں بحیرۂ تھریس ہے اور جنوب میں بحیرۂ ایجیئن (ارخبیل)۔ لمنوس صدیوں عثمانی ترکوں کے زیر قبضہ رہا مگر اب یہ یونان میں شامل ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 117)

[2] یزید بن معاویہ نے اگرچہ قبرص خالی کر دیا تھا لیکن اس کے بعد بھی مسلمانوں کا قبرص پر تسلط چلا آ رہا تھا۔ 69ھ میں عبدالملک بن مروان اور قیصر جسٹینین دوم کے درمیان قبرص کا خراج باہم بانٹ لینے کا معاہدہ طے پایا، نیز خلیفہ ولید ثانی نے 125ھ میں جن قبرصی باشندوں کو ملک بدر کر کے شام بلا لیا تھا، یزید بن ولید نے انھیں واپس بھجوا دیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-1/247)

پلرمو کے نارمن گرجے میں سابقہ مسجد کے ستون کا ایک حصہ جس پر قدیم کوفی رسم الخط کی تحریر نمایاں ہے

5

فتحِ صِقلِیہ

صقلیہ (سسلی) رقبے میں بحیرۂ روم کا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ اسے جنگی سٹرٹیجی اور اچھی بندرگاہوں کے لحاظ سے اوروں پر برتری حاصل ہے۔ مسلمانوں نے صقلیہ کے لیے پہلی جنگ 46ھ/666ء میں عبداللہ بن قیس فزاری کی قیادت میں لڑی۔ انھیں خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں افریقیہ سے معاویہ بن حُدَیج نے مامور کیا تھا۔ ہمیں اس جنگ کی تفاصیل میسر نہیں، بس یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تھی اور وہ غلام اور مال غنیمت ساتھ لیے لوٹ آئے تھے۔

پھر عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے 49ھ/669ء میں مصری فوج کے ساتھ صقلیہ پر حملہ کیا۔ ان کے بعد عطاء بن رافع ہذلی نے 83ھ/702ء میں مصری بیڑے کے ساتھ اس پر دھاوا بولا۔ پھر موسیٰ بن نُصَیر کی گورنری میں عیاش بن اجیل نے "المغرب" کے بحری بیڑے کے ساتھ صقلیہ پر یلغار کی اور سرقوسہ کی جنگ میں عیسائیوں کو شکست دی اور کثیر مال غنیمت حاصل کیا، پھر 86ھ/705ء میں اس نے اس جزیرے پر دوبارہ حملہ کیا۔

خلیفہ یزید بن عبدالملک کے عہد میں محمد بن ادریس انصاری نے 102ھ/720ء میں صقلیہ کی جنگ لڑی اور کثیر غنائم اور جنگی قیدیوں کے ساتھ لوٹے۔ اس کے بعد ہشام بن عبدالملک کے عہد میں 108ھ/726ء میں تمیم بن عوانہ نے صقلیہ پر دھاوا کیا اور اگلے سال بشر بن صفوان صقلیہ کی جنگ کے بعد کثیر تعداد میں قیدیوں کے ہمراہ لوٹے، پھر 113ھ/731ء میں مستنیر بن حارث حُرَیشی نے صقلیہ کے ساحل پر جنگ لڑی لیکن جب وہ لوٹ رہے تھے تو اچانک طوفان آ گیا اور ان کے جہاز سمندر میں ڈوب گئے۔

سرقوسہ (سیراکیوز) کی بندرگاہ
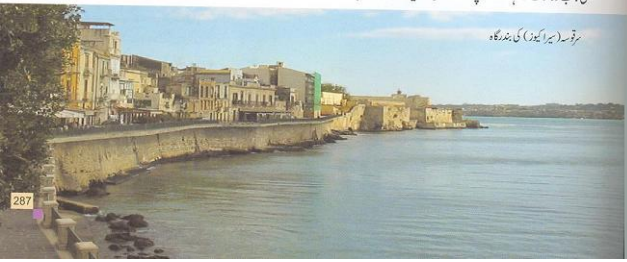
خلیفہ ہشام ہی کے عہد میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے پوتے حبیب بن ابی عبیدہ نے 116ھ/734ء میں صقلیہ پر دھاوا بولا اور رومی جہازوں کو شکست دی۔ دوسری بار 122ھ/739ء میں حبیب کا بیٹا عبدالرحمٰن بھی شریکِ جہاد تھا۔ عبدالرحمٰن کو اس کے باپ نے گھڑسوار دستے کا سالار مقرر کیا اور وہ لڑتا مارتا سرقوسہ (Syracuse) تک پہنچ گیا جو صقلیہ کا دارالحکومت تھا۔ اہلِ سرقوسہ نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ عبدالرحمٰن جزیہ لے کر اپنے باپ کے پاس چلا آیا اور پھر دونوں افریقیہ واپس آ گئے۔ پھر 130ھ/747ء میں عبدالرحمٰن بن حبیب نے صقلیہ اور افریقیہ کے وسط میں واقع جزیرہ قوصرہ پر قبضہ کرلیا۔ 135ھ/752ء میں عباسی دور میں عبدالرحمٰن نے ایک بار پھر صقلیہ پر حملہ کیا اور فتح حاصل کر کے لوٹ آیا۔ اس دوران میں مسلمان فتنوں میں مبتلا رہے، چنانچہ رومیوں نے صقلیہ پر اپنا قبضہ مستحکم کرلیا اور وہاں ہر پہاڑی پر ایک قلعہ تعمیر کرلیا۔

صقلیہ کی یہ تمام فتوحات مستقل قبضے کے لیے عمل میں نہیں لائی گئیں بلکہ ان کی حیثیت بس یہ تھی کہ مسلمان بحری مہم پر نکلتے، جزیرے کے ساحل پر

نقشہ 120
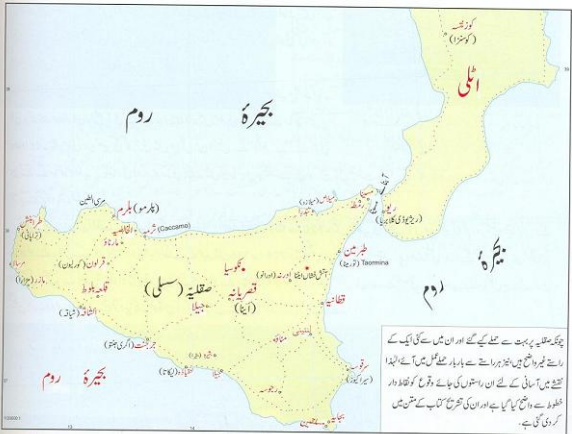
صقلیہ (سسلی) کی فتح (211ھ)

صِقلیہ: اسلامی تہذیب کا گہوارہ

بحیرۂ روم کے وسط میں واقع اٹلی کا جزیرۂ سِسلیہ (Sicilia) یا سسلی فنیقی، یونانی، رومی اور اسلامی تہذیبوں کا گہوارہ رہا۔ فنیقی یہاں 734 ق م میں سرقوسہ (Syracuse) میں آباد ہوئے۔ 209 ق م میں قرطاجنی سپہ سالار ہنی بال نے سسلی پر یلغار کی۔ ان فنیقی جنگوں (Punic Wars) میں سسلی بڑی طرح متاثر ہوا۔ اسلامی عہد میں بلرم (Palermo) صقلیہ کا دارالحکومت رہا۔ یہیں سے ابراہیم بن عبداللہ بن اغلب نے 220ھ تا 236ھ / 835ء تا 851ء صقلیہ پر آن بان سے حکومت کی حتی کہ نیپلز (اٹلی) کے ساتھ اس نے 50 سال کے لیے رشتۂ اتحاد قائم کیا اور اہلِ نیپلز نے مسینا (صقلیہ) کی بندرگاہ کے محاصرے اور فتح (843ء) میں مسلمانوں کی مدد کی۔ اس کے بعد ابراہیم نے سرزمین اٹلی پر حملوں کی ابتدا کی اور برنڈسی اور طارنت پر قبضہ کرلیا جس سے بحیرۂ ایڈریاٹک کا سارا ساحل ان کی زد میں آ گیا۔ دریں اثنا افریقیہ میں عُبیدی (فاطمی) حکمران ہوئے اور صقلیہ بھی ان کے تسلط میں آ گیا تو اس جزیرے میں مسلمانوں کی باہمی کشاکش کا آغاز ہوا۔ دسویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے یہاں بنوکلب خاندان برسرِ اقتدار آیا جو بتدریج خودمختار ہو گئے۔ اس دوران میں جزیرے کا مشرقی حصہ کم وبیش بازنطینیوں کے قبضے میں رہا اور اسلامی صقلیہ ان سُنّی مسلمانوں کے لیے پناہ گاہ بن گیا جو افریقیہ میں فاطمی اقتدار برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کلبی حکمرانوں کی عیش طلبیوں اور سازشیوں کے نتیجے میں زوال نے آلیا اور بلرم، اطرابنش (تراپانی)، مازر، جرجنت اور اقطانیہ میں الگ الگ ریاستیں وجود میں آ گئیں۔ آخرکار بلرم (پلرمو) اور سرقوسہ کے حکمران ابن ثمنہ نے اپنے برادرِ نسبتی سے ہار کر جنوبی اٹلی کے نارمن حکمران کاؤنٹ راجر کو صقلیہ کی پیشکش کر ڈالی۔ یوں فروری 1061ء میں نارمن صقلیہ میں اترنے شروع ہوئے اور 1072ء میں بلرم پر قابض ہونے کے بعد 1091ء تک وہ تمام جزیرے پر چھا گئے۔ مشہور مسلمان جغرافیہ نویس شریف الادریسی نارمن حکمران راجر (دوم) کے دربار سے وابستہ تھا۔ (کہا جاتا ہے کہ اس نے جغرافیہ کی کتاب نزهة المشتاق تصنیف کی، نیز چاندی کے قرص پر راجر کے لیے دنیا کا نقشہ بنایا تھا جو ایک طرح کا پہلا گلوب تھا۔) فریڈرک دوم کے خلاف 640ھ / 1242ء میں محمد بن عباد اور اس کی بیٹی نے زبردست بغاوت کی مگر شکست کھائی۔ بچے کھچے لوگ لوسیرا (واقع ''پگلیا'' یا ''اپولیا'') جنوبی اٹلی منتقل کر دیے گئے جہاں وہ محنت مزدوری کر کے گزارا کرتے رہے۔ 1257ء میں اُنھوں نے آنجو (فرانس) کے والی چارلس اول کے خلاف سر اُٹھایا۔ آخرکار چارلس دوم آف آنجو نے اگست 1300ء میں اُنھیں تباہ و برباد کر ڈالا۔ صقلیہ کا رقبہ 25708 مربع کلومیٹر اور آبادی 51 لاکھ ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 12/149-165، 2/251، المنجد في الأعلام)۔ اندلس (اسپین) اور جزیرہ اِقریطش (کریٹ) کے علاوہ جزیرہ صقلیہ یورپ کا تیسرا علاقہ تھا جو 263 سال عرب مسلمانوں کے زیرتسلط رہنے کے بعد واپس عیسائیوں کے قبضے میں چلا گیا اور وہاں کے مسلمان حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے۔ اسی لیے شاعرِ اسلام علامہ محمد اقبال ؒ نے صقلیہ کو ''تہذیب حجازی کا مزار'' قرار دیا ہے۔ 1931ء میں گول میز کانفرنس (لندن) میں شرکت کے لیے جاتے ہوئے ان کا بحری جہاز سسلی کے ساحل کے نزدیک سے گزرا تو انھوں نے ''صقلیہ (جزیرۂ سسلی)'' کے عنوان سے جو پُر درد نظم کہی، اس کے چند شعر ملاحظہ کیجیے۔

رولے اب دل کھول کے اے دیدۂ خوننابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار
تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
آہ! اے سسلی! سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تُو
غلغلوں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے؟

(کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، ص: 133)
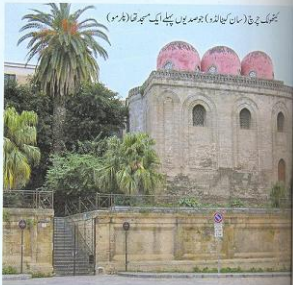
کیتھولک چرچ (سان کیٹالڈو) جو صدیوں پہلے ایک مسجد تھا (پالرمو)

بلہ بولتے اور مالِ غنیمت حاصل کر کے اپنے مرکز لوٹ آتے۔ چونکہ دو بڑی سلطنتوں سلطنتِ روم اور خلافت اسلامیہ میں عداوت اور جنگوں کا سلسلہ چل رہا تھا، لہٰذا جنگی ماحول میں بحیرۂ روم کی یہ مہمات بروئے کار لائی جاتی تھیں۔

اسد بن فرات کا حملہ

211ھ/826ء میں قیصر روم نے صقلیہ کی حکومت پر قسطنطین کو مامور کیا جس کا لقب سودہ تھا۔ اس نے وہاں ایک بحری بیڑا تیار کیا اور یوفیموس (Euphemius) کی قیادت میں اسے ساحلِ افریقیہ پر دھاوا بولنے کا حکم دیا۔ وہ افریقی ساحل پر رأس جسر پر قابض ہو گیا، پھر قیصر روم کے پاس یوفیموس کے خلاف شکایت پہنچی تو اس نے قسطنطین کو حکم دیا کہ یوفیموس کو معزول کر کے سزا دے۔ اس پر یوفیموس نے بغاوت کر دی اور سرقوسہ پر قبضہ کر کے قسطنطین کو قتل کر دیا۔ اس دوران میں بلاطہ (پلاتو) نامی ارمنی سپہ سالار یوفیموس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چچا زاد میخائیل اس کی مدد کر رہا تھا جو پلرمو (صقلیہ) کا حکمران تھا۔ بلاطہ نے یوفیموس کو شکست دی، اس کے ایک ہزار سپاہی ہلاک کر دیے اور سرقوسہ پر قابض ہو گیا۔ یوفیموس جان بچا کر قیروان پہنچ گیا اور اس نے زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب سے مدد مانگی جو وہاں خلیفہ مامون کی طرف سے گورنر تھا۔ زیادۃ اللہ نے اسے سوسہ [1] کی بندرگاہ میں لنگر انداز رہنے کو کہا حتی کہ اسلامی بحری بیڑا آ گیا۔ زیادۃ اللہ نے اپنی فوج جمع کر کے قاضیٔ قیروان اسد بن فرات کو سپہ سالار مقرر کیا۔ قاضی اسد بن فرات قیروان سے اس مہم پر روانہ ہوئے اور سوسہ سے ان کا لشکر جہازوں میں سوار ہوا۔ اس بحری بیڑے میں ایک سو جہاز تھے اور یوفیموس کے جہاز ان کے علاوہ تھے۔ یہ لشکر جس میں آٹھ نو سو گھڑسوار اور 10 ہزار پیادے تھے، 15 ربیع الاول 212ھ/ 14 جون 827ء کو روانہ ہوا۔ وہ 18 ربیع الاول کو "مازر" یا مزارا (صقلیہ) کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے اور وہاں سے بلاطہ (پلاتو) کی طرف پیش قدمی

قیروان (تونس) کی ایک مسجد

سوسہ (تونس) کی جامع مسجد

[1] سُوسہ: تونس کی یہ بندرگاہ خلیج الحمامات پر واقع ہے۔ اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ ہے۔ اسے فنیقیوں نے 9 ویں صدی ق م میں آباد کیا تھا۔ اغلبی دور میں اس نے بہت ترقی کی تھی (المنجد في الأعلام)۔ سوسہ کے مغرب میں تقریباً 40 کلومیٹر دور قیروان واقع ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 77)

کی اور وہ اس وقت مرج بلاطہ میں مقیم تھا۔ اسلامی فوج نے راستے میں قلعہ بلوط، فرش، قلعہ دب اور قلعہ طواویس یکے بعد دیگرے فتح کر لیے۔ قاضی اسد بن فرات نے یوفیمیوس سے مدد حاصل کیے بغیر بلاطہ کی ڈیڑھ لاکھ فوج کو شکست دی۔ بے شمار عیسائی مارے گئے اور ان کے اموال مسلمانوں کو غنیمت میں ملے۔ بلاطہ فرار ہو کر قصریانہ (Castrogiovanni) والوں سے جاملا لیکن پھر اس پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔ وہ بھاگ نکلا اور آبنائے مسینا پار کر کے ''قلوریا'' یا کلابریا (اٹلی) پہنچ گیا جہاں اسے قتل کر دیا گیا۔

اب قاضی اسد بن فرات نے ساحلِ سمندر پر کنیسۂ افیمیہ کا رُخ کیا جو پہلے فینیاس کہلاتا تھا۔ انھوں نے ابوزکی الکنانی کو مازر کا حاکم تعینات کیا۔ چونکہ مازر اور قلعہ بلوط سے سرقوسہ تک خاصی مسافت تھی اور بیچ میں کئی شہر اور قلعے پڑتے تھے جن کا ذکر جنگ یا صلح کے حوالے سے نہیں آیا، لہٰذا ہمارے خیال میں قاضی اسد نے اپنی افواج صقلیہ کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف منتقل کیں، چنانچہ انھوں نے کنیسۂ مُسلقین کی طرف پیش قدمی کی۔ اس دوران میں سرقوسہ کے بطریق ان کے پاس آئے اور فریب کاری سے امان طلب کی تاکہ اس دوران میں ان کے قلعے کی مرمت ہو جائے اور وہ اپنے اموال، جو قلعے سے باہر تھے، اندر لے جائیں۔ ادھر یوفیمیوس کی سوچ بدل گئی اور وہ عیسائیوں کو مسلمانوں سے جنگ پر اکسانے لگا۔ مسیحی لشکر قلعہ کراث میں جمع ہو چکا تھا۔ قاضی اسد نے ان سے جنگ کی اور کثیر مالِ غنیمت اور بڑی تعداد میں قیدی ان کے ہاتھ لگے۔

جرجنت (سسلی) کا رومی مندر

اس اثناء میں افریقیہ اور اندلس سے بحری جہاز کمک لے کر آن پہنچے۔ اب اہلِ سرقوسہ نے دوبارہ امان طلب کی۔ اسد بن فرات امان دینا چاہتے تھے مگر مسلمانوں نے انکار کیا اور جنگ کو ترجیح دی۔ انھوں نے خشکی اور سمندر کی طرف سے سرقوسہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں شعبان 213ھ / اکتوبر 828ء میں قاضی اسد بن فرات بیماری یا زخموں کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ اب مسلمانوں نے محمد بن ابی الجواری [1] کو اپنا امیر بنا لیا اور سرقوسہ کا محاصرہ مزید تنگ کر دیا۔ دریں اثناء قسطنطنیہ سے ایک بہت بڑا رومی بیڑا آن پہنچا اور عیسائی خشکی کی طرف سے بھی حملہ آور ہوئے، چنانچہ ناسازگار حالات میں مسلمانوں نے افریقیہ واپسی کا ارادہ کیا اور جہازوں میں سوار ہو گئے لیکن رومی بیڑے نے ان کا گھیرا تنگ کر کے ان کے لیے بندرگاہ سے نکلنا ناممکن بنا دیا۔ یوں مسلمانوں کی سرقوسہ فتح کرنے اور جہازوں میں بیٹھ کر نکل جانے کی اُمید جاتی رہی، چنانچہ انھوں نے اپنے جہاز جلا دیے اور اندرونِ جزیرہ ''قلعہ مناؤ'' کا رُخ کیا۔ یوفیمیوس بھی ان کے ہمراہ تھا۔ وہ قلعہ مناؤ پر قابض ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ اسی طرح انھوں نے جنوبی ساحلی شہر قلعہ جرجنت (Girjanti) پر بھی قبضہ کر لیا۔

یوفیمیوس نے اب قصریانہ کا رُخ کیا۔ قصریانہ کے لوگ اُسے دیکھتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے ہلاک کر دیا۔ اس اثناء میں قسطنطنیہ سے بطریق تھیوڈیت ایک بہت بڑا لشکر لے کر آ گیا جس میں بحری و بری فوج شامل تھی۔ رومیوں نے قصریانہ کی طرف پیش قدمی کی تو مسلمانوں نے آگے بڑھ کر

[1] اطلس الفتوحات الاسلامیہ کے عربی نسخے میں یہ نام ایک بار ''محمد بن ابی الحواری'' اور دوسری جگہ ''محمد بن الحواری'' یا ''ابن ابی الجواری'' دیا گیا ہے مگر ہم نے اس مسلمان سپہ سالار کا نام الکامل فی التاریخ (437/5) کے حوالے سے ''محمد بن ابی الجواری'' لکھنے کو ترجیح دی ہے۔

طرابنش (ترا پانی) کا ساحل

انھیں شکست فاش دی۔ اس جنگ میں بے شمار عیسائی مارے گئے اور 90 بطریق گرفتار ہوئے۔ پھر آخر 213ھ یا اول 214ھ / فروری 829ء میں محمد بن ابی الجواری کو موت نے آلیا۔ ان کی جگہ مسلمانوں نے زہیر بن برغوث (یا "بن عوف") کو اپنا امیر چن لیا۔ زہیر کی فوج کے تھیوڈیت کے لشکر سے کئی معرکے ہوئے۔ آخر کار تھیوڈیت نے مسلمانوں کو مناؤ میں گھیرے میں لے لیا حتی کہ ان کے پاس خوراک ختم ہوگئی اور وہ اپنے جانور اور کتے ذبح کر کے کھاتے رہے۔ اس دوران میں 214ھ / 829ء میں اندلس سے اصبغ بن وکیل بہت سے جہازوں میں کمک لے کر آگئے۔ دوسری طرف سلیمان بن عافیہ طرطوشی بحری بیڑا لے آئے۔ یوں 300 جہازوں پر مشتمل متحدہ اسلامی بیڑا طرابنش (Trapani) کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا۔ ساحل پر اُتر کر مسلمانوں نے مناؤ کی طرف پیش قدمی کی۔ راستے میں پڑنے والے تمام قلعوں پر انھوں نے قبضہ کرلیا۔ مناؤ سے قصریانہ کی طرف بڑھتے ہوئے مسلمانوں نے تھیوڈیت کی فوجوں کو شکست دی اور جمادی الآخرہ 215ھ / جولائی اگست 830ء میں مناؤ پہنچ کر محصور مسلمانوں کے گرد عیسائیوں کا محاصرہ توڑ دیا۔

پلرمو کی فتح

اس کے بعد مسلمانوں نے بلرم یا پلرمو [1] کی بندرگاہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ جمادی الآخرہ 215ھ تا رجب 216ھ / جولائی 830ء تا اگست 831ء جاری رہا۔ پھر محمد بن عبداللہ بن اغلب کی گورنری میں یہ شہر صلح وامان کے ساتھ فتح ہوگیا۔ بعد ازیں اسلامی لشکر نے گلیانو (Galiano) کی طرف پیش قدمی کی اور اس کے اردگرد کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد تھیوڈیت سے جنگ ہوئی۔ تھیوڈیت نے شکست کھائی اور مارا گیا۔ 221ھ / 835ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں قلعہ تندارو کا سقوط ہوا جو شمالی ساحل پر واقع تھا۔ 225ھ / 839ء میں کئی قلعوں نے امان طلب کی اور وہ صلح کے ساتھ فتح ہوگئے۔ ان میں جرصہ (Geragia)، قلعۃ البلوط (Caltabellota) [2]، ابلاطنو (Platani)، قرلون (Corleone) اور مرناؤ (Marineo) شامل تھے۔

بازنطینی گرجا جو اسلامی دور میں مسجد بنا اور اب پھر گرجا سانتا ماریا کہلاتا ہے (پلرمو)

[1] پلرمو (Palermo): یہ صقلیہ کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ عربوں نے اسے بلرم لکھا ہے۔ یہ اٹلی کے جزیرہ سسلی کا دارالحکومت ہے۔ اسے فنیقیوں نے 8 ویں صدی ق م میں آباد کیا تھا۔ اس پر 254 ق م میں رومی اور 831ء میں عرب قابض ہوئے۔ 1072ء میں یہ نارمن (مسیحی) بادشاہت کا دارالحکومت بنا۔
(آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

[3] قلعۃ البلوط: یہ شہر مغربی صقلیہ میں الشاقہ کے شمال میں واقع ہے۔ بلوط (شاہ بلوط نامی درخت) سے منسوب اس شہر کو عربوں نے قلعۃ البلوط کا نام دیا، چنانچہ آج بھی اطالوی اسے Caltabellota کہتے ہیں۔
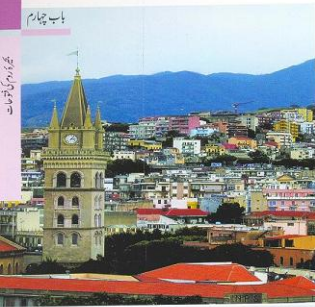
مسینا شہر (سسلی)

228ھ/842ء میں فضل بن جعفر ہمدانی نے مسینا (Messina) [1]، مسکان اور دیگر شہر فتح کر لیے۔ اور 232ھ/846ء میں فضل بن یعقوب نے سخت محاصرے کے بعد لنتینی پر قبضہ کر لیا۔ اسی طرح مسلمان جنوبی اٹلی کے شہر تارنتو (Taranto) [2] پر قابض ہو گئے۔ 234ھ/848ء میں مسلمانوں نے ارگوس فتح کر کے اس کا قلعہ مسمار کر دیا۔ 10 رجب 236ھ/ 18 جنوری 851ء کو محمد بن عبداللہ بن اغلب کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ مسلمانوں نے عباس بن فضل کو اپنا حکمران بنا لیا۔ اس نے ان لوگوں کے خلاف جہاد شروع کیا جنھوں نے ابھی تک امان طلب نہیں کی تھی۔ عباس نے انھیں سزا دی اور ان سے مالِ غنیمت حاصل کیا۔ تب ان شہروں نے جزیے اور غلاموں کی شرط پر صلح کر لی۔ یوں مسلمانوں نے 238ھ/852ء میں بثیرہ اور قلعہ ابی ثور (Caltavuturo) بھی فتح کر لیے۔

فتح قصریانہ

سرقوسہ، صقلیہ کا دارالحکومت تھا۔ جب مسلمانوں نے پلرمو فتح کر لیا تو رومیوں نے دارالحکومت قصریانہ منتقل کر لیا کیونکہ وہ محفوظ تر تھا۔ 243ھ یا 244ھ/857ء یا 858ء میں عباس بن فضل نے قصریانہ اور سرقوسہ پر یلغار کی۔ اس دوران میں علی بن فضل بحری بیڑے کے ساتھ روانہ ہوا تو اس کا کریٹ کے بحری بیڑے سے تصادم ہو گیا جس میں 40 جہاز تھے۔ ان میں شدید جنگ ہوئی حتیٰ کہ علی نے اقریطشی (کریٹ کے) بیڑے کو شکست دی اور ان کے دس جہاز ملاحوں سمیت قبضے میں لے لیے اور لوٹ آئے۔

عباس نے ایک ہزار گھڑسواروں اور 700 پیادوں کے ہمراہ سرقوسہ کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔ ایک رات وہ جبل غدیر تک پہنچے اور اس کے دامن میں چھپ گئے۔ عباس کے چچا رباح نے منتخب ساتھیوں کے ہمراہ جبلِ مدینہ کا رُخ کیا اور صبح ہونے سے پہلے اس کی فصیل تک جا پہنچے۔ قلعے کے محافظ سوئے ہوئے تھے اور انھیں ان کی آمد کا پتہ ہی نہ چلا۔ مجاہدین فصیل کے ایک شگاف میں سے اندر داخل ہو گئے جہاں سے پانی اندر آتا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی انھوں نے اپنی تلواریں سونت کر قلعے کے محافظوں پر ہلہ بول دیا اور شہر کے دروازے کھول دیے۔ یوں 16 شوال 243ھ/ 5 فروری 858ء کو عباس کی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ انھوں نے شہر کی محافظ فوج موت کے گھاٹ اتار دی، وہاں ایک مسجد تعمیر کی اور اگلے روز نماز جمعہ ادا کی۔ دریں اثناء 300 جہازوں پر مشتمل رومی بیڑا سرقوسہ پہنچ گیا جس کی قیادت قسطنطین کندومیتس کر رہا تھا۔ رومیوں کے ساحل پر اترتے ہی عباس کی

1 مسینا: یہ اٹلی کو اس کے جزیرہ سسلی سے الگ کرنے والی آبنائے مسینا کے مغربی ساحل (سسلی) پر واقع بندرگاہ ہے۔ 1908ء کے زلزلے میں یہ شہر تباہ ہو گیا تھا۔ اب اس کی آبادی تقریباً 3 لاکھ ہے۔ (المنجد في الأعلام، ص: 834)

2 طارنت (تارنتو): یہ جنوب مشرقی اٹلی میں ایک بحری اڈا ہے جس کی آبادی اڑھائی لاکھ ہے۔ اسے آٹھویں صدی ق م میں یونانیوں نے آباد کیا تھا۔ 272 ق م میں اس پر رومی قابض ہو گئے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 1475)

فوج ان پر ٹوٹ پڑی اور انھیں تہ تیغ کر کے ان کے 100 بحری جہاز چھین لیے۔ عباس نے جہاد صقلیہ جاری رکھا حتی کہ جمادی الآخرہ 247ھ / 14 اگست 861ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔

سرقوسہ (سیراکیوز) کی فتح

رمضان 264ھ / مئی 877ء میں احمد بن اغلب نے سرقوسہ (Syracuse) فتح کر لیا۔ انھوں نے نو ماہ اس شہر کا محاصرہ کیے رکھا تھا۔ اس جنگ میں 4 ہزار سے زیادہ رومی مارے گئے۔ سرقوسہ سے اتنا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا جتنا پہلے کہیں ہاتھ نہیں آیا تھا۔ مسلمان وہاں 2 ماہ مقیم رہے، اس کی فصیل ڈھادی اور وہاں سے چلے آئے۔ یہ واقعہ افریقیہ میں ابراہیم بن احمد بن محمد بن اغلب کی حکمرانی کے زمانے میں پیش آیا۔

جمادی الآخرہ 284ھ / جولائی 897ء میں ابراہیم بن احمد نے اپنے بیٹے ابوالعباس (عبداللہ) کو صقلیہ بھیجا۔ ابوالعباس نے صقلیہ کے باغیوں کو خونریز جنگ میں شکست دی۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے: ''وہ تیغ زنی کے بل پر شہر (سرقوسہ) میں داخل ہوا۔'' وہ اس شہر ہی تک محدود نہ رہے بلکہ تمام شہروں میں چھا گئے، پھر جب صقلیہ میں امن ہو گیا تو اس نے آبنائے مسینا پار کی اور جنوبی اٹلی پر ہلہ بول دیا۔ اس جنگ میں بے شمار رومی قتل ہوئے، پھر ابوالعباس صقلیہ لوٹ آیا۔ 288ھ / 900ء میں اس نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ دمنش (دیمونا) کا محاصرہ کر لیا جو کئی دن جاری رہا۔ اس کے بعد اس نے آبنائے مسینا پار کر کے اٹلی کے ساحل پر واقع ریو (Reggio) پر دھاوا کیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ یہاں سے کثیر مال غنیمت ملا، پھر وہ مسینا واپس آیا تو وہاں قسطنطنیہ سے آیا ہوا بحری بیڑا لنگر انداز پایا۔ ان میں ٹکراؤ ہو گیا۔ مسلمان کامیاب رہے اور 30 رومی جہاز ان کے ہاتھ لگے۔

ریو (کلابریا، اٹلی)

تبرمینا (طبرمین) کی فتح

289ھ میں عباسی خلیفہ معتضد نے ابراہیم بن احمد اغلبی سے ناراض ہو کر اسے ولایت افریقیہ سے معزول کر دیا اور اس کے بیٹے ابوالعباس کو اس منصب پر فائز کیا، چنانچہ ابوالعباس باپ کے پاس افریقیہ چلا آیا اور ابراہیم نے افریقیہ کی زمامِ حکومت بیٹے کے سپرد کی اور خود نوبہ (افریقیہ) [1] سے بحری جہاز میں روانہ ہو کر 17 ربیع الاول 289ھ / یکم مارچ 902ء کو

تبرمینا (سسلی) کا ساحل بوگین ویل

[1] نُوبہ: یہ تونس شہر اور اقلیبیا کے درمیان افریقیہ کا چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس کے علاوہ نوبہ (سودان) مصر کے جنوب میں ایک وسیع و عریض خطہ ہے۔ مدینہ منورہ سے تین دن کے فاصلے پر ایک مقام بھی نوبہ کہلاتا ہے، نیز بحر تہامہ (خلیج فارس یا الخلیج العربی) کے ساحل پر بھی نوبہ آباد ہے جسے نوبہ (سودان) سے آنے والوں نے بسایا تھا۔ بنو عبداللہ بن ابی بکر بن کلاب کی سرزمین بھی نوبہ کہلاتی تھی جو کہ سرخ چٹانوں پر مشتمل سطح مرتفع ہے۔ (معجم البلدان: 309/5)

نقشہ 121 سرقوسہ کی فتح (211ھ)
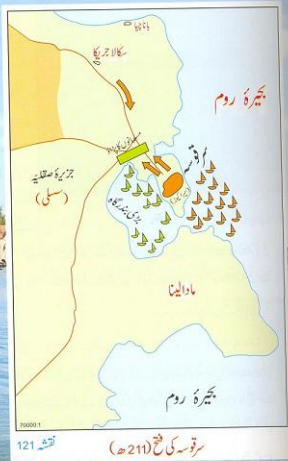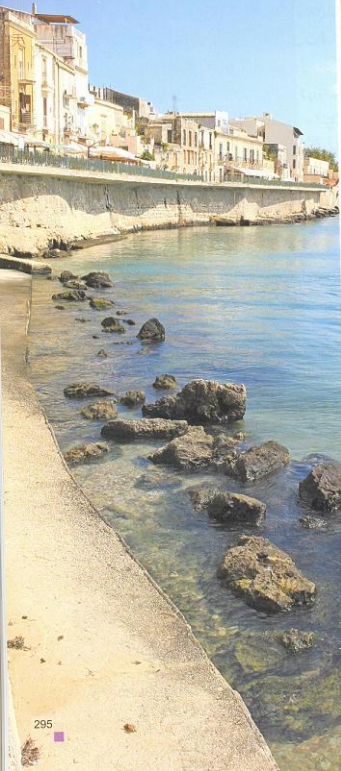
ترا پانی (صقلیہ) کا ساحل

طرابنش Trapani (صقلیہ) کے ساحل پر اُترا۔ وہ 28 رجب کو پلرمو میں داخل ہوا۔ جن لوگوں سے ظالمانہ طور پر مال وغیرہ چھین لیا گیا تھا، اس نے وہ لوٹانے کا حکم دیا، پھر 9 شعبان 289ھ / 19 جولائی 902ء کو اس نے طبرمین یا طرمین (Taormina) پر یلغار کی۔ اس جگہ خونریز جنگ ہوئی۔ ان گنت عیسائی قتل اور بہت سے قید ہوئے۔ ابراہیم نے اپنے پوتے زیادۃ اللہ بن ابوالعباس [1] کو قلعہ میقش (Mikasc-Miques) کی طرف اور اپنے بیٹے ابوالاغلب کو دمنش (Demona) کی طرف یلغار کا حکم دیا۔ اہل دمنش فرار ہو گئے اور مسلمان شہر پر قابض ہو گئے۔ دریں اثناء ابراہیم کے حکم پر اس کے بیٹے ابوحجر نے رمطہ (Rametta) پر دھاوا کیا تو اہل رمطہ نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔ سعدون جلوی نے فوج کے ساتھ لیاج (Aci-Costella) کی طرف یا ماؤنٹ ایٹنا کے قریب پیش قدمی کی تو وہاں کے باشندوں نے جزیہ دینا اور قلعے کو خالی کرنا قبول کرلیا۔ سعدون نے قلعہ توڑ کر اس کے پتھر سمندر میں ڈال دیے۔

سمندر پار قلوریہ پر یلغار

اب ابراہیم اپنے لشکر کے ساتھ مسینا (Messina) پہنچا اور 2 دن وہاں مقیم رہا، پھر اس نے آبنائے پار کرکے اٹلی کے شہر قلوریہ (Calabria) پر لشکر کشی کی (26 رمضان 289ھ / 3 ستمبر 902ء)۔ وہاں سے کسنتہ (Cosenza) کی طرف پیش قدمی کی جو خلیج تارنتو کے قریب واقع تھا۔ 25 شوال 289ھ کو اس نے کسنتہ پر ہلّہ بولنے کا حکم دیا، اپنے بیٹوں اور فوجی افسروں کو شہر کے دروازوں پر الگ الگ تعینات کیا اور وہاں منجنیقیں نصب کرا دیں۔ اس دوران میں 18 ذی قعدہ کو ابراہیم نے بیمار ہو کر غالباً 54 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اہل شہر کو اس کے فوت ہونے

رومن ایمفی تھیٹر میں سے ماؤنٹ ایٹنا کا منظر

قلعہ کوسنزا (اٹلی)

[1] عربی نسخے میں "زیادۃ اللہ" کا نام کسی وجہ سے "زیاد اللہ" کمپوز ہوا ہے جو درست نہیں۔

اراگونی قلعہ تارنتو (اٹلی)

کی خبر نہ لگی اور انھوں نے صلح کی پیشکش کی جو قبول کر لی گئی۔لشکر اسلام وہاں خیمہ زن رہا حتیٰ کہ وہ دستہ جو کلابریا (قلوریہ) بھیجا گیا تھا، لوٹ آیا، پھر اسلامی فوج ابراہیم کی لاش کے ساتھ واپس پلرمو پہنچی۔ وہاں ابراہیم کی تدفین ہوئی اور ساری فوج افریقیہ لوٹ آئی۔

اس کے بعد صقلیہ پر کئی مسلم حکمران مقرر ہوئے۔ان میں سے بعض مقامی باغیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور بعض معزول کر دیے گئے۔316ھ / 928ء میں صابر صقلبی افریقیہ سے 30 جنگجوؤں کے ہمراہ وارد ہوا۔ والیٔ صقلیہ سالم بن ابی راشد کنانی کو ساتھ لیا اور آبنائے مسینا پار کر کے قلوریہ کا رخ کیا۔ راستے میں انھوں نے شہر تارنتو (Taranto) پر قبضہ کر لیا، پھر شہر اذرنت کا جا محاصرہ کیا اور اس کے برج گرا دیے۔لشکر اسلام قلوریہ پہنچا تو اہلِ شہر نے ادائیگیٔ جزیہ پر صلح کر لی۔ وہ اس وقت تک جزیہ ادا کرتے رہے جب تک مہدی (فاطمی خلافت کا بانی) افریقیہ میں مقیم رہا۔

تبرمینا (طبرمین) پر دوسرا حملہ

343ھ/ 954ء میں فاطمی خلیفہ المعزلدین اللہ ابن المنصور نے ابوالحسین بن الحسن کلبی کو صقلیہ کی حکومت پر فائز کیا۔اس کے زمانے میں مسلمانوں نے 25 ذی قعدہ 351ھ / 25 دسمبر 962ء کو طبرمین (طبرسین یا طرمین) Tabrmina فتح کر لیا۔ یہ رومیوں کا سب سے شاندار قلعہ تھا جو ساڑھے سات ماہ کے محاصرے کے بعد فتح ہوا اور اس کا نام المعزیہ رکھا گیا۔ یہاں سے 1570 قیدی خلیفہ المعز کی خدمت میں بھیجے گئے۔مسلمانوں نے طبرمین شہر اور اس کے قلعوں میں سکونت اختیار کی۔

رومیوں کا جوابی حملہ

دریں اثنا اہلِ رمطہ نے سرکشی کی اور قیصرِ دمشق سے مدد طلب کی۔اس پر حسن بن عمار نے رجب 352ھ / اگست 963ء میں شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس کے گرد منجنیقیں نصب کر دیں۔دمشق نے مینوئل کی قیادت میں ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا جو شوال 353ھ / اکتوبر 964ء میں مسینا پہنچ گیا۔ رومی فوج کی یہ بہت بڑی تعداد تھی جو نو دن تک بحیرۂ روم عبور کر کے صقلیہ پہنچتی رہی۔

رومیوں نے مسینا میں قلعہ بند ہو کر اس کی فصیل مضبوط کر لی اور اِردگرد خندق کھود لی، پھر یہ عظیم مسیحی لشکر رمطہ کی طرف بڑھا۔اس میں مجوسی، ارمنی اور روسی شامل تھے جو پہلی بار اتنی بڑی تعداد میں جزیرے میں داخل ہوئے تھے۔حسن بن عمار نے ایک فوج "جنگی مستقر میقش" (مقس۔ بنفش۔ بنقش) میں تعینات کی اور دوسری "مستقر دمنش" بھیج دی۔ ادھر مینوئل نے اپنی دو فوجیں میقش اور دمنش کی طرف روانہ کیں اور تیسری فوج شاہراہِ رمطہ کی طرف بھیجی۔ اس حکمت عملی کا مقصد یہ تھا کہ رمطہ کا محاصرہ کرنے والی اسلامی فوج کو کمک نہ مل سکے۔ خود مینوئل نے چھ دستوں کے ساتھ مسلمانوں کو گھیرنے کی کوشش کی تو رمطہ کی طرف سے مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے۔ حریفوں میں گھمسان کا رن پڑا حتیٰ کہ مسلمان اپنے خیموں میں لوٹ آئے۔

مینوئل کو اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ ادھر حسن نے بلند آواز سے اللہ کو پکارا: اے اللہ! آدم زادوں نے مجھے دشمن کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے مگر تو میرا

ساتھ نہ چھوڑنا!'' غرض جنگ کا بازار گرم ہوا اور ایک مجاہد نے رومی سپہ سالار مینوئل کو قتل کر ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی عیسائی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اس دوران میں سیاہ گھٹا چھا گئی، بادل گرجنے لگا اور بجلی کڑکی۔ مسلمان شہ سواروں نے رومیوں کا تعاقب کیا۔ ادھر رومیوں نے جسے ہموار میدان خیال کیا تھا وہ دشوار گزار ثابت ہوا اور اس کے آگے گہری خندق تھی۔ رومی اس خندق میں گرتے رہے اور مسلمانوں کے تیز رفتار گھوڑے انھیں کچلتے چلے گئے۔ مسلمان تمام رات ہر طرف عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ انھوں نے رومیوں کے سرکردہ لوگ گرفتار کر لیے اور انھیں مالِ غنیمت میں دشمن کا ساز و سامان، گھوڑے اور ہتھیار ملے۔ اس جنگ میں دس ہزار سے زیادہ مسیحی قتل ہوئے۔ بہت کم رومی گھوڑوں پر فرار ہو سکے۔

المعزلدین اللہ کی صلح

ان دنوں فاطمی خلیفہ المعز افریقیہ کی جنگوں میں مصروف تھا اور مصر فتح کرنے کی تگ و دو کر رہا تھا، لہٰذا اس نے 356ھ/ 966ء میں اس شرط پر قیصرِ روم دمستق سے صلح کر لی کہ مسلمان طبرمین اور رمطہ خالی کر دیں گے۔ یوں مسلمانوں کو طبرمین اور رمطہ سے نکلنا پڑا اور وہ اِس صورتحال سے سخت غمزدہ ہوئے۔ انخلا کے وقت انھوں نے ان دونوں شہروں کو مسمار کر دیا اور آگ لگا دی۔ پھر صقلیہ کی حکومت شعبان 359ھ/ جون 970ء میں ابوالقاسم کو سونپی گئی۔ ابوالقاسم نے 365ھ/ 975ء میں صقلیہ کے باغیوں کے خلاف جنگ کی اور قلعہ رمطہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس نے جہاد جاری رکھا حتی کہ 372ھ/ 982ء کی جنگ میں شہادت سے سرخرو ہو گیا۔

طبرمین شہر (سسلی) اور اُس کے بالمقابل ایٹنا کا آتش فشاں پہاڑ
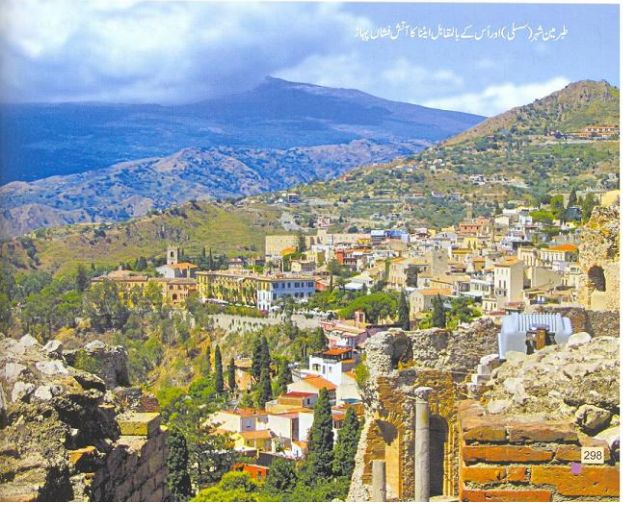
صقلیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا

مسلمان صقلیہ پر اڑھائی سو سال سے حکمران تھے مگر اس دوران میں وہ باہمی اختلافات اور فتنوں میں اُلجھ گئے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر فرنگی بادشاہ راجر [1] نے 372ھ / 982ء میں ملطیہ پر قبضہ کرلیا (غالباً موجودہ شہر Millazo کو عرب ملطیہ کہتے تھے) پھر ستر سال بعد رجب 444ھ / ستمبر، اکتوبر 1052ء میں فرنگیوں نے پیش قدمی کی اور پے بہ پے شہروں کو فتح کرتے ہوئے قصریانہ پہنچ گئے جہاں ابن الجواش نے شکست کھا کر قلعے میں پناہ لی۔ ناسازگار حالات کی بنا پر صقلیہ سے کثیر تعداد میں علماء اور صالحین افریقیہ ہجرت کر گئے اور ان میں سے کچھ لوگوں نے امیر افریقیہ سے صقلیہ پر مسیحی غلبے کی شکایت کی۔ اس پر امیر افریقیہ نے ایک بحری بیڑا تیار کیا اور اس پر ایک فوج قوصرہ کی طرف روانہ کی۔ یہ موسم سرما تھا۔ اچانک سمندر میں طوفان اُٹھا۔ بیشتر جہاز غرق ہو گئے اور ان پر سوار غازیوں میں سے بہت کم زندہ بچے۔

اب عیسائیوں کے لیے راستہ ہموار تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے جزیرے کے اِرد گرد کے شہروں اور قصبوں کو فتح کرتے گئے اور اُنھیں کہیں مزاحمت پیش نہ آئی حتی کہ مسلمانوں کے پاس صرف قصریانہ اور جرجنت دو شہر رہ گئے۔ عیسائیوں نے ان دونوں کا محاصرہ کرلیا۔ 481ھ / 1088ء میں جرجنت نے اور 484ھ / 1091ء میں قصریانہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس طرح اٹلی کے شاہ راجر نے پورے صقلیہ پر قبضہ کرلیا۔ مسلمان تقریباً 272 سال یہاں برسرِ اقتدار رہے اور اس کے بعد رومی اور فرنگی (نارمن) اور مسلمان یہاں (تقریباً ڈیڑھ سو برس) اکٹھے بستے رہے۔

لوسرا کا ایک گرجا جو مسجد کی جگہ پر تعمیر ہوا

اٹلی کے اندر ایک مسلم ریاست ''لوسرا''

سسلی (صقلیہ) پر عیسائیوں کے قبضے کے بعد ہولی رومن ایمپائر کے فریڈرک دوم کے خلاف بغاوت ہوئی تو اس نے 1224ء میں سسلی کے تمام مسلمانوں کو جزیرے سے جلاوطن کردیا اور اگلی دو دہائیوں میں بہت سے مسلمان اٹلی کے صوبہ اپولیا میں لوسرا (Lucera) منتقل کردیے گئے جسے مشرقی رومی حکمران کونستس دوم نے 663ء میں فتح کر کے تباہ و برباد کردیا تھا۔ اردگرد کے مسیحی علاقوں میں گھرے یہ مسلمان مسیحی شاہی اقتدار کو چیلنج نہیں کر سکتے تھے۔ وہاں وہ مسیحی بادشاہوں کو ٹیکس دیتے اور فوجی خدمات انجام دیتے رہے۔ آخر کار ان کی تعداد پندرہ بیس ہزار ہوگئی اور لوسرا کو (Lucaera Saracenorum (شامیوں، یعنی مسلمانوں کا لوسرا) کہا جانے لگا کیونکہ یہ اٹلی میں مسلمانوں کی آخری مضبوط آبادی تھی۔ 75 سال تک یہ مسلم ''ریاست'' پروان چڑھی حتی کہ آنژو (فرانس) کے بادشاہ چارلس دوم نے 1300ء میں حملہ کر کے انھیں جلاوطن کردیا یا غلام بنا کر بیچ دیا۔ بہت سوں نے البانیہ میں جا پناہ لی۔ ان کی مسجدیں تباہ کردی گئیں یا ان کو گرجے بنالیا گیا جن میں سانتا ماریا ڈیلا وٹوریا نامی گرجا بھی شامل ہے۔ (وکی پیڈیا)
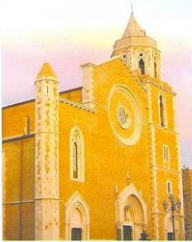
[1] راجر جنوبی اٹلی کا نارمن حکمران تھا۔ فرینکش (فرانسیسی) اور سکینڈے نیوین (نارسمین) مخلوط نسل کے جو لوگ فرانس کے علاقے نارمنڈی میں 912ء میں آباد ہوئے تھے، وہ نارمن کہلاتے ہیں۔ وہ گیارہویں صدی عیسوی میں مغربی یورپ کے حکمران بن گئے تھے۔ نارمنڈی کے ولیم نے 1066ء میں انگلستان فتح کرلیا اور ولیم فاتح کہلایا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 990)۔ فرینک (Frank) کی معرب شکل فرنج یا اِفرنج ہے جن سے فارسی الفاظ ''فرنگ'' یا ''افرنگ'' اور ''فرنگی'' وجود میں آئے۔

6

مالٹا، جزائر بلیارک اور سارڈینیا کی مہمات

مسلمانوں نے مالٹا[1] 256ھ/70-869ء میں ابوالغرانیق محمد بن احمد بن اغلب کی قیادت میں فتح کیا۔ انھوں نے یہاں صنوبر کی لکڑی سے جہاز سازی کا کارخانہ (دار الصناعة للسفن) قائم کیا۔ 440ھ/1048ء کے بعد رومیوں نے اس جزیرے کو واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ 483ھ/1090ء میں نارمنوں نے مالٹا پر حملہ کیا اور فتح صقلیہ کے بعد وہ اس پر بھی قابض ہو گئے، تاہم مسلمانوں کو 647ھ/1249ء تک یہاں رہنے کی اجازت حاصل رہی۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمان اس وقت تک مالٹا میں مقیم تھے جب سولھویں صدی عیسوی میں امیر البحر لا فالیٹ نے اس پر قبضہ کیا۔ اس دوران میں عربی ہی مالٹا کی زبان ہوگئی تھی، حالانکہ صقلیہ اور سارڈینیا میں اس کو زوال آ چکا تھا۔

اسلامی عہد کی یادگار مالٹا کا پرانا دارالحکومت ''مدینہ''

جزائر بلیارک

یہ بلنسیہ (اندلس) کے مشرق میں بحیرۂ روم میں واقع تین جزیرے ہیں۔[2] سب سے بڑا جزیرہ میجورکا (میورقہ) ہے، پھر مائنورکا (منورقہ) ہے اور تیسرا چھوٹا جزیرہ یابسہ ہے۔ جزائر بلیارک پر پہلا حملہ موسیٰ بن نُصَیر نے 89ھ/707ء میں کیا تھا، پھر امیر عبدالرحمٰن اوسط نے 300 بحری جہازوں میں ان پر یلغار کی (234ھ/848ء) کیونکہ اہلِ بلیارک نے عہد شکنی کی تھی اور وہاں آنے جانے والے مسلمانوں کو تکالیف پہنچاتے تھے۔ انھوں نے امیر سے رحم کی درخواست کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا، چنانچہ 235ھ/849ء میں امیر نے انھیں معاف کر دیا۔ پھر 290ھ/902ء میں عصام خولانی اندلس سے بحری جہاز میں حج کو روانہ ہوا لیکن سمندری طوفان کے باعث اُسے طویل

پورٹو سولر (میجورکا)

[1] مالٹا: وسطی بحیرۂ روم کا یہ جزیرہ سسلی سے 100 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ 1991ء میں اس کی آبادی 3 لاکھ 56 ہزار تھی۔ دارالحکومت ولیٹا ہے۔ اس پر فنیقی، یونانی، قرطاجنی اور عرب قابض رہے۔ 1090ء میں نارمن شاہ راجر نے مالٹا پر قبضہ کر لیا۔ 1530ء میں چارلس پنجم (شاہ سپین و ہالینڈ) نے یہ جزیرہ صلیبی نائٹس ہاسپٹلرز کو دے دیا۔ 1565ء میں 30 ہزار عثمانی سپاہ اور 181 بحری جہازوں نے تین ماہ یہاں مختلف قلعوں کا محاصرہ کیے رکھا مگر شدید نقصان اٹھا کر واپس ہونا پڑا۔ 1798ء میں اس پر فرانسیسی اور 1814ء میں برطانوی قابض ہوئے۔ 1964ء میں مالٹا آزاد ہو گیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، تاریخ ترکیہ، ص:111)

[2] جزائر بلیارک: دراصل ان میں تین بڑے جزیرے میجورکا (Majorca)، مائنورکا (Minorca) اور یابسہ (Ibiza) اور دو چھوٹے جزیرے فورمنٹرا (Formentra) اور کبریرا (Cabrera) شامل ہیں۔ عربی میں انھیں جُزُر البلیار کہا جاتا ہے۔

عرصہ جزیرہ میبورکا میں لنگر انداز ہونا پڑا۔ وہاں اسے اُن جزائر کے حالات جاننے کا موقع ملا اور اُس کے دل میں انھیں فتح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ حج سے واپسی پر اُس نے امیر عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن [1] کو جزائر بلیارک کے چشم دید حالات سے آگاہ کیا، چنانچہ اُس نے عصام خولانی کے ہمراہ فوج روانہ کی جس نے جزائر بلیارک کے قلعے یکے بعد دیگرے فتح کیے۔ امیر عبداللہ نے عصام ہی کو جزائر بلیارک کا حاکم مقرر کیا۔ عصام دس برس حکمران رہا اور اُس کے بعد اُس کے بیٹے عبداللہ کو وہاں کی حکومت ملی۔ جزائر بلیارک مسلمانوں کے تسلط میں رہے حتی کہ فرنگیوں نے سلطنتِ موحدین [2] کے آخری زمانے میں یہ جزیرے مسلمانوں سے چھین لیے۔

جزیرہ سارڈینیا

اس کوہستانی جزیرے [3] میں پانی کی قلت ہے۔ اس میں تین آبادیاں تھیں: فیطنہ (جنوب میں)، قالمرہ اور قشتالہ۔ موسیٰ بن نُصیر نے 89ھ/707ء میں عبداللہ بن مُرہ کو بحیرۂ افریقیہ [4] کی مہم پر مامور کیا تھا۔ عبداللہ نے سارڈینیا کے ساحل پر اُتر کر اس کے کئی شہر فتح کر لیے اور بھاری مالِ غنیمت حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ 92ھ/711ء میں فتح اندلس کے بعد پیش آیا۔ واپسی پر ان کے جہاز افراد اور مالِ غنیمت کی کثرت کے باعث سمندر میں غرق ہوگئے۔ 103ھ/721ء اور 106ھ/724ء میں سارڈینیا کی دو جنگیں ہوئیں اور 117ھ/735ء میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے پوتے حبیب بن ابی عبیدہ نے سارڈینیا پر چڑھائی کی اور کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا۔ پھر 135ھ/752ء میں عبدالرحمٰن بن حبیب الفہری نے صقلیہ اور سارڈینیا پر یلغار کی اور وہاں سے قیدی اور مالِ غنیمت ہاتھ آئے۔ سارڈینیا والوں نے جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔

ولاسڈرو (سارڈینیا) کا ایک منظر

[1] اندلس کے ساتویں اموی حکمران عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن الاوسط نے 275ھ سے 300ھ تک حکومت کی۔ اس کا نام اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں غلطی سے ''عبداللہ بن موسیٰ بن نُصیر'' لکھا گیا ہے۔ امیر عبداللہ کا جانشین اُس کا پوتا عبدالرحمٰن ثالث الناصر بن محمد بن عبداللہ بنا جس نے ''خلیفہ'' کا لقب اختیار کر کے اندلس میں اموی خلافت کا آغاز کیا۔

[2] موحدین نے مرابطین کے بعد المغرب اور اندلس پر 515ھ - 667ھ/1121ء - 1269ء کے دوران میں حکومت کی۔ جنگِ عقاب (609ھ/1212ء) میں عیسائیوں کے ہاتھوں موحدین کی شکست سے اندلس میں اُن کی حکومت ختم ہوگئی (المنجد في الأعلام: 553)۔ جنگ عقاب جس مقام پر لڑی گئی اس کا ہسپانوی نام (Los Navas de Tolosa) ہے۔ جغرافیہ نگاروں نے اسے تلسہ یا طلسہ (طلوشہ) لکھا ہے۔ تلسہ غرناطہ کے شمال میں صوبہ جیان (Jaen) میں واقع ہے۔ عرب مؤرخوں نے اسے جنگ عقاب لکھا ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کا عقابی علم چھن گیا تھا۔

(انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 37/1، حاشیہ از مولانا غلام رسول مہر)

[3] جزیرہ سارڈینیا: یہ جزیرہ مغربی بحیرۂ روم میں جزیرہ سسلی کے شمال مغرب میں واقع ہے اور ان دنوں اٹلی میں شامل ہے۔ سارڈینیا کے شمال میں فرانسیسی جزیرہ کارسیکا ہے، جہاں نپولین پیدا ہوا تھا۔ سسلی کے بعد سارڈینیا بحیرۂ روم کا دوسرا بڑا جزیرہ ہے۔ اس کا رقبہ 24 ہزار مربع کلومیٹر سے زیادہ ہے۔

[4] بحیرۂ افریقیہ: مغربی بحیرۂ روم کے اس حصے کو عرب بحیرۂ افریقیہ کا نام دیتے تھے جس کے شمال میں سسلی، سارڈینیا اور بلیارک کے جزائر ہیں اور جنوب میں افریقیہ (تیونس اور الجزائر) واقع ہے۔

نقشہ 122 مالٹا کی فتح (256ھ)

نقشہ 123 فتح میورقہ (Majorca)
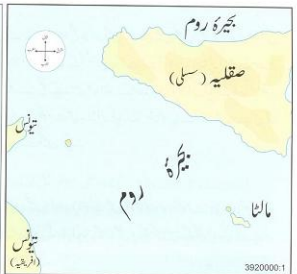
بحیرہ روم کے وسط میں جزیرہ مالٹا

نقشہ 124 سارڈینیا اور جنوا کی مہم
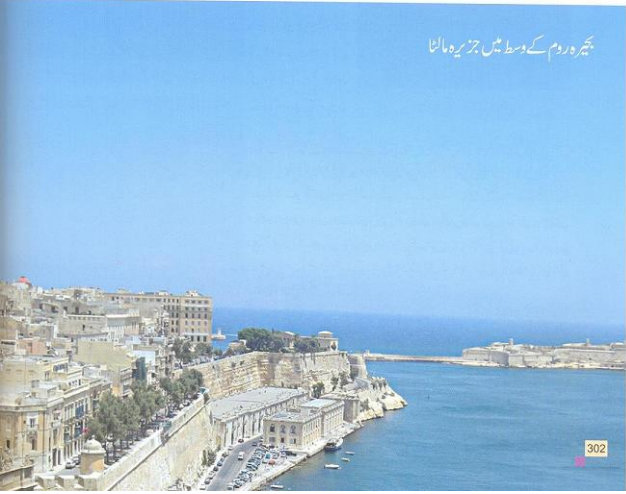
دریں اثناء رومیوں نے یہاں مضبوط قلعے بنا لیے تو اغلبیوں نے 201ھ/816ء میں سارڈینیا پر ہلّا بول دیا اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹے۔ اس کے بعد محمد بن عبداللہ تمیمی نے 206ھ/821ء میں سارڈینیا پر حملہ کیا مگر وہ اسے فتح نہ کرسکا۔

323ھ/937ء میں فاطمی خلیفہ القائم بن المہدی نے یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی میں ایک بحری بیڑا سارڈینیا بھیجا۔ یعقوب بن اسحاق نے اس جزیرے کو فتح کرکے وہاں قدم جما لیے، کچھ باشندے قیدی بنا لیے اور ان کے جہاز جلا دیے۔ پھر ابو الجیش الموفق مجاہد العامری والیٔ دانیہ [1] و جزائر شرقیہ ربیع الاوّل 406ھ/ستمبر 1015ء میں 120 بحری جہازوں اور 8 ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ سارڈینیا کے شہر کالیاری (Cagliari) کے پاس اُترا اور اس نے جزیرے کے پہاڑی قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد اس نے مغربی اٹلی کے ساحلوں پر دھاوا مارا اور خلیج سپتزیا (Spezia) پر اور دریائے ماجرا کے شمال میں واقع شہر لونی پر قبضہ کرلیا، پھر اسے مرکز بنا کر مجاہد العامری نے پیسا (Pisa) [2]، جنوا اور دیگر شہروں پر یلغار کی۔ [3] اس دوران میں پیسا، جنوا اور فرنگستان (فرانس) [4] کے بحری بیڑوں نے اس کے خلاف اتحاد قائم کرکے اس کی سارڈینیا واپسی کا راستہ روک لیا۔ یوں مسیحی، مجاہد العامری سے پہلے سارڈینیا پہنچ گئے اور انھوں نے دوبارہ اس پر قبضہ کرلیا۔

کالیاری (سارڈینیا) جہاں اسلامی لشکر اترا تھا

جنوا (اٹلی) کی راس ساہنا چیارا

[1] دانیہ: یہ بلنسیہ (Valencia) کے جنوب میں اسپین کی ایک بندرگاہ ہے۔ یہ اندلس کے ملوک الطوائف کے عہد میں مجاہد العامری کا دارالحکومت تھا۔ اس کی ریاست میں دانیہ اور جزائر بلیارک (جزائر شرقیہ) شامل تھے۔ (المنجد في الأعلام، ص:240)

[2] پیسا (Pisa): شمالی اٹلی کے مغربی ساحل پر واقع یہ شہر قرونِ وسطیٰ میں ایک بحری شہری ریاست تھا۔ پہلے یہ بحیرۂ روم کے عین ساحل پر واقع تھا مگر دریائے آرنو کی گاد جمع ہوتے رہنے سے اب سمندر سے تقریباً 10 کلومیٹر دور چلا گیا ہے۔ پیسا کا ترچھا مینار مشہور ہے جو 55 میٹر بلند ہے۔ یہ مینار بارھویں صدی عیسوی کے آخر میں تعمیر کیا گیا تھا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:1104)

[3] اٹلی پر مسلمانوں کے حملوں کا آغاز 889ء کے آس پاس ہوا۔ جنوبی اٹلی میں انھوں نے نوآبادیاں قائم کرلی تھیں اور ایک مرکز ایسا بنا لیا تھا جہاں سے کوہستان ایلپس کے تمام دروں پر قبضہ رکھا جاسکتا تھا۔ انسائیکلوپیڈیا میں اس مرکز کا نام فرائی نٹ (Freinet) بتایا گیا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 189/2)

[4] فرانس (فرنگستان): مغربی یورپ کے اس ملک کو پہلی صدی ق م میں جولیس سیزر نے فتح کرکے رومی صوبہ ''گال'' بنا لیا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں جرمانک نسل کے فرینکس (Franks) نے گال فتح کرلیا۔ قرونِ وسطیٰ میں اس پر انگریز قابض رہے حتیٰ کہ سولھویں تا اٹھارویں صدی کے دوران میں فرانس ایک بڑی طاقت بن گیا۔ نپولین کے عہد میں فرانسیسی بیشتر یورپ پر قابض رہے (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: ص 549)۔ فرینکوں کی نسبت ہی سے ''افرنجی'' یا ''افرنگی''، ''فرنگ'' اور ''فرنگستان'' کی اصطلاحات وجود میں آئیں۔